سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے نامور صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمات۔ (۱۸٤۱ ... ۲۰۰۰)

مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی

محقق:
مہربان حسین

نگران:
پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید
(ستارہ امتیاز)

شعبہ القرآن والسنۃ کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی۔

۱۴ دسمبر ۲۰۰٦ء
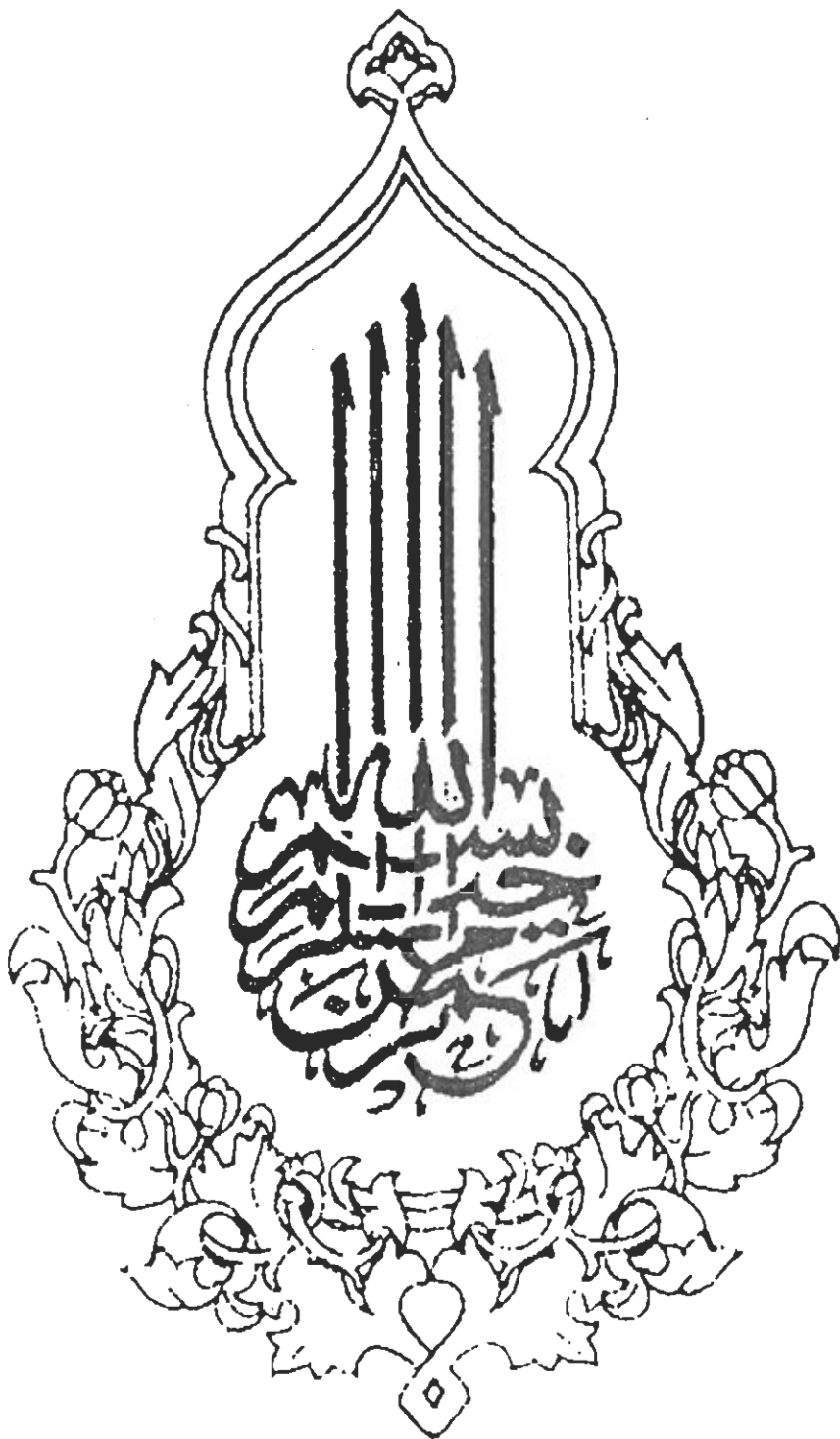
Phone: 4825119
9243131-7/2324

FACULTY OF ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF KARACHI
KAR.-75270

Prof. Dr. Abdul Rashid
Sitara-i-Imtiaz

Dated Dec. 18, 2006.

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مہربان حسین ولد نیک محمد نے ''سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور صوفیائے کرام کی دینی واصلاحی خدمات (۱۸۴۱...۲۰۰۰ء)'' کے موضوع پر میری نگرانی میں تحقیق مکمل کر لی ہے۔

پی ایچ ڈی کی سند کے حصول کیلئے یہ مقالہ جمع کرانے کی اجازت مرحمت کی جاتی ہے۔

(عبدالرشید)

نگران مقالہ

Res: A-6, Staff Town, University of Karachi
Kar.-75270

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ترتیب و تزئین

مقدمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّے عَلٰے رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع کی اہمیت: تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی مجھے جو موضوع دیا گیا وہ ہے۔ ''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمت (۱۸۴۱ء۔۔۔۲۰۰۰ء) یہ موضوع کئی وجوہات کی بنا پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (۱)

ترجمہ و تفسیر: ان لوگوں کی راہ پر چلو جو میری طرف رجوع لائے۔ اس آیہ مبارکہ میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی اتباع اور ان کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس حکم کی تعمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان محبوبان الٰہی کے حالات اور واقعات اور ان کی سیرت کے مختلف پہلو تحریری شکل میں ہمارے سامنے موجود ہوں تاکہ ان کو پڑھ کر اور سن کر ان کی اتباع کی کوشش کی جائے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر انسان اللہ کا محبوب اور پیارا بن جائے۔

(۲) ارشاد رسول ﷺ ہے۔ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ (۲)

ترجمہ و تفسیر: صالحین اللہ کے نیک بندوں کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول اولیاء کا ذکر نزول رحمت خداوندی کا سبب ہے۔ لہٰذا ان کے تذکرے اور حالات لکھنا پڑھنا، سننا، سنانا یہ سب لائق ثواب باعث مغفرت اور موجب نزول رحمت ہے۔ ایسے فضلائے وقت کے عملی کارناموں، انکی تحریروں اور بیان کے منظر عام پر آنے سے علم و حکمت اور تاریخ و ادب کو فروغ ملتا ہے۔

(۳) وہ اللہ کے پیارے اور مقبول بندے جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں عصبیتوں اور نفرتوں کے جہنم زار معاشرہ کو اپنے اچھے اخلاق اور اعلیٰ تعلیمات سے چمن زار بنایا۔

(۴) ان کاملوں کے حالات پڑھ کر طلباء کو پڑھنے اساتذہ کو پڑھانے کا والدین کو تربیت کا فرمانرواؤں کو حکمرانی کا سالکوں کو سلوک کا عارفوں کو وصل و معرفت کا طریقہ اور ڈھنگ آ جاتا ہے۔

وجہ انتخاب موضوع: پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ کے لئے اس موضوع کو منتخب کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ وطن پاک کی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے ، اولیاء علماء اور شعراء کی صورت میں بیش بہا جواہر پاروں سے نوازا ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ دُنیائے علم و عرفان میں شہرت پانیوالے رازی و غزالی ، سعدی و جامی اور جنید و شبلی جیسے علم و عرفان کے نجوم تاباں اس خاک میں بھی جگمگا رہے ہیں۔ لیکن ایک جہاں ان کی عظمتوں اور ان کے کارناموں سے آج تک ناواقف ہے۔ لہذا اس تحقیق سے ایک طرف تو علم و حکمت کے ان کواکب درخشاں کی روشنیوں سے سارے جہاں کو منور کرنا مقصود ہے۔ اور دوسری طرف یہ باور کرانا بھی پیش نظر ہے کہ شام و عراق اور ثمر قند و بخارا ہی نہیں بلکہ یہ سرزمین پاک بھی ان علم و حکمت کے آفتابوں سے ضیاء بار ہے۔

۲۔ پاکستان کی تہذیب و ثقافت ان کے رسم و رواج اور طرز و بود و باش پر بھی ان صوفیائے کرام کی تعلیمات نے بڑے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جو آج تک برصغیر پاک و ہند خاص طور پر پاکستان کے باسیوں میں رچے بسے ہوئے ہیں۔ لہذا یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے برصغیر میں اسلام کی اشاعت شرک و بدعت کی بیخ کنی میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانیؒ ، مرزا مظہر جان جاناں شہید، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ احمد سعید، شاہ ابوالخیر دہلوی ، میاں شیر محمد شرق پوری ، امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی محدث علی پوری ، خواجہ غلام مرتضیٰ بریلوی، خواجہ غلام محی الدین قصوری ، مولانا غلام دستگیر قصوری ، سائیں توکل شاہ انبالوی اور مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمتہ اللہ علیہم کی خدمات جلیلہ سے کون واقف نہیں یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے کفر و شکر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نور اسلام کی شمع فروزاں کی اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں گم گشتگان کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ (۳)

۳۔ پاکستان میں اسلام کی روشنی اور دینی تعلیمات کی کرنیں جو پھیلی ہوئی ہیں وہ کسی فاتح جرنیل کا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنے والے انہی بوریہ نشین صوفیاء کا صدقہ ہے، بالخصوص نقشبندی صوفیائے کرام کا اس میں بہت بڑا کردار ہے۔ لہذا ان دلوں کے حکمرانوں کے حالات اور مساعی جمیلہ کو تحریر میں نہ لانا پاکستان بالخصوص اسلامی تاریخ کے ساتھ ظلم عظیم ہوگا۔

۴۔ پاکستان میں علوم عربیہ اسلامیہ کی ترویج و اشاعت اور تعلیم و اخلاق کے فروغ میں بھی ان صوفیائے کرام کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ لہذا ان حضرات کے تذکرے پاکستان کی علمی و ادبی تاریخ کی عظمتوں کے اظہار کا ایک

ذریعہ ہیں۔

۵۔ پاکستان کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی اقدار کی اصلاح اور اس کے عروج وارتقاء میں بھی انہی صوفیائے کرام کی مخلصانہ کوششوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان اہم نکات کی وضاحت کے لئے ان کے حالات کو قلمبند کرنا اور مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

۶۔ ان تمام اہمیتوں اور ضرورتوں کے باعث اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ان اولیائے کرام بالخصوص صوفیائے نقشبند کے حالات کسی ایک مقالہ کی صورت میں جمع کئے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے علمی دینی، اصلاحی، ادبی، معاشرتی اور سیاسی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔ لہذا میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس اہم کام کا بیڑا اُٹھایا اور حتیٰ المقدور اس کو پورا کرنے کی کوشش کی۔

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے　　　　پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور ﷺ نے (۵)

یہ تحقیقی مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ اور اختتامیہ اس کے علاوہ ہیں۔ ابواب کی ترتیب ان صوفیائے کرام کی تاریخ وصال کے مطابق رکھی گئی ہے۔

باب اول: سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا تعارف پاکستان کے خصوصی حوالے سے۔

باب دوم: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ بخاری نقشبندی مجددیؒ

باب سوئم: حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ

باب چھارم: حضرت پیر نظیر احمد نقشبندی مجددیؒ (موہڑوی سرکار)

باب پنجم: حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی مجددیؒ

باب ششم: حضرت شاہؒ (المعروف زندہ پیر)

باب ھفتم: حضرت پیر محمد ابراہیم جان مجددیؒ

ا۔ مقدمہ میں مندرجہ ذیل موضوعات پر نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

(الف) اہمیت تصوف: (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

(ب) تعریف تصوف: (صوفیائے کرام کی تصنیفات کی روشنی میں)

(ج) تاریخ تصوف: (اس کے آغاز اور ارتقاء کی تفصیل)

(د) سلاسل تصوف: (نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی سلاسل کا ذکر)

(ر) سلسلہ نقشبندیہ: (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تاریخ صوفیائے کرام کی تصنیفات کی روشنی میں)

(س) نقشبندیہ کی فضلیت:۔(اس سلسلے کو دوسرے سلاسل پر کئی وجوہ سے فضلیت)

(ص) پاکستان میں نقشبندیت: (پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت کی تاریخ)

(ط) اظہار تشکر: (اس مقالہ کی تدوین میں جن اہم شخصیات کا مجھے تعاون رہا اُن کا شکریہ)

۲۔ حالات صوفیائے نقشبند: اس میں نقشبندی صوفیائے کرام کے حالات تحریر کئے گئے ہیں۔ جس میں اُن کے نام، لقب، کنیت، قوم، ذات، ولادت، شجرہ نسب، بیعت وخلافت، شجرہ طریقت، تعلیم وتعلم، ان کے دینی و دنیوی مشاغل ومصروفیات، ان کی صورت وسیرت، ان کے عادات وفضائل، اُن کی کرامات، اُن کے اساتذہ اور ہم عصر اور مربیوں کے احوال اور اُنکی تصنیفات اُنکی علمی، دینی، تبلیغی اور سیاسی خدمات اُنکے فلاحی کام اور اصلاحی خدمات، اُنکے وصال اور مزار وغیرہ کے متعلق جہاں تک تفصیلات دستیاب ہوسکیں وہ حاصل کر کے درج کی گئی ہیں۔

باب اول: (۱) اس باب میں سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف پاکستان کے خصوصی حوالے سے سلسلہ نقشبندیہ کے مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں۔ اس سلسلہ کی بنیاد گیارہ اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی تاریخوں اور تذکروں میں محمد بن محمد بہاء الدین بخاری جو سلسلہ نقشبندیہ کے بانی قرار دیئے گئے ہیں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے حالات و واقعات جن کی نگاہ رحمت سے علم وعرفان کے ہزاروں گلستان لہلہانے لگے۔

(۳) پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی آمد واشاعت، دینی واصلاحی خدمات کا خاص طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔

(۴) حضرت باقی باللہؒ پہلے نقشبندی بزرگ ہیں جو پاکستان میں تشریف لائے، اُن کے حالات زندگی، اُنکی دینی، ملی اور اصلاحی خدمات کا جائز لیا گیا ہے۔ آپکی تربیت وتوجہ سے بہت سے ایسے بلند ہمت اور باصلاحیت افراد تیار ہوئے جنہوں نے اس مشن کو اور آگے بڑھایا انمیں سرفہرست شیخ احمد سرہندی ہیں۔ جنہوں نے ملت

اسلامیہ کیلئے بے پناہ کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ حضرت باقی باللہ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ نے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ کی بدعتوں، گمراہیوں اور الحادی فتنوں کا مقابلہ کیا اور بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن اپنے مقصد پر قائم رہے۔ آخر کامیاب ہو گئے اور امراء و حکمرانوں کو شریعت کی پابندی پر آمدہ کیا۔ اس طرح ایک انقلاب رونما ہوا۔

(۵) پاکستان کے بہت سے سلاسل تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ ایک مختلف منفرد اور ممتاز سلسلہ تصوف ہے کا جائزہ لیا گیا۔ ذکر قلبی اور ذکر ربانی اتباع سیرت طیبہ و کامل اتباع رسول ﷺ اکثر سلاسل تصوف کے روحانی شجرے میں اختتام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوتا ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کا طریقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات گرامی ہے جائز لیا گیا ہے۔ نفس امارہ کو زیر کرنا، ہرات کے بادشاہ اور خواجہ بہاء الدین نقشبند، سلسلہ نقشبندیہ کی حقیقت و خصوصیات اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات کا جائزہ لیا گیا۔

(۶) اس طرح سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ان ممتاز و نمایاں صوفیائے کرام کی دینی د اصلاحی خدمات سے لاکھوں غیر مسلم اسلام لے آئے اور اُن کی اصلاح ہوئی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا   نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔(۶)

۱۔ زیر نظر مقالہ کے باب دوم میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے درویش، کامل، مومن صالح، صوفی باصفا، مرد خدا غوث زمان، قطب دوران کے سوانح حیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کا تعلق سادات کے معزز گھرانے سے تھا آپ نجیب الطرفین سید تھے اور آپ کا خاندان زہد اور تقویٰ میں مشہور تھا اور آپ کو بڑے شاہ جی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

۲۔ آپ کا تعلق صوبہ پنجاب کے ضلع جہلم سے تھا۔ آپؒ نے جنگل میں چلہ کشی کی کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔ آپؒ کی پیدائش، تعلیم و تعلم، بیعت، شجرہ نسب، شجرہ طریقت، آپ کے پیر و مرشد خواجہ محمد خان عالمؒ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ آپ کا شمار انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے نامور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے آپ وقت کے قطب تھے۔ آپ کی ساری زندگی احیائے دین تبلیغ و ارشاد اور سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت میں گذری۔

۴۔ آپؒ کی دینی، ملی، اصلاحی، فلاحی، روحانی، اخلاقی، مذہبی خدمات کا جائزہ لیا گیا۔

۵۔ آپ سچے عاشق رسول ﷺ تھے آپ نے تمام بُری رسموں سے منع فرمایا جو عام طور پر لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ نے شریعت محمدی ﷺ کا درس دیا آج بھی آپکے جانشین شریعت محمدی ﷺ پر عمل کر رہے ہیں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ علم تصوف، طریقت شریعت سے باہر نہیں، صوفیوں کا مرتبہ، ذکر و فکر کی دعوت اور علم لدنی کا ذکر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی سے نوازا تھا۔ آپکو غیبی مدد بھی ملتی ہر روز پانچ روپے تکیہ کے نیچے سے ملتے تھے۔ آپ کے معمولات روز و شب ریاضت و عبادت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپکے اوصاف حمیدہ، مریدین اور بچوں سے محبت، تبلیغ وارشاد کا اثر اور آپکی کرامات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۷۔ آپ کے جنات بھی مرید تھے کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپکا انسانوں کے علاوہ جانوروں پر تصرف، عصاء مبارک آپ کا عرس مبارک ہر سال مذہبی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے کا جائزہ لیا گیا۔ آپ نے جن مسجدوں و مدرسوں کی بنیادیں رکھی تھیں وہ اب دینی درسگاہیں بن چکی ہیں جہاں ہزاروں طلباء و طالبات دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کا جائزہ لیا گیا۔ آپ کا وصال مبارک، آپ کا روضۂ انور، آپؒ کے جانشینان، آپ کے خلفاء مریدین اور عقیدت مند نا صرف ملک پاکستان بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جو اسلام کی سر بلندی کیلئے کام کر رہے ہیں۔ کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۸۔ ہم نے اس تحقیقی مقالہ کا تیسرا باب جو پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے نام سے مشہور تھے کی دینی، ملی، اصلاحی، فلاحی اور سیاسی خدمات کے حوالے سے قائم کیا ہے اس باب کو نو ذیلی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) ابتدائی حالات اور خاندانی پس منظر۔

(۲) دینی و ملی خدمات۔

(۳) اصلاحی و فلاحی خدمات۔

(۴) سیاسی خدمات۔

(۵) ردّ مرزائیت اور مرزا قادیانی کی سرکوبی اور مناظرہ۔

(٦) شخصی خاکہ اور اوصاف حمیدہ۔

(٧) انشاء وخطبات، ارشاد قدسیہ، مکتوبات شریف خطبات، مواعظ۔

(٨) اخلاف کرام خلفائے عظام، سجادہ نشینان۔

(٩) سوانح ایک نظر میں۔

١۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوریؒ فی الواقع اس عصر کے غوث، قطب اور مجدد تھے۔ آپ مسند ارشاد و ہدایت پر تقریباً ایک صدی تک رونق افروز رہے۔ اور اس تمام مدت میں احیائے دین، تبلیغ وارشاد اور سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تفصیل اور جامع سیرت کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ لیکن میرا مقصد یہ ہے مختصر طور پر آپکی دینی، روحانی، اخلاقی، مذہبی اور ملی خدمات وفیضان کا ذکر کیا جائے تاکہ موجودہ نیز آئندہ نسلوں کو معلوم ہو کہ بزرگان دین، کاملین، اُمت اور علمائے کرام کا مثالی کردار اور سیرت طیبہ کیا ہوتی ہے۔

٢۔ آپؒ کا نام ونسب اور خاندانی پس منظر کا جائزہ لیا جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں آپ کے آباؤ اجداد شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اور علی پور سیداں ضلع نارووال میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسی بزرگ خاندان میں چوتھی جگہ سید کریم شاہ کے ہاں آپؒ کی ولادت ہوئی جو آگے چل کر امیر ملت، محدث علی پوری اور سنوسئی ہند کے نام سے مشہور ہوئے۔

٣۔ آپؒ کے خاندان کا تذکرہ کتب تاریخ میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑے نیک، صالح انسان تھے۔ آپ سیدزادہ تھے۔ آپؒ عاشق رسول ﷺ تھے اور حسب استطاعت اللہ کی راہ میں لٹانے والے تھے۔

٤۔ آپؒ کی تاریخ ولادت اور وصال مبارک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علوم ظاہری میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد آپ غوث وقت حضرت باباجی فقیر محمد فاروقی نقشبندی مجددی چورہ شریف ضلع اٹک سے بیعت وخلافت سے نوازے جانیکا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ کی دینی واصلاحی خدمات پر سیکنڑوں کتابیں لکھی گئیں جن کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی۔ آپ فنافی الرسول ﷺ تھے۔ آپ کو سرزمین حجاز سے اس قدر محبت تھی کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا تو آپ نے لاکھوں روپے کی رقم بھجوائی، آپ جب حج مبارک اور عمرہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ کے لئے حرم شریف اور روضہ رسول ﷺ کے دروازے کھول دیئے جاتے کا ذکر کیا گیا

ہے۔آپ کو علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ سے بے حد محبت تھی آپ نے ان دونوں بزرگوں کو ولی اللہ کے خطاب سے پکارا کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ آپ نے دین متین کی تبلیغ وترویج کیلئے انجمن خدام الصوفیہ قائم کیں۔

۱۔ اتحاد جمیع سلاسل تصوف۔ ۲۔ اشاعت اسلام تصوف

۳۔ تردید الزامات اسلام وتصوف ۴۔ تردید مذاہب باطلہ کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

۶۔ آپ نے خلیفہ اسلام سلطان ٹرکی کی مالی مدد کی، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دینی مدرسے قائم کئے اور مالی مدد بھی کی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور تحریک خلافت کیلئے بھی مالی تعاون فرماتے رہے کا ذکر کیا گیا۔

۷۔ آپ نے احیائے دین اور ترویج شریعت پر جو کام کیا اس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ملنی مشکل ہے۔آپ نے لاکھوں انسانوں کی اصلاح کی اور ہندوانہ رسموں کا انسداد کیا، آپنے تبلیغ وارشاد میں حصہ لیا، قومی وملی خدمات سرنجام دیں، آپ نے دینی مدارس نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک میں بھی قائم کئے۔آپ نے مسجدیں سرائیں، مہمان خانے، کنوئیں، تالاب اور دیگر فلاحی ادارے تعمیر کروائے۔آپ نے ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔آپ نے ردِ مرزائیت اور مرزا قادیانی کی سرکوبی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے موت کے سلسلہ میں جو پیشین گوئی کی، وہ حرف بہ حرف صحیح ہوئی۔آپ نے حاجیوں کی سہولت کیلئے مدینہ منورہ میں ایک کئی منزلہ عمارت جماعت منزل کے نام سے تعمیر کروائی جو آج بھی موجود ہے۔آپ کی کوئی سیاسی جماعت نہیں تھی لیکن مسلم لیگ کی حمایت میں قائداعظمؒ کا ساتھ دیا اور ملک کے کونے کونے میں جلسوں سے خطاب کیا اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔آپؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت خداوندی اور غلامی رسول ﷺ میں بسر ہوا ہے۔ آپؒ نے تقریباً ایک سو گیارہ سال کی عمر پائی اور آخردم تک دینی واصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب چہارم: الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی سرکارؒ کے حوالے سے لیا گیا ہے۔

۱۔ اس باب میں پیر نظیر احمدؒ کا نام ونسب اور خاندانی پس منظر کے متعلق گفتگو کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے والد کا مقام اہم صوفیائے کرام میں تھا۔آپ کا تعلق علاقہ پٹھوار کے کیانی خاندان سے تھا۔آپ کے والد

حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار وقت کے ولی کامل تھے آپ کیلئے مشہور تھا کہ آپ ولایت بانٹا کرتے تھے۔ آپ کے لاکھوں مرید و عقیدت مند تھے۔ برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو آپ نے قلبی و عکسی انوار سے مستفیض فرما کر رشد وہدایت کی راہ پر چلایا۔ آپ کے غلاموں کا سلسلہ برصغیر سے پھیلتا ہوا۔ ایران، عرب اور کشمیر کے راستے تبت چین اور ترکستان تک جا پہنچا کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۲۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر چشم و چراغ ہیں آپکا شجرہ نسب ایران کے مشہور کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ ایران فتح ہونے کے بعد آپ افغانستان کے راستے تبت پہنچے اور کچھ عرصہ بعد کشمیر آ گئے اور مرشد کریم کے فرمان کے مطابق موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی میں آباد ہوئے آپ کی ولادت موہڑہ شریف میں ہوئی اور موہڑوی سرکار کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد خواجہ محمد قاسمؒ سے حاصل کی اور اعلیٰ دینی تعلیم کیلئے نامور علماء کی خدمات حاصل کی گئیں۔ آپ حضرت خواجہ پیر نظام الدین کیانی سے بیعت ہوئے اور مرشد کریم نے روحانی و باطنی فیض سے نوازا کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

۳۔ آپ ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۶ء تک حالت جذب میں رہے۔ ۱۹۱۲ء میں ولی عہد کا خطاب ملا، ۱۹۲۵ء میں آپ کی دستار بندی کی گئی۔ آپ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء تک علاقہ یاغستان کے حکمران رہے۔ گورنر پیئر کی ہلاکت اور گورنر پشاور گرفتھ اور صاحب زادہ عبدالقیوم خان کی مخالفت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

۴۔ آپ نے ۱۹۳۵ء میں بادشاہت کو ازخود ترک کر کے فقیری اختیار کر لی اور موجودہ سجادہ نشین پیر ہارون الرشید صاحب کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ نے ۱۹۳۹ء میں برصغیر کے مختلف شہروں کا اصلاحی دورہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ سے ملاقات ہوئی ۱۹۴۳ء میں والد محترم حضرت خواجہ محمد قاسم کے وصال مبارک کے بعد آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ نے قادیانیوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرہ میں حصہ لیا جس میں آپ کامیاب ہوئے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۲۔ آپکی روحانی، دینی، فلاحی اور اصلاحی خدمات کا خاص طور پر جائزہ لیا گیا۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں جس میں نسبت رسولی کو اہم مقام حاصل ہے اور اس کتاب کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء کو آپ کا وصال ہوا آپ کا روضہ مبارک موہڑہ شریف میں ہے۔ جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپؒ کے

مریدین، خلفاء اور آپ کی اولاد و جانشین کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

باب پنجم: شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی نقشبندی مجددیؒ ابتدائی حالات خاندان، علمی، دینی و اصلاحی خدمات کے حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں خاص طور پر آپؒ نے دینی مدرسہ ملیر کراچی میں قائم کیا اور ایک اسلامی لائبریری قائم کی آپ نے تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا اس کے علاوہ ختم نبوت ﷺ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے جن علماء سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل فرمائی ذکر کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب کو دو عظیم ہستیوں سے نسبت تھی ایک حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت مولانا نعیم مراد آبادی جو سواد اعظم اہلسنت کے عظیم پیشوا اور رہنما تھے کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب ششم: حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ کے حالات زندگی اور انکے روحانی فیض پر روشنی ڈالی گئی۔ آپ نے صوبہ سرحد ضلع کوہاٹ کے سنگلاخ، پہاڑوں میں چلہ کشی کی اور آپ ساری زندگی ان گھمکول شریف کے پہاڑوں میں دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ صرف حج کے موقع پر حج ادا کرنے کیلئے تشریف لے جاتے۔ آپ کے لاکھوں مرید و عقیدت مند ہیں۔ آپ کا شمار بھی بیسویں صدی عیسوی کے نامور صوفیہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی قدم بوسی کیلئے اُس وقت کے حاکم صدر ایوب خان اور دیگر جرنیل بھی آئے کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب ہفتم: حضرت پیر محمد ابراہیم جان مجددیؒ کے علمی، دینی، اصلاحی، فلاحی، تبلیغی اور سیاسی حوالے سے لیا گیا ہے۔ آپ کا شمار بھی بیسوی صدی عیسوی کے نامور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی ملت اسلامیہ کے لئے گرانقدر خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے ہیں اسطرح آپ کا نسبی تعلق حضرت عمر فاروقؓ سے اور شجرہ طریقت خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ وادی مہران میں آپکی دینی اور اصلاحی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ماخذ و مراجع: مقالہ کی تدوین اور ترتیب میں جن کتب، رسائل اور جرائد سے مدد لی گئی ہے۔ ان میں عربی، فارسی، اردو، سندھی، پنجابی اور انگلش کی کتب اور رسائل کی فہرست دی گئی ہے۔ اور ساتھ ساتھ ہر کتاب کے مصنف اس کے مطبع اور سن طباعت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

انداز تحقیق: اس تحقیقی مقالہ کی تدوین اور ترتیب میں سب سے پہلے تو انہی صوفیائے کرام کی اپنے تصنیفات اور

تالیف سے مدد لی گئی ہے۔اس کے علاوہ ان کے حالات عربی، فارسی، اردو، سندھی، پنجابی اور انگریزی کی جن مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قلمی کتابوں میں دستیاب ہو سکے وہاں سے اخذ کر کے تحریر کئے گئے ہیں۔موضوع سے متعلق مختلف کتب و رسائل کے حصول میں پاکستان میں جن سرکاری اور نجی کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ان میں کراچی کی جملہ اہم لائبریریوں سے مدد لی گئی صوبہ سندھ میں اسلامی لائبریری گلزار خلیل تحصیل سامارو ضلع تھر پارکر، قدیم کتب خانہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ خیر پور، سنٹرل لائبریری بہاولپور، پنجاب یونیورسٹی لاہور اسلامی لائبریری چراغیہ نقشبندیہ والٹن لاہور، دربارہ موسیٰ زئی عیسیٰ خیل (میانوالی) اسلامی لائبریری قاضی عبدالسلام ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد، اسلامی کتب خانہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال۔اور مرکزی مجلس امیر ملت پاکستان برج کلاں ضلع قصور کی تقریباً تمام ہی مشہور و معروف لائبریریوں اور کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا۔اس کے علاوہ پاکستان کے جن صوفیائے کرام کی خانقاہوں کے علمی اور قلمی نادر و نایاب ذخیروں سے استفادہ کی بھی سعادت حاصل ہوئی اسکی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی میر پور خاص سندھ نے بعض صوفیائے سرہند کے حالات میں کتب عنایت فرمائیں۔

۲۔ پیر محمد ایوب جان سرہندی سجادہ نشین گلزار خلیل تحصیل سامارو اپنے قدیم کتب خانہ سے بھی صوفیائے کرام کے حالات میں فارسی، عربی اور سندھی کتب عنایت فرمائیں۔

۳۔ مفتی عبدالعلیم ہزاروی مہتمم دارالعلوم غوثیہ کراچی نے دو کتابیں صوفیائے نقشبند پر لکھی ہوئی عنایت فرمائیں۔

۴۔ حکیم پیر محمد شفیق موہڑوی سجادہ نشین دربار عالیہ والئی موہڑہ شریف کراچی نے دو کتابیں صوفیائے کرام پر لکھی ہوئی عنایت فرمائیں۔

۵۔ ملیر کے قریب گوٹھ صاحب داد خان میں ایک عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ہے جس کے مہتمم مفتی محمد جان نعیمی ہیں اور اس درسگاہ میں ایک اسلامی لائبریری ہے جو دنیا کی عظیم اسلامی لائبریریوں میں سے ایک ہے۔مفتی صاحب نے مجھے درج ذیل کتابیں عنایت فرمائیں۔فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، بیاض نعیمی، سوانح مفتی اعظم سندھ، سوانح حضرت غلام محمد نعیمی، مامریداں (فارسی) ان کے علاوہ بعض صوفیائے کرام کے حالات میں کتب عنایت فرمائیں۔

۶۔ سید ذوالفقار حسن شاہ بخاری ضلعی ایجوکیشن آفیسر کراچی نے بھی اپنی تحریر کی ہوئی کتب عنایت فرمائیں۔

۷۔ میاں محمد صادق قصوری ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت ، بانی صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان برج کلاں ضلع قصور نے درج ذیل کتب ارسال فرمائیں۔

تاریخ مشائخ نقشبند، جہان امیر ملت ، تذکرہ اولیاء علی پور سیداں ، تعارف امیر ملت ،شیدایان امیر ملت ، اکابر تحریک پاکستان ، مجاہد ملت ، امیر ملت اور تحریک پاکستان ، تحریک پاکستان اور مشائخ عظام انکے علاوہ اور بھی صوفیائے کرام پر لکھی ہوئی کتابیں فراہم کیں۔ میاں صاحب سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں بُرج کلاں ضلع قصور میں اپنی ذاتی لائبریری ہے۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں کتب موجود ہیں۔

۸۔ عالم اسلام کے نامور محقق اور سکالر جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے بھی موضوع کے متعلق کچھ کتب عنایت فرمائیں۔

۹۔ پاکستان ٹیلی ویژن کراچی مرکز کی اسکرپٹ لائبریری کے انچارج جناب سید ناصر توفیق صاحب نے موضوع کے متعلق پچاس کتب عنایت فرمائیں۔

۱۰۔ پاکستان ٹیلی وژن کے سابق سینئر اسکرپٹ ایڈیٹر جناب مدبر رضوی صاحب نے نقشبندی صوفیاء کے متعلق کتب عنایت فرمائیں۔

۱۱۔ آسی حافظ خرم قادری خطیب جامع مسجد بلدیہ ٹاؤن نمبر ۹ کراچی نے اپنے کتب خانہ سے صوفیائے نقشبند کے حالات میں کچھ کتب عنایت فرمائیں۔

۱۲۔ قاری محمد شبیر صاحب مدرسہ جامع ہارونیہ ڈھوک سیداں راولپنڈی نے نسبت رسولی ﷺ جو کہ پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کی سوانح پر لکھی گئی کتاب اور کچھ تصوف پر لکھی ہوئی کتب عنایت فرمائیں۔

۱۳۔ ملک عجب خان ماڈل کالونی کراچی جو زندہ پیر گھمکول شریف کے مرید خاص ہیں نے ''کنز العرفان'' جو کہ زندہ پیر کی سوانح عمری پر لکھی گئی کتاب عنایت فرمائی۔

۱۴۔ محترم ملک محمد بوستان قادری کراچی نے اولیا اللہ پر لکھی ہوئی کتاب ''بہجۃ الاسرار'' عنایت فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے راقم الحروف کو نوازا۔

۱۵۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد قادری علامہ اقبال کامرس کالج ملتان نے اپنے قلمی نسخے عنایت فرمائے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ان سب کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، ان حضرات کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۶۔ پیر سید انور شاہ جیلانی سجادہ نشین سدرہ شریف ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد، پیر ہارون الرشید صاحب سجادہ نشین موہڑہ شریف کوہ مری ضلع راولپنڈی، پیر منور شاہ المعروف بادشاہ، صاحبزادہ پیر حبیب اللہ شاہ گھمکول شریف ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد، پیر عبداللہ جان دربار عالیہ مرشد آباد پشارہ شہر، پیر سید محمد افضل شاہ سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال صوبہ پنجاب اور پیر محمد ایوب جان سرہندی مجددی گلزار خلیل ضلع تھرپارکر صوبہ سندھ، ان سب صوفیاء نے اپنے قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے راقم الحروف کو نوازا اور ان بزرگ ہستیوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے میرا کام اور آسان کر دیا۔ میں ان تمام صوفیائے کرام کا دل کی گہرائیوں سے ممنون و شکر گزار ہوں اور رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی عمر میں برکت فرمائے آمین۔ اختتامیہ پورے مقالہ کا خلاصہ جبکہ آخری اوراق میرے دل کی آواز ہیں کہ آج ہم کس طرح ان پاکباز ہستیوں کی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے اسلام سے لگاؤ اور پاکستان کے استحکام و ترقی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دین و دنیا میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں لیکن میں نے جن نامساعد حالات میں اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔ اس کا اندازہ یوں کیجئے کہ میری ذمہ داریاں پاکستان ٹیلی ویژن کراچی سنٹر میں اور تحقیق پورے ملک میں، پاکستان کے ان علاقوں میں بھی جہاں کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ بر کیف اس مقالہ کی تیاری کیلئے میں نے کئی بار پورے ملک کا سفر کیا اور پوری کوشش کی وہاں پہنچنے کی جہاں کوئی گاڑی نہ جا سکتی تھی وہاں میلوں پیدل سفر کیا ان متعدد سفروں کے دوران میں نے علماء سے ملاقاتیں کیں سجادہ نشینوں سے گفتگو رہی۔ مقالہ لکھنا ہی ایک دشوار کام ہے چہ جائیکہ ایک تحقیقی مقالہ جو اپنے آپ میں ایک معیاری تخلیق بھی ہے اور عمدہ تنقید بھی، لکھنا تو اور بھی دشوار ہے یہ کام بڑے ریاض اور بڑی جانکاہی کا ہے یہ ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے علمیت، متانت، دیانت ادبی بصیرت اور زبان و بیان پر دسترس کے ساتھ ساتھ منصفانہ صلاحیت کا ہونا اشد ضروری ہے ذرا سی بے احتیاطی عجلت پسندی

اورتن آسانی، تحقیق کیلئے سم قاتل ہے۔اس سفر میں قدم قدم پر دشوار مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، راہ میں خاردار جھاڑیوں سے دامن بچا بچا کر منزل پر پہنچنا ہوتا ہے۔تحقیق کے کام میں خصوصاً پی ایچ ڈی کے سلسلے میں ہر علمی شخصیت کا حصہ ہوتا ہے۔یعنی کام لوگوں کا نام ایک شخص کا یہی حال میرا ہے اگران تمام حضرات جن کا ذکر کیا گیا اور کیا جارہا ہے تعاون شامل حال نہ ہوتا تو آج یہ سطور آپ کے مطالہ میں نہ آتیں۔

میرے آقا حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ (۷)

ترجمہ: جوانسانوں کا شکرادانہیں کرتا وہ اللہ کا شکرادانہیں کرسکتا لہذا اس مقالے کی ترتیب وتیاری کے دشوارکن مراحل میں جن حضرات نے مجھے فراہمی مواد کے سلسلے میں بھرپور تعاون دیا اور ترتیب وپیشکش کے سلسلے میں قیمتی مشورے دیئے اور ہر قدم پر حوصلہ افزائی کی ان کا شکریہ ادانہ کرنا بڑی احسان ناشناسی ہوگی، اس ضمن میں سب سے پہلے محترم کرم فرمامدبر رضوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے مکری پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب سابق رئیس کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی ایک لائق ادبی رہنما سے میرا رابطہ کروایا اور مواد کی فراہمی میں بھرپور تعاون دیا جس سے میری تحقیق کی راہیں آسان گئیں۔ڈاکٹر صاب ہی میرے مشفق نگراں بنے جن کا میں صمیم قلب سے ممنون ومشکور ہوں کہ اُنہوں نے قدم قدم پر بڑا سہارادیا اور پرخلوص رہنمائی فرمائی۔اب آخر میں اگر جامعہ فیضان مدینہ منورہ کے مہتمم حضرت الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ رواتڑہ شریف ضلع جہلم کا شکریہ ادانہ کروں تو یقیناً احسان فراموشی ہوگئی کیونکہ شاہ جی صاحب نے بطیّب خاطر مجھے ڈاکٹریٹ کا مقالہ کی اجازت عطا فرمائی اور دُعا بھی کی ۔ میں اُن تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکرگذارہوں اور ربِ کائنات کی بارگاہ میں دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ راقم الحروف کی اس حقیر کوشش کو اپنی اور اپنے محبوب اولیاء کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے امین اور اس کو مجھ جیسے گنہگار کے لئے بخشش کا ذریعہ بنادے، اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی رفیقۂ حیات مطلوب جان کا بھی احسان مندہوں کہ اُنہوں نے مجھے گھریلو الجھن سے آزاد کردیا اور مقالے کی تیاری میں پوراوقت صرف کرنے کا موقع دیا۔والدین کریمین کا بھی شکرگزارہوں گوکہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں کہ اُنہوں نے مجھے علم دین کے راستے پرگامزن فرمایا میں اُن کیلئے دعا گوہوں کہ رَب تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین، اول وآخراحسان وکرم ہے

اُس رب کریم کا کہ جس نے ہمیں پیدا کیا دولت علم سے نوازا اور قلم پکڑنے کا شعور عطا کیا۔ میں اس بات کا بھی عہد کرتا ہوں کہ صوفیائے نقشبند کی دینی اور اصلاحی خدمات سے دنیا کو روشناس کرانے کو جو بیڑہ اُٹھایا ہے اُسے اپنی زندگی کا مشن بناؤں تا کہ ان حضرات کی قابل تقلید زندگیوں کو مشعل راہ بنایا جا سکے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے بھی ان صوفیائے کرام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے امین کیونکہ اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔جیسا کہ مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں (۷)

☆☆☆☆☆

مہربان حسین

امیدوار برائے۔پی ایچ۔ڈی

شعبہ القرآن والسنۃ

۱۴ دسمبر ۲۰۰۶

حوالہ جات

۱۔ القرآن،۳۱:۱۵

۲۔ اکبروارثی،خواجہ،''میلاد اکبر''،کراچی،امین برادز،۱۳۳۳ھ،ص ۔۱۱

۳۔ محمد نور بخش توکلی،علامہ،پروفیسر،''مشائخ نقشبندیہ'' گجرات،شریف پرنٹنگ پریس،۱۹۷۰ء،ص۔۸

۴۔ ابوالخیر محمد زبیر،ڈاکٹر صاحبزادہ''صوفیائے نقشبند'' حیدر آباد،رکن اسلام پبلی کیشنز،۱۹۹۶ء،ص۔۱۵،ج۔اول

۵۔ علامہ اقبال،''بانگ درا'' لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۵۹ء،ص۔۲۷۹

۶۔ ایضاً ص۔۳۰۹

۷۔ ترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی،''جامع ترمذی'' دہلی فخر المطابع،۱۲۷۰ھ

۸۔ علامہ اقبال''بانگ درا'' محولہ بالا ص۔۲۳۲

باب : اوّل

سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف

سلسلہ نقشبندیہ کے القابات: یہ سلسلہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی طرف منسوب ہے۔ مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ سے شیخ بایزید بسطامیؒ تک اسے صدیقیہ کہتے تھے اور بایزید بسطامیؒ سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی تک طیفوریہ اور خواجہ عبدالخالق سے خواجہ بہاؤالدین نقشبند تک خواجگانیہ کہلاتا تھا اور حضرت نقشبند سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ حضرت مجددؒ کے زمانے سے نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔ (۱)

سلسلہ نقشبندیہ کے بانی: تاریخوں اور تذکروں میں محمد بن محمد بہاء الدین البخاری (۷۱۷ھ ۱۳۱۷ء تا ۷۹۰ھ ۱۳۸۹ء) سلسلہ نقشبندیہ کے بانی قرار دیئے گئے ہیں۔ ان کے لقب ''نقشبندیہ کے لفظی معنی تو ''مصور'' کے ہیں اور تشریحی معنی ''علم الٰہی کی لاثانی تصویر کھینچنے والا'' سے کی گئی ہے۔ بعض صوفیائے کرام نے نقشبندیہ کے اصطلاحی معنی ''اپنے دِل میں کمال حقیقی کا نقش رکھنے والا'' بیان کئے ہیں۔ (۲)

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ: حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت قصرِ عارفاں (بخارا سے تقریباً تین میل دور) میں ہوئی۔ حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ پیدائش سے تیسرے روز آپ کے دادا آپ کو حضرت بابا سماسی کی خدمت میں لے گئے۔ بابا سماسی نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور اپنے خلیفہ اعظم سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کے بارے میں عہد لیا۔ آپ کو طریقت کی ظاہری تعلیم سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ نے دی تھی۔ مگر حقیقت میں آپ اویسی ہیں کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت نقشبند نے اپنے جذبات دبے قراری اور نواحی بخارا میں مختلف مزاروں پر حاضری دی اور روحانی ارادتوں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور آخر میں ایک بات بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ پردہ اُٹھا دیا گیا اور اُنہوں نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ سے روحانی طور پر برائے راست سلام وکلام کیا۔ حضرت خواجہ نقشبند کہتے ہیں کہ حضرت غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ نے میرے سوالوں کا جواب دیا اور ارشادات فرمائے جو سلوک کی ابتداء

وسط اور انتہاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک یہ تھا کہ جو چراغ تجھے اس حالت میں دکھائے گئے وہ تیرے لئے بشارت ہیں اور امر کی طرف اشارہ ہے کہ تجھ میں اس کی استعداد اور قابلیت ہے۔مگر استعداد کی بتی کو اکسانا چاہئے تا کہ روشن ہو جائے اور اسرار ظاہر ہوں اور قابلیت کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔تا کہ مقصد حاصل ہو۔دوسرا ارشاد یہ تھا کہ ہر حال میں جادۂ شریعت واستقامت پر قدم رکھنا چاہئے اور ہمیشہ حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ان بشارتوں کے بعد کہا گیا کہ حضرت نقشبند حضرت سید میر کلال کی خدمت میں جائیں۔آگے انہی کے روحانی واقعات پیش آئے اور آخر کار وہ نسف پہنچے جہاں سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے حضرت عزیزاں رحمتہ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک اُن کو دے دی پھر حضرت میر کلال رحمتہ اللہ علیہ نے تلقین ذِکر اور بطریق خفیہ نفی واثبات میں مشغول کیا۔مختصراً حضرت نقشبند کو ۱۸ برس کی عمر میں حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ سے تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سماس بھیجا گیا۔اُن کے طریقے میں ذکر بالجہر ہوتا تھا۔لیکن خواجہ نقشبند نے حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کے طریقے کو ترجیح دی جو ذکر خفی کرتے تھے۔اس سے ان کے اور بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کے دیگر مریدوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی لیکن آخر کار بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے تسلیم کرلیا کہ نقشبند حق پر ہیں۔چنانچہ بسترِ مرگ پر انہیں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔سماسی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد وہ سمرقند چلے گئے اور پھر وہاں سے بخارا، جہاں اُنہوں نے شادی کی اور وہاں سے اپنے آبائی گاؤں میں واپس چلے آئے۔بعد ازاں وہ نسف گئے جہاں اُنہوں نے بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کی زیرِ ہدایت اپنی تعلیم کو جاری رکھا، کچھ عرصے تک بخارا کے قریب دود یہاتوں میں رہے۔اس کے بعد سات سال تک میر کلال رحمتہ اللہ علیہ عارف الدیک کرانی سے تعلیم حاصل کی۔پھر اُنہوں نے سلطان خلیل کے پاس ۱۲ سال ملازمت کی جبکہ منصب شاہی تک پہنچنے کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔اور جس کا دارالحکومت بظاہر سمرقند تھا۔اس بادشاہ کے زوال (۷۴۷ھ/ ۱۳۴۷ء) کے بعد وہ اپنے گاؤں زورتون واپس آئے جہاں سات سال خدمت خلق جانوروں کی دیکھ بھال اور آئندہ سات سال راستوں کی مرمت کرنے میں صرف کئے۔معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے زندگی کے آخری سال اپنے وطن میں گزارے۔بقول صاحب ''رشحات'' انہیں وہیں دفن کیا گیا۔اُن کا مزار جس گاؤں

میں ہے وہ بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ اُن کے گاؤں کا نام بودین (Baveddin) ہے۔ مستند تذکروں میں آپ کی وصال کی تاریخ تین ربیع الاوّل ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء بروز دوشنبہ (پیر) ہے اور مزار مقدس قصرِ عارفان (کشک ہندوان) میں ہے۔ (۳)

سلسلہ نقشبندیہ: حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے جب طالبان حق کو پہاڑوں اور غاروں میں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں دُعا کی کہ اے اللہ امت کے قویٰ ضعیف ہو گئے ہیں۔ اب ان میں زیادہ سختیاں جھیلنے کی ہمت نہیں ہے لہٰذا اپنے فضل سے مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچانے والا ہو۔ پندرہ روز تک آپ سجدہ میں گریہ وزاری کرتے رہے صرف نماز با جماعت اور حوائج ضروریہ کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے۔ پندرہویں روز حضرت خواجہ کو اللہ کی طرف سے الہام ہوا ''اے محمد بہاؤ الدین ہم تجھ کو وہ طریقہ عنایت کرتے ہیں جو ہمارے محبوب ﷺ کے صحابہؓ کا طریقہ ہے یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے سجدہ سے سر اُٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس طریقہ کو رائج کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو وہ ترقی عطاء فرمائی کہ روم، شام، عرب، بخارا، ترکستان، کابل، چین اور برصغیر تک یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور کروڑوں لوگ اس سے مستفید ہوئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی جیسی ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں ایک فکری انقلاب برپا کیا اور بڑے بڑے شہنشاہوں کی اصلاح فرمائی۔ (۴)

انفرادیت اور امتیاز: سلسلہ نقشبندیہ کو بہت سے صوفیاءِ کرام نے دوسرے سلاسل طریقت پر کئی وجوہ سے فضلیت دی ہے۔

اوّل: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے۔ جبکہ ذکر ربانی میں سلوک ہے۔ یعنی جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضات کے ذریعہ خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ جذب میں جو کہ ذکر قلبی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ خود اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان پیدل سفر کرے اور دوسرے کو کار یا جہاز خود لے جائے۔ تو جس طرح دوسری صورت میں آسانی ہے اسی طرح ذکر قلبی میں بھی آسانی اور جلدی ہے اور اسی ذکر قلبی کی اہمیت کو حدیث پاک میں

بھی بیان کیا گیا ہے۔(۵) مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کی اسی وجہ فضیلت کی طرف اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند   کہ برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را

از دل سالک رہ جاذبہ صحبتِ شان   می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را (۶)

یعنی حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے طلبہ کو بڑے پوشیدہ طریقہ سے حرم تک لے جاتے ہیں ان کی صحبت کی کشش سالک کے قلب سے خلوت کے خیال اور چلہ وغیرہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔

اسی ذکر قلبی کی اہمیت اور فضیلت پر قرآن پاک کی یہ آیت بھی شاہد ہے۔

اُدْعُوا رَبَّكُم تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط (۷)

ترجمہ: یعنی اپنے رب کو آہستہ دلوں سے پکارو۔

حدیث میں آتا ہے کہ ذکر خفی (یعنی ذکر قلبی) زبانی ذکر سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

کیوں نہ ہو یہی وہ ذکر ہے جو "ریا" سے پاک ہے اور اس میں ریا کا شائبہ تک نہیں۔

دوئم: افضلیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔اور اس میں ترقی اور کمال کا تمام تر انحصار زیادہ سے زیادہ اتباع سنت پر ہے(۸) اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق محبوبیت کے مقام پر فائز ہونے کا ایک طریقہ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۹)

ترجمہ: اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو بخش دے۔

سوئم: سلسلہ نقشبندیہ کے قریب ترین طریقہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے جو انبیاء کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ظاہر ہے وسیلہ جس قدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا وافضل اور پیارا محبوب صحابی جس سلسلہ میں وسیلہ ہوگا اس میں کیوں نہ راہ وصول آسان اور قریب تر ہوگی۔

چہارم: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سلسلہ نقشبندی کی فضلیت بیان کرتے ہوئے اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک یہ حضور ذاتی اور دائمی ہے۔ اور ان اکابر کے نزدیک زائل ہو جانے یا غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس ان بزرگوں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے۔

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام نے دوسرے سلاسل کے مشائخ کرام کے خلاف اس سیر باطنی کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں اسی واسطے یہ سلسلہ تمام طریقوں سے اقرب ہے اور دوسروں کی نہایت اس کی ابتداء میں مندرج ہے۔ (۱۰)

1. برصغیر پاک و ہند کے بہت سے سلاسل تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ ایک مختلف منفرد اور ممتاز سلسلہ تصوف ہے۔ اس سلسلے کے صوفیائے کرام تصوف اور عرفانیات کی ان تمام رسوم، نظریات، ریاضتوں اور مباحث کو یکسر مسترد کرتے ہیں۔ جس میں اسلام کے کسی اصول دین یا قرآن وسنت سے سرمو بھی انحراف پایا جاتا ہو۔ بہ الفاظ دیگر وہ کوئی ایسی طریقت کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے اور نہ خود اختیار کرتے ہیں۔ جو شریعت کے عین مطابق نہ ہو۔

2. دوسرے سلاسل تصوف سے علیحدہ سلسلہ نقشبندیہ میں سیر باطنی کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی جاتی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں یعنی دوسرے سلاسل کا جو اختتام ہے وہ ایک طرف سے سلسلہ نقشبندیہ کی ابتدا ہے۔

3. (۱) ذکر قلبی اور ذکر ربانی

(۲) اتباع سیرت طیبہ و کامل اتباع رسولؐ

(۳) اکثر سلاسل تصوف کے روحانی شجرے میں اختتام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوتا ہے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا طریقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کی ذات گرامی ہے۔ گو نقشبندیہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہم کا پورا احترام اور عقیدت بھی اپنے سلسلے میں رکھتے ہیں۔

4. حضرت حاجی امداد اللہ اپنی کتاب ''ضیاء القلوب'' (تصفیۃ القلوب/ اردو ترجمہ) میں مشہور سلسلہ ہائے تصوف کے اذکار، اشغال و مراقبات بیان فرمائے ہیں۔

انہوں نے باب سوم میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ بخوبی بیان فرمایا ہے، جس کی تفصیل کے لئے قاری کو اصل کتاب دیکھنا چاہیئے۔ ہم یہاں صرف اُس کے عنوانات درج کرنے پر اکتفا کریں گے، جن سے سلسلہ نقشبندیہ کے عملی طریقہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ا۔ استخارہ کا طریقہ۔

ب۔ لطائف ستہ کا بیان اور اُن کے ذکر کا طریق۔

ج۔ لطائف ستہ کے شغل کا طریقہ

د۔ ذکر جاروب۔

ہ۔ سلطان الاذکار کا طریق۔

و۔ طریق نفی و اثبات کا بیان۔

ز۔ شغل نفی و اثبات کا طریق۔

ح۔ توحید افعالی کا مراقبہ۔

ط۔ مراقبہ نایافت۔

ی۔ مشائخ تصرفات اور توجہ کا طریق (طریق سلب مرض)

ک۔ اہل اللہ کی نسبت دریافت کرنے کا طریق زندہ ہوں یا مردہ۔

ل۔ خطرہ دریافت کرنے کا طریق۔

م۔ حالات آئندہ کے کشف کا طریق۔

س۔ بلا کے دفع کرنے کا طریق۔ (۱۱)

حقیقت تصوف: استاذی پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید اپنے پی ایچ ڈی۔ کے مقالے ''اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد'' باب ''حقائق تصوف'' میں فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام انسان کی ذہنی و عقلی اور جسمانی و روحانی

ضرورتوں کا کفیل ہونے کے ساتھ ساتھ شعبہ حیات میں ترقیات کا ضامن بھی ہے۔ابتداء ہی سے مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا موجود تھا جس نے علائقِ دُنیا سے منہ موڑ کر محض یادِ خدا اور ذکر الٰہی کو زندگی کا نقطہ مرکزی، مطمع نگاہ اور نصب العین قرار دیا تھا۔ابتداء میں یہ گروہ مختلف ناموں سے معروف رہا لیکن بعد میں اس کا نام تصوف ہوگیا۔تصوف دراصل اسلام کی خالص اور پاکیزہ ترین تعبیر تھی اور ان بزرگانِ دین کے نزدیک تصوف کا مفہوم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اتباعِ کتاب وسنت میں انتہائی کوشش کی جائے،عبادت کو مقصود حیات سمجھا جائے اور نفس کو خشیتِ الٰہی سے مغلوب کرتے ہوئے مجاہدات کے ذریعے تزکیہ باطن کیا جائے۔

گویا اہل تصوف کی امتیازی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کا معبود، مطلوب اور مقصود صرف اللہ ہوتا ہے وہ قناعت کو اپنا شیوہ بتاتے ہیں خلوص نیت سے نیکیوں کے حصول میں مگن رہتے ہیں اور بلائے الٰہی پر صابر اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہوئے مجاہدات میں مشغول رہتے ہیں ان کے نزدیک طریقت وشریعت میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ہوتا بلکہ شریعت ہی کی تکمیل کا نام طریقت ہوتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں ہر شے کے دو پہلو ہوتے ہیں یعنی ظاہری و باطنی یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کتاب اللہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی پہلو کو طریقت کا نام دیتے ہیں اور ان کے نزدیک کتاب وسنت ہی تصوف کے تمام مسائل کے استنباط کے لئے ماخذ ہیں اور ان مسائل کے استنباط کے حقدار وہی اہل علم ہوتے ہیں جو ظاہر و باطن میں ہر طرح منبعِ کتاب وسنت ہوں اور اس اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو وہ علم بھی عطا فرما دیتا ہے جو ان کے نفوس میں تزکیہ اور قلوب میں جلاً پیدا کر دیتا ہے جس سے اسرار سر بستہ ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانیں حقائق عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہیں۔اسوہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان حضرات کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات بہترین نمونہ تقلید ہوتے ہیں۔غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ دین کی فہم وفراست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں ترک شہوات، اجتناب شبہات اور تمسک بالحق شامل ہیں۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی ثبات واستقامت کی منہ بولتی تصویر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت معرفت ایمان وعلم کی پیکر ہے اسی لئے خلفائے راشدین کے نشانِ قدم صوفیائے کرام کے لئے راہ

سلوک میں رہبری وراہنمائی کا کام دیتے ہیں۔اصحاب اربعہ کے بعد اصحاب صفہ کی زندگیاں ہیں جن کا ایک ایک لمحہ طالبین حق کے لئے درس ہدایت ہے یہ وہ مقدس ہستیاں تھیں جنہوں نے معاش دینوی سے قطعاً بے پرواہ ہوکر شب وروز شمع نبوت کے گرد پروانہ وار نثار ہونے کو ترجیح دی اور جن کی زندگی تمام تر فقر وفاقہ ،توکل وصبر اور عشق ومحبت کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر تھی ،غرضیکہ تصوف خالق سے رشتہ استوار کرنے کا ذریعہ ہے تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانا ہے۔اس کے بغیر چارہ نہیں اور جب ایک انسان کا تعلق مع اللہ قائم ہوجائے تو اُس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے غرضیکہ انسان کو اپنی دُنیاوی عملی زندگی کو بہتر بنانے ،اپنے خالق کو پہچاننے ،انسانیت سے روشناس ہونے ،دُنیا میں غلبہ وتفوق حاصل کرنے ،فساد وشر سے بچنے اور سکون واطمینان کی زندگی گزارنے کے لئے علم تصوف کی ضرورت ہے اور آخرت میں تو جملہ اعمال کا مدار ہی تصوف پر ہے جو اپنے باطن سے خالی ہوں گے اُن کی کوئی قدر وقیمت نہ ہوگی بلکہ ایسے اعمال الٹا وبال جان ثابت ہوں گے۔اور قرآن کریم کی رو سے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقصد یہ بھی تھا (اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نفوس کی اصلاح فرماتے اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں)۔اور اصلاحِ نفس ہی تصوف کی بنیاد ہے۔اس طرح ہم پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تصوف دین سے الگ کوئی شے نہیں بلکہ عین دین ہے۔اسی لئے قرآن وحدیث میں تصوف کے واضح اشارات موجود ہیں۔ (۱۲)

تعارف تصوف: پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا تصوف۔حقیقت شریعت پر اطمینان قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا اصل تصوف ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنّوَ افِلِ (۱۳)

ترجمہ: ''بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے''۔

حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا اور آپ حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی کی ازبس تاکید فرماتے تھے۔آپ کا تصوف ترکِ دُنیا نہ تھا۔آپ اچھا کھاتے ،پاکیزہ لباس پہنتے اور دینوی کاموں میں شریعت مُطَھرَّہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے سنت نبوی ﷺ کا التزام آپ کی عادت اور سرشت بن گیا تھا۔آپ خود بھی شریعت پر عمل کرتے اور یارانِ طریقت کو بھی یہی تاکید فرماتے۔سید اختر حسین شاہ ''اپنی کتاب''سیرتِ امیر

ملت میں صوفیہ نقشبندیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ جولوگ اطمینان قلب کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔ان کے قلوب پر صفات الٰہی کا پرتو پڑتا ہےاور وہ مقامات بلند پر فائز ہوتے ہیں۔یہی ہے تصوف کی حقیقت اور یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ۔(۱۴)

نفس اَمّارہ کوزیر کرنا: حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفس اَمّارہ کی خواہشات کو قابو میں لایا جائے اور اس کے لئے اتباع احکام شریعت اور پیروی سنت پر کاربند ہونا لازم جانے۔اس لئے کہ نفس امّارہ پرسب سے زیادہ مشکل یہی بات ہوتی ہے کہ اسے شریعت کے اوامر ونواہی کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔اس واسطے اسی کا کامل اہتمام ضروری ہے۔اگر ایسے مجاہدات یا ریاضتیں اختیار کی جائیں جوتقلید سنت کے دائرہ میں نہیں آتیں۔تو اُن کوکوئی اعتبار نہیں۔اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

نقشبندیہ حضرت مجدد کی نظر میں: حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کو اگر اتباع سنت کی دولت حاصل ہو، اور احوال حاصل نہ ہوں تو بھی وہ خوش رہتے ہیں اور اگر احوال حاصل ہو جائیں مگر اتباعِ سنت میں فتور رہ جائے تو ایسے احوال کو وہ مطلق پسند نہیں کرتے۔اسی لئے ان کے یہاں سماع اور رقص کا کوئی ذکر نہیں آتا اور ان کے ذریعے جو احوال حاصل ہوں اُن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔بلکہ اُنہون نے تو ”ذکر جہر“ کو بھی بدعت جانا اور اس سے صریح منع فرمایا ہے۔(مکتوبات امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ دفتر اوّل مکتوب۔(۲۶۶) بزرگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تصوف کی تجدید وتوسیع میں مدت العمر کوشاں رہے۔نقشبندیہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح شریعت کے پانچ رکن ہیں اسی طرح طریقت کے بھی پانچ رکن ہیں۔جن کی اساس پابندی شریعت اور اتباع سنت سے مستحکم ہوتی ہے۔یہ پانچ ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ اور رابطہ ہیں۔بلکہ بعض اکابر تو فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے رابطہ پختہ ہو جائے تو باقی ارکان خود بخود فیضان الٰہی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔(۱۵) اسی لئے مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا (۱۶)

ترجمہ: تھوڑی سی دیر، اولیاء کی ہمنشینی صد سالہ، بے ریا عبادت سے بہتر ہے

ہرات کے بادشاہ اور بہاؤالدین نقشبند: حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ''جب ہم شاہِ ہرات کے پاس گئے تو اس نے دریافت کیا کہ '' آپ کو شیخ کا منصب باپ دادا سے وراثتاً ملا ہے۔ میں نے جواب دیا ''نہیں'' اس پر اُس نے کہا ''انہی باتوں کا نام درویشی ہے اور یہی آپ میں نہیں ہیں''۔

میں نے جواب دیا '' جذبہ الٰہی مجھ پر پہنچا اور میں نے بلا مسابقت وریاضت قبول کیا اور رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ ان کے یہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہیں پایا جاتا''۔ بادشاہ نے پوچھا ''پھر اُن کے ہاں کیا چیز ہے''۔ میں نے کہا'' ظاہر باخلق اور باطن باحق''۔ بادشاہ بولا '' کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟'' میں نے کہا ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۱۷)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کرسکتی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (۱۸)

ترجمہ: وہ ہمیشہ عبادت، ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت خواجہ خواجگان رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کا بادشاہ کے دِل پر زبردست اثر ہوا۔ آپ کے ساتھ کمال احترام سے پیش آیا۔ حضرت کی توجہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو بھی آپ کے سامنے آتا تھا غلام بن جاتا تھا۔ آخر آپ کی توجہ باطن اور تاثیر روحانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاہِ ہرات اور اُس کے وزراء واُمراء آپ کے مرید ہوئے اور دولت دارین سے فیض یاب ہوئے دراصل یہی وہ تصوف ہے جو عہد رسالت اور سلف صالحین کا خاصہ تھا اور جسے مشائخ سلسلہ نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے۔ (۱۹)

واضح ہو کہ تمام سلاسل طریقت حق ہیں اور کسی پر نکتہ چینی روا نہیں منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جو مختلف طریقوں سے بیعت لیا کرتے تھے البتہ آپ کا پسندیدہ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اس کی ابتداء دوسروں کی انتہا ہے''۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ فیوض الٰہی اور برکات یزدانی سے ممتاز بنایا گیا ہے۔ یہاں انسان ہر وقت خطرات او روساوس سے بالاتر رہ کر متوجہ الی اللہ اور ذاکر رہ سکتا ہے۔ سلطان اولیاء حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ''آپ کے طریقے کی بنیاد کس چیز پر ہے'' تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ (۲۰)

سلاسل طریقت: قلب کا جلاء اور پاکیزگی بخشنے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے ریاضات ومجاہدات کے مختلف طریقے صوفیائے کرام نے وضع فرمائے جو مختلف ناموں سے مشہور ہوئے۔ یوں تو یہ بہت سے طریقے ہیں۔ لیکن جن طریقوں نے عرب وعجم میں شہرت دوام پائی اور جن کے ذریعہ بے شمار اللہ کی مخلوق کو رہبری اور ہدایت ملی وہ چار سلسلے اور طریقے ہیں۔

پہلا: سلسلہ قادریہ ہے جو اولیاء کے سرتاج حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔

دوسرا: سلسلہ چشتیہ ہے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے جنہوں نے حضور سرور کائنات کی غیبی ہدایات کی بموجب برصغیر ہند وپاک میں قدم رنجہ فرمایا اور اس ظلمت کدہ کو نور ایمان اور نور عرفان سے منور کر دیا۔

تیسرا: سلسلہ سہروردیہ ہے جو حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ انہوں نے اسرار شریعت وطریقت میں ''عوارف المعارف'' کے نام سے ایک بے نظیر کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو تصوف میں اپنی مثال آپ ہے۔

چوتھا: سلسلہ نقشبندیہ ہے جو حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ (۲۱)

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی آمد: برصغیر پاک وہند میں اسلام پہلی صدی ہجری میں ہی پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ ہی سندھ کا علاقہ اسلامی تہذیب وثقافت کا گہوارا بن گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ جنوبی ہندوستان کے مالا بار کے ساحلوں پر مسلمان عرب تاجروں اور جہاز رانوں کے ذریعے اسلام کا پیغام پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ البتہ اس ملک کے اندرونی اور وسطی حصوں میں دین حق کی تبلیغ واشاعت کا کام، ایک مرکزی نظام

کے تحت چھٹی صدی ہجری کے آخر میں شروع ہوا۔ سلطان شہاب الدین غوری کی فتوحات کے ساتھ ساتھ ہی خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے ۵۸۷ھ میں ہندو تحریک کے گڑھ اجمیر میں دعوت اسلامی اور تبلیغ کا ایک مستحکم مرکز قائم کیا۔ خدا کی تائید اور حمایت سے اس نظام کو خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی جیسے باکمال اہل اللہ کی رہنمائی میسر آ گئی۔ اِس نظام کا تعلق دعوت وارشاد کے سلسلہ چشتیہ سے تھا۔

ساتویں صدی ہجری میں مخدوم بہاؤ الدین ذکریہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی سرکردگی میں ملتان شہر میں اللہ کے دین کی تبلیغ واشاعت اور بندگانِ خدا کی تعلیم وتربیت کا ایک اور نظام اور مرکز قائم ہوا یہ سلسلہ سہروردیہ تھا۔ جس کے تحت مخدوم صدر الدین عارف، شیخ رکن الدین ابوالفتح، سید جلال الدین مخدوم جہانیاں، جہاں گشت اور امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ جیسے بلند مرتبہ بزرگوں حق وصداقت کی شمعیں ملک کے دور دراز گوشوں تک روشن کیں۔

جن سلاسل تصوف کا اوپر ذکر کیا گیا اُن کے علاوہ مختلف اہل اللہ اور دیگر سلاسل سے وابستہ بہت سے صوفیہ کرام نے بھی آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری میں دعوت حق کو پھیلانے اور دینی واصلاحی خدمات سر انجام دیں۔

برصغیر پاک وہند میں نقشبندی سلسلہ کی آمد واشاعت: گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے دہلی میں تشریف لا کر اُس دور کی ضروریات کے پیش نظر دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کا ایک اور اہم جاندار اور طاقت ور نظام قائم کیا اس نظام رشد وہدایت کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا۔ اس مرکزی نظام کو خدائے ذوالجلال کی تائید وحمایت سے شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ سیف الدین سرہندی رحمتہ اللہ علیہ جیسے اولوالعزم، فعال جامع کمالات بزرگ مل گے جنہوں نے اپنی عزیمت، فراست اور حکمت عملی سے اکبری اور جہانگیری دور میں پیدا ہونے والی گمراہیوں کا مقابلہ کیا اور حکومتی اقتدار اور معاشرے کو اُن کے تباہ کن اثرات سے بچانے کے لئے بھرپور کوششیں کیں انہی بزرگوں کی جدوجہد کے نتیجے میں معاشرے کے اندر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کا احترام اور ایقان راسخ ہوا۔

رُشد وہدایت ''دعوت ارشاد'' کے مختلف ادارے اور سلسلے جنہوں نے اس ملک میں دِن حق کی اشاعت

اور اُس کی تعلیمات کی ترویج میں تاریخ ساز کردار ادا کیا اپنی نسبت اپنے ذوق اور اپنے طریقے کار کے ظاہری اختلاف کے باوجود اصل میں سب ایک ہی تھے ان سب کا نصب العین اور مقصود منتہا ایک ہی تھا۔ ایک ہی منزل کی طرف بڑھنے والے مختلف قافلوں کی مانند تھے۔

یہ ایک دوسرے کے حریف و مخالف نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور پشت بان تھے۔ (۲۲)
اگر روحانیت اور ارشاد کے ان چاروں معروف سلسلوں کو جنت کی اُن چار نہروں سے تشبیہ دی جائے جن کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِیْهَآ اَنْهَا رٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِاٰسِنٍ وَاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ط وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی لنَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ ہ (۲۳)

ترجمہ: پرہیز گاروں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اُس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نتھرے ہوئے پانی کی۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی جس کے مزے میں فرق نہ آیا ہوگا۔ نہریں بہہ رہیں ہوں گی ایسے شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیز ہوں۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی۔

حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی جو چاروں سلسلوں کے رموز و، اسرار سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ اُن کے طریق تعلیم و تربیت کے عملی طور پر ایک ماہر اُستاد اور کامل مرشد کی حیثیت سے مسلّم و معروف تھے وہ اس قرانی تمثیل کو ان چاروں سلسلوں پر اس طرح منطبق فرماتے ہیں۔

نہ بگڑنے والے نتھرے ہوئے پانی کی مثال ''نسبت سہروردیہ'' پر صادق آتی ہے۔

نسبت نقشبندیہ'' دودھ کی اُس نہر جیسی ہے جس کے ذائقے میں یکسانیت ہے اور استقرار و تمسک ہے۔

''نسبت چشتیہ'' اپنے زوق و کیف میں شراب کی اُس نہر سے مماثلت رکھتی ہے جس میں لذت و نشاط اور کیفیت و سرور ہے۔ اور ''نسبت قادریہ'' صاف شفاف نہر جیسی ہے۔ (۲۴)

حضرت خواجہ باقی باللہ: حضرت خواجہ موئدالدین محمد باقیؒ باللہ قدس سرہٗ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے

بانی ہیں۔(۲۵)

برصغیر پاک و ہند میں آمد: آپ روحانی تعلیم و تربیت اور دعوت وارشاد کے لئے کابل سے براستہ پشاور ۱۰۰۷ھ میں لاہور تشریف لائے ایک سال لاہور میں قیام کے بعد دہلی روانہ ہوگئے اور دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں سکونت اختیار کی۔(۲۶)

حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے خلفاء و مریدین سے فرمایا کرتے تھے۔"یاد رکھو دِل کو اطمینان، یکسوئی اور حضوری اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ضرورت کے مطابق صرف پاکیزہ اور حلال کھانا کھایا جائے۔اگر تم ہزار سال ذکر کرتے رہو لیکن تمہارا کھانا حلال مال سے نہیں تو تم روح کی پاکیزگی اور بالیدگی کا اعلیٰ مقصد کبھی حاصل نہیں کر سکتے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ لقمہ حلال کا ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ لکڑی، پانی اور برتن بھی حلال ذرائع سے حاصل ہوں کھانا پکانے والے کا دل بھی اللہ کی یاد کی طرف مائل ہو خود کھانے والے کھاتے وقت اپنی بندگی کے احساس اور اللہ کی بزرگی و برتری کے یقین سے سرشار ہوں، کیونکہ لقمے میں بے احتیاطی کی وجہ سے ایسا دھواں اُٹھتا ہے جو روحانی فیض کے راستے بند کر دیتا ہے"۔

حقائق و معارف سے معمور یہ الفاظ اسی ہستی کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جس نے اللہ کے دین کے اہم رموز سیکھنے اسوۂ نبوی کے عملی نمونے دیکھنے مصلحین امت کی خدمت میں پہنچ کر ان کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کرنے اور بندگانِ خدا کے حالات معلوم کرنے اور شریعت مطہرہ کے اتباع کا پیغام دینے میں اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔اس ہستی نے اپنے مقصد اور مشن کی لگن میں دور دراز علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔اس راہ میں نا قابل بیان تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں مگر کوئی رکاوٹ کوئی مزاحمت ان کی تڑپ اور لگن کا راستہ نہ روک سکی۔(۲۷)

حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ

ولادت: سنہ ۹۷۱ھ بمطابق سنہ ۱۵۶۴ء کابل افغانستان

وصال: سنہ ۱۰۱۲ھ بمطابق سنہ ۱۶۰۳ء دہلی (انڈیا)(۲۸)

سلسلہ نقشبندیہ کی حقیقت: حضرت خواجہ باقی باللہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنکی برکت سے برصغیر پاک و ہند میں دینی و روحانی ارشاد و تربیت کا سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا۔اس سے پہلے اس ملک کے روحانی حلقے اس طریقے سے نا

واقف اور نا آشنا تھے۔اس بنا پر خواجہ صاحب کو اس عظیم ملک میں اس سلسلہ کا بانی کہنا نہایت مناسب ہوگا۔اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے کی کچھ توضیع کی جائے۔اس کے طریق کار اور طریق تربیت پر اجمال سے روشنی ڈالی جائے تا کہ ایک طالب علم کے سامنے اس کی کچھ خصوصیات سامنے آسکیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ اپنے خلیفہ خاص شیخ تاج الدین سنبھلی کو ایک خط میں ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''آپ باوضو رہیں اور وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو ادا کریں کھانے میں احتیاط کریں گناہوں سے پرہیز کریں نکتہ چینی نہ کریں کسی مومن کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں کسی مسلمان کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں اپنے سے عاجز اور کمزور انسان پر غیظ وغضب اور تشدد سے کام نہ لیں''۔

اپنے اس مخلص کو تلقین کرتے ہوئے اس کا طریقہ اس طرح تعلیم فرماتے ہیں۔

''آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر کلمہ طیبہ کا ذکر اسقدر آہستہ کریں کہ آپ خود بھی نہ سن سکیں ذکر کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر خیال کریں اور ایسا معلوم ہو کہ آپ اُسے دیکھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے''۔ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی جس نعمت کا حاصل کرنا مقصود ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''اعتقاد کا درست ہونا احکام شریعت کی پابندی کرنا اور بارگاہ الٰہی کی طرف ہر وقت توجہ کا رہنا نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے۔اس کے برابر کوئی روحانی ذوق اور وجد نہیں۔اگر یہ حاصل ہو تو پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی''۔(۲۹)

سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے سید حسین مانکپوری کے نام اپنے مکتوب نمبر ۲۳۱ میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں۔

''واضح ہو کہ طریق نقشبندیہ کے بزرگوں نے احوال و مواجد کو شریعت کے تابع کیا ہے اور مصارف و اذواق کو دینی علوم کا خادم بنایا ہے یہاں کوئی بات شریعت کے خلاف نہیں ہے مرشد یا پیر طریقت وہ ہے جو مرید کو اللہ کی طرف راغب کرے اور اُس تک پہنچنے کا راستہ دکھائے اس طریق میں تمام مجاہدوں اور ریاضتوں کا مقصد اتباع شریعت ہے شریعت کا مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کی غلط اور ناجائز خواہشات مغلوب ہو جائیں۔پس جو شخص

اپنے نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے شریعت کی پابندی لازمی ہے جو ریاضتیں شریعت کے مطابق نہ ہوں وہ معتبر اور مفید نہیں ہیں''۔ اس طرح میر نعمان کے خط کے جواب میں مجدد صاحب طریق نقشبندیہ کے دو بنیادی ارکان اس طرح واضح فرماتے ہیں۔

''واضح ہو کہ طریق نقشبندیہ کا مدار دو بنیادی باتوں پر ہے ایک اصل یہ ہے کہ سالک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کر لے کہ ادنیٰ آداب بھی ترک نہ ہوں دوسری اصل یہ ہے کہ شیخ طریقت کی محبت و اقتدا اس درجہ ہو کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے بلکہ اسی کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں محبوب ہوں اگر یہ دونوں باتیں درست ہو گئیں تو دُنیا و آخرت کی سعادت میسر آ جائے گی''۔ (۳۰)

مشائخ نقشبند نے اللہ کی معرفت و محبت کی نعمت اور سعادت حاصل کرنے کے لئے جس تربیتی کورس کا انتخاب کیا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے والوں کے لئے جو درجات مقرر کئے ہیں اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنہیں اپنے مقصد اور مشن سے کتنا گہرا اور مخلصانہ لگاؤ ہے انہوں نے اس راہ کے طالب کے لئے گیارہ منزلیں مقرر کی ہیں۔ جنہیں عبور کرنا اس کے لئے لازمی ہے۔

پہلی منزل: ہوش دردم۔ جو سانس نکلے یادالہٰی میں نکلے۔ غفلت کسی وقت راہ نہ پائے۔

دوسری منزل: نظر برقدم۔ یعنی چلتے پھرتے نگاہ قدم پر رہے تاکہ نگاہ پراگندہ ہو کر دِل کی پراگندگی کا موجب نہ بنے کیوں کہ شروع میں دِل نظر کے تابع ہوتا ہے نظر کی پریشانی دِل کی پریشانی کا سبب بنتی ہے۔

تیسری منزل: سفر در وطن، بری عادتوں کو ترک کر کے شریفانہ عادت اور اخلاق حمیدہ اختیار کرنا۔

چوتھی منزل: خلوت در انجمن، بظاہر مخلوق کے ساتھ لیکن دِل سے اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔

پانچویں منزل: یادکرد، ایسا لسانی اور قلبی ذکر جس سے غفلت دور ہو۔

چھٹی منزل: بازگشت، زبان سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں دِل سے یہ مناجات کرنا کہ خدا یا میرا مقصود صرف تو ہے اور تیری رضا ہے۔

ساتویں منزل: نگاہداشت، اس بات کی نگرانی کرنا کہ دِل میں ماسوئ اللہ کا گزر نہ ہو۔

آٹھویں منزل: یاد داشت، حق تعالیٰ کی جانب ہر دم اور ہر حال میں پورے ذوق و شوق سے متوجہ رہنا۔

نویں منزل: وقوفِ زمانی، بندہ ہر حال میں اپنے حالات سے باخبر رہے اگر طاعت میں ہے تو شکر بجالائے اور معصیت میں مبتلا ہے تو توبہ واستغفار کرے اسی کا نام محاسبہ نفس ہے۔

دسویں منزل: وقوف عددی، کلمہ طیبہ کے ذکر میں طاق عدد کی رعایت رکھنا ہے کیونکہ اللہ طاق ہے اور طاق کو ہی پسند کرتا ہے۔

گیارویں منزل: وقوف قلبی، ذکر کرتے وقت دل میں حق کی آگاہی اور اس کی حضوری اس طرح ہو کہ غیر اللہ سے بالکل تعلق نہ رہے ذکر کے وقت اس قسم کی حضوری کا ہونا ذکر کے موثر ہونے کی اہم شرط ہے۔(۳۱)

طریق نقشبندیہ کے ان احوال ومنازل کا سرسری جائزہ بھی اسی امر کی نشان دہی کر دیتا ہے کہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت اللہ سے مضبوط تعلق اور غیر اللہ سے کلی اجتناب اور احتراز کو ہے یہی ایمان باللہ کا سب سے اہم بنیادی تقاضا ہے۔طریق چشتیہ اور طریق نقشبندیہ کے مطابق ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ سے سرور و وجد اور استغراق ومحویت کی جو روح پرور کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ان کے اظہار میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے جس کی منظر کشی کرتے ہوئے سر دلبران کے مصنف سید محمد ذوقی صاحب نے خواجہ مظہر جان جاناں جو ایک بلند پایہ نقشبندی بزرگ تھے کا ایک قول نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔''خواجگان چشتیہ کی نسبت شراب کے نشے کی مانند ہے اور اسی کا تقاضا ہے کہ وہ شور ونغمات سے لذت پائیں اسی لئے وہ ذکر بھی بلند آواز سے کرتے ہیں اور حضرات نقشبندیہ کی ربودگی اور وارفتگی افیون کے نشے سے مشابہ ہے انہیں سکوت میں سکون حاصل ہوتا ہے اور شور وہنگامے سے دور رہتے ہیں۔شرابیوں کو نمکین اور چٹ پٹی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے اور شیریں چیزوں سے بے رغبتی اور افیونیوں کو چٹ پٹی چیزوں سے نفرت اور وہ میٹھی چیزوں کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لئے نقشبندی حضرات ذکر بھی خاموشی سے کرتے ہیں اور رقص وسماع سے بھی پرہیز۔(۳۲)

ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر مشائخ کے ملفوظات عالیہ کا حسین و جمیل انتخاب، شریعت، طریقت اور حقیقت سے آشناء کرنے والے جامع کلمات، ظاہری کی تہذیب اور باطن کی تطہیر کے رہنما اقوال پند ونصائح، عشق ومحبت اور علم وحکمت کا خوبصورت مرقع، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔

۱۔ اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرو۔

۲۔ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق درست کرو۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا بچ گیا۔ جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔

۴۔ اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت نہ کرو کہ ضروری کام میں فتور آئے۔

۵۔ اہل اللہ کو تجارت، خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرسکتی۔

۶۔ اہل اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو۔ ان کے وجود کو ہی کرامت جانو۔

۷۔ اس اجتماع سے الگ رہ جو تفرقہ کا باعث ہووے۔

۸۔ اس غرض کا مٹا دینا جو کفار سے وابستہ ہو کامل ایمان ہے۔

۹۔ احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔

۱۰۔ آخرت کا کام آج کر دُنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔

۱۱۔ اظہار عجز عبادت ہے۔

۱۲۔ انبیاء علیہم السلام کے قول کے مقابلہ میں حکماء کا قول رد ہے۔

۱۳۔ اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے اور کلام شفا ہے اور صحبت سراپا نور۔

۱۴۔ نقشبندی وہ ہے جو اپنی زبان کو ذکر خدا سے تر رکھے۔

۱۵۔ بزرگوں کی بے ادبی ادبار کا پیش خیمہ ہے۔

۱۶۔ بچوں پر پیار کا آنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان ہے جو اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

۱۷۔ بھائی کا حق اس جگہ معاف کرا لے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔

۱۸۔ پنج وقتی نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔

۱۹۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

۲۰۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔

۲۱۔ تف ہے اس طریقہ پر جس میں گالی دینا عبادت ہو۔

۲۲۔ جس کو نرمی عطا ہوئی اس کو دُنیا و آخرت عطا ہوئی۔

۲۳۔ جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو، اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے۔

۲۴۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور دیدار حق آنکھوں سے ہوا

۲۵۔ حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔

۲۶۔ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ الفت کرنا اللہ کے ساتھ دشمنی ہے۔

۲۷۔ اللہ کے کرم پر مغرور ہونا اور عفو کی اُمید پر گناہ کرنا شیطان کا فریب ہے۔

۲۸۔ خلافت شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں۔

۲۹۔ ذکر جہر سے اسقدر پرہیز چاہئے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھی دِل میں پڑھے۔

۳۰۔ سب سے زیادہ عذاب بے عمل عالم پر ہوگا۔

۳۱۔ سادات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے باعث محبت رکھنی چاہیئے۔

۳۲۔ سرور و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے۔

۳۳۔ شریعت دُنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔

۳۴۔ طریقہ نقشبندیہ کا اصول نہایت آسان ہے اور اللہ تعالیٰ تک جلد پہنچانے والا ہے۔

۳۵۔ طریقہ نقشبندیہ کا مدار دو اصولوں پر ہے، ایک شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ، دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص میں استقامت۔

۳۶۔ ظاہر دراصل باطن کا نمونہ ہے۔

۳۷۔ علمائے بے عمل پارس پتھر کی مثل ہیں جو اوروں کو سونا بناتا ہے اور خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔

۳۸۔ علمائے بد وہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں۔

۳۹۔ علمائے سلف پر طعن کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔

۴۰۔ علم الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو اور بدبخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

۴۱۔ عمل کی سستی پر مغفرت کی اُمید ہے لیکن بداعتقادی پر نہیں۔

۴۲۔ عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بدکاری ہے۔

۴۳۔ فقراء کی محبت اور صحبت ضروری ہے۔

۴۴۔ فقراء کی خاکروبی دولتمندوں کی صدرنشینی سے بہتر ہے۔

۴۵۔ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کا ہو یا کافر کا۔

۴۶۔ کوئی جاہل ولی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

۴۷۔ گوشہ نشینی بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کا نام ہے۔

۴۸۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

۴۹۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔

۵۰۔ نرم خو اور متواضع کے لئے جہنم حرام ہے۔

۵۱۔ نفس امارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہنا ہے۔

۵۲۔ نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔

۵۳۔ نفس کی کمال مخالفت اتباع شریعت میں ہے۔

۵۴۔ ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب اور صعیف ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

۵۵۔ ہر عمل جو موافق شریعت ہے ذکر میں داخل ہے اگر خرید وفروخت ہو۔

۵۶۔ اہل خانہ تمہاری رعیت ہیں اور تم اُس کی نسبت سوال کئے جاؤ گے۔

۵۷۔ انسان کے تین دوست ہیں ایک قبض روح تک، دوسرا قبر تک، اور تیسرا قیامت تک۔
قبض روح تک کے ساتھی مال، قبر تک کے ساتھی گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی نیک اعمال ہیں۔

۵۸۔ ترک دُنیا سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے۔ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم ہو۔

۵۹۔ جس نے دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے سبب سے کی، اس نے دو حصہ دین برباد کر ڈالا۔

۶۰۔ حق تعالیٰ کو حق ہی سے پاسکتے ہیں نہ کہ تفکر اور تخیل سے۔

۶۱۔ دُنیا کاشتکاری اور تخم ریزی کا مقام ہے نہ کے کھانے اور سورہنے کا۔

۶۲۔ دولت مند کی صحبت زہر قاتل اور اُن کے چرب لقمے دِل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔

۶۳۔ دل آنکھ کے تابع ہے۔آنکھ کی گرفتاری کے بعد دِل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کی گرفتاری کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔

۶۴۔ دوسری نظر تیرے لئے وبال ہے۔نظر اول جو بلا قصد ہو اور دوسری نظر وہ ہے جو قصداً ڈالی جائے۔

۶۵۔ دوپہر کا سونا جو بہ نیت سنت ہو ان کروڑوں شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہو۔

۶۶۔ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اس پر مرتب ہے۔

۶۷۔ زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

۶۸۔ سہو ونسیان نوعِ انسان کا لازمہ اور خطا و غلطی اس جہان کا خاصہ ہے۔

۶۹۔ شریعت کے تین جزو ہیں۔"علم،عمل اور اخلاص"۔جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔علم وعمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا طریق صوفیہ پر منحصر ہے کہ جو علم و عمل کی روح ہے۔

۷۰۔ تمام اُمتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور مملوک وغلام ہیں۔

۷۱۔ محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔تمام ضروریات دِین کو سچا ماننے اور کفر کے ساتھ نفرت و بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔

۷۲۔ جو شخص تمام ضروریات دِین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے اس کا حکم منافق کا سا ہے۔

۷۳۔ جب تک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں ہوسکتی۔

۷۴۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے ،اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ان کو کافر کہا ہے۔ **یغیظھم الکفار** (تاکہ ان سے کافروں کے دِل جلیں)۔

۷۵۔ اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات تشریف فرما ہوتے ہیں۔

۷۶۔ کفار ومنافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دِین سے ہے۔ کافروں اور منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہوگی۔ (۳۳)

اس مقالہ میں اُن بے شمار بزرگانِ دین میں سے صرف چھ اہم بزرگوں کے حالات زندگی ان کے دینی اور اصلاحی کارناموں اور ان کے طریق وتعلیم وتربیت کو نہایت اجمال واختصار سے بیان کیا جائے گا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام آتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ عالیہ کو پہلی مرتبہ اس ملک میں متعارف کرایا اس لئے وہ اس کے بانی قرار پائے۔ ان کی تربیت وتوجہ سے بہت سے ایسے بلند ہمت اور باصلاحیت افراد تیار ہوئے جنہوں نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا ان میں سرفہرست شیخ احمد سرہندی کا اسم گرامی ہے۔ جنہوں نے سرہند میں بیٹھ کر دعوت واصلاح اور تعلیم وارشاد کا کام کچھ ایسی جرات وہمت سے سرانجام دیا کہ یہ شہر صرف ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ایک بہت بڑے خطے کے طالبان حق کی آرزؤں اور عقیدتوں کا مرکز بن گیا۔ آپ کی زندگی ہی میں اس دعوت کو اتنا قبولِ عام حاصل ہوا کہ اس نے ایک عوامی تحریک کی صورت اختیار کر لی اور ملت اسلامیہ کی طرف سے آپ کو مجدد الف ثانی کا لاثانی اعزاز حاصل ہوا۔

مجدد الف ثانی کے بعد اُن کے فرزند خواجہ محمد معصوم سرہندی نے اس عوامی دینی تحریک کی قیادت سنبھالی اور حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے قیادت ورہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے خواجہ سیف الدّین سرہندی نے اپنے والد محترم کی ہدایت پر اس عوامی دینی تحریک کو مزید فعال اور مؤثر بنانے ک لئے دہلی میں ذیلی تربیتی مرکز قائم کیا جسے خواجہ محمد معصوم کی وفات کے بعد اس سلسلہ رُشد وہدایت کو مرکز ثقل کی حیثیت حاصل ہو گئی اور ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۲۷۳ھ تک اصلاح معاشرہ اہل حق کی تعلیم وتربیت اور دینی علوم کی ترویج واشاعت کا اہم دینی اور رفاہی کام باقاعدگی سے انجام دیتا رہا۔

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جب دہلی کا سہاگ لٹ گیا اور وہاں قائم تمام تعلیمی اور تربیتی ادارے درہم برہم ہو گئے تو خواجہ سیف الدّین سرہندی کا قائم کردہ یہ عظیم ادارہ بھی ابتری کا شکار ہو گیا۔

سقوط دہلی سے کچھ عرصہ پہلے ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بے شمار ے تربیتی مراکز ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہو چکے تھے۔ انہی میں ایک مرکز پشتو اور پنجابی تہذیب کے سنگم موسیٰ زئی میں واقع تھا۔ جس کے سربراہ حاجی دوست محمد قندھاری تھے۔

دہلی کی تباہی و بربادی کے بعد جب دہلی کے مرکز کے آخری قائد حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی حالات سے مجبور ہو کر ہجرت کے ارادے سے حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں موسیٰ زئی بھی پہنچے اور حاجی صاحب کو اپنی جانشینی کی سند عطا کی اور اپنے مریدین متوسلین کی تربیت کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس طرح موسیٰ زئی کے ذیلی مرکز کو اس ملک میں مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ مرکز کے قائدین حاجی دوست محمد قندھاری، خواجہ محمد عثمان دامانی اور خواجہ سراج، الدین نے اس اہم اور کٹھن ذمہ داری کو پورے عزم وحوصلہ اور کمال حکمت وفراست سے نبھایا۔ (۳۴)

اس بے حد مختصر پس منظر کے بعد، یہاں یہ وضاحت بہت ضروری ہے کہ تفصیل میں جائے بغیر، خاص طور پر سلسلہ، نقشبندیہ سے وابستہ ان ممتاز ونمایاں صوفیائے کرام کا تذکرہ کیا جائے جن کی خدمات اور کارناموں سے سرزمین پاکستان روشن ہے۔ یوں تو اس ضمن میں سینکڑوں اسمائے گرامی گنائے جا سکتے ہیں لیکن سردست ہم حضرت طاہر بندگیؒ، حضرت سید خاوند محمودؒ، حضرت مخدوم آدمؒ، حضرت مخدوم محمد معین ٹھٹھویؒ، حضرت مخدوم محمد زمانؒ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ حضرت شاہ فقیر اللہؒ، حضرت حاجی بہادرؒ، مخدوم حافظ عبدالغفورؒ، حضرت یحییٰؒ، حضرت خواجہ عبد الرحیم باعذریؒ، حضرت غلام محی الدین قصوریؒ، حضرت غلام مرتضیٰ بیرؒ، حضرت خواجہ محمد عثمان ذامانیؒ، حضرت محمد صدیقؒ، حافظ محمد صدیقؒ، حافظ محمد عبد الکریمؒ، حضرت محمد عبد اللہ درخانیؒ، حضرت سید نور الحسن بخاریؒ، حضرت محمد اسماعیل شاہ کرمانوالےؒ، حضرت فیض محمد قندھاریؒ، کے نام لے رہے ہیں۔ (۳۵)

ان بزرگوں کے تفصیلی تذکروں پر درجنوں کتابیں تحریر کی گئی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی۔

اب زیر نظر مقالہ کے اصل موضوع کے متعلق دوسرے باب کی طرف آتے ہیں یعنی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی دینی واصلاحی خدمات اور پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ محمد نور بخش، توکلی، ''تذکرہ مشائخ نقشبند''، گجرات، شریف پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۰ء ص ۴۸۸

۲۔ ''مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، لاہور، دانش گاہ، ۱۹۶۶ء ۔ص ۸۶۱۔۸۶۲ ج ۲۔۲

۳۔ ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، لاہور، دانش گاہ، ۱۹۶۶ء ص ۴۳۴۔۴۳۶ ج ۲۲

۴۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ''صوفیہ نقشبند''، حیدرآباد، رکن اسلام پبلیکیشنز ۱۹۹۶ء ص ۲۹۔۳۰

۵۔ ایضاً۔ ص ۳۰

۶۔ جامی، عبدالرحمٰن، ''نفحات الانس''، کراچی، آفسٹ پریس، ۱۹۸۲ء، ص۔ ۶۴۸

۷۔ القرآن: ۷:۵۵

۸۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ''صوفیہ نقشبند''، حیدرآباد، محولہ بالا۔ ص ۳۱

۹۔ القرآن: ۳:۳۱

۱۰۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ''صوصفیہ نقشبند''، حیدرآباد، محولہ بالا، ص۔ ۳۲

۱۱۔ حاجی امداد اللہ ''ضیاء القلوب، تصفیۃ القلوب''، اردو ترجمہ مطبع مجتبائے دہلی، ۱۹۶۷ء ص ۵۹۔۷۴

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، ''اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد'' کراچی طاہر سنز ۱۹۹۷ء ص ۳۴۔۳۹

۱۳۔ بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل ''الصحیح البخاری''، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۶۱ء ص ۹۶۳۔ ج ۲

۱۴۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' کراچی، مکتبہ آفریدی ۲۰۰۳ء۔ ص ۲۷۰

۱۵۔ مجدد الف ثانی، ''مکتوبات امام ربانی'' مترجم مولانا عالم الدین نقشبندی مجددی، لاہور،
ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۰ء ص ۵۲۷۔۵۳۰، ج۔۱

۱۶۔ رومی، جلال الدین مولانا، ''مثنوی معنوی'' اردو ترجمہ قاضی سجاد حسین، لاہور، نظامی پرنٹرز ص ۱۰۱، ج۔۱

۱۷۔ القرآن: ۲۴:۳۷

۱۸۔ القرآن: ۷۰:۲۳

۱۹۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' کراچی، محولہ بالا، ص۔ ۲۷۳۔۲۷۴

۲۰۔ ایضاً ،ص۔۳۱۔۳۲

۲۱۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ''صوفیہ نقشبند'' ۔حیدر آباد، محولہ بالا،ص۔۲۹

۲۲۔ حافظ افروغ حسن، ''روحانیت کا گلزارِ کہکشاں'' لاہور، جسارت پرنٹر،ص۔۱۲۔۱۴۔

۲۳۔ القرآن:۴۷:۱۵

۲۴ حافظ افروغ حسن، ''روحانیت کا گلزارِ کہکشاں'' لاہور،محولہ بالا،ص۔۱۵

۲۵۔ ایضاً، ص۔۱۹

۲۶۔ ایضاً، ص۔۳۰

۲۷۔ ایضاً، ص۔۲۱۔۲۲

۲۸۔ محمد صادق قصوری، ''تاریخ مشائخ نقشبند''، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص۔۲۶۸

۲۹۔ حافظ افروغ حسن، ''روحانیت کا گلزارِ کہکشاں''، لاہور، محولہ بالا،ص۔۸۰۔۸۱

۳۰۔ ایضاً،ص۸۱۔۸۲

۳۱۔ ایضاً، ص۔۸۲۔۸۳

۳۲۔ ایضاً، ص۔۸۴

۳۳۔ محمد صادق قصوری، ''ملفوظاتِ نقشبندیہ''، لاہور، مکتبہ زاویہ، ۱۹۹۸ء ، ص۔۱۲۲۔۱۲۷

۳۴۔ حافظ افروغ حسن، ''روحانیت کا گلزارِ کہکشاں''، لاہور، محولہ بالا،ص۔۱۶۔۱۷

۳۵۔ عالم فقری، ''تذکرہ اولیائے پاکستان''، لاہور، شبیر برادرز، ۱۹۹۳ء ،ص۔۴ ج۔۲

۱۰۳۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا، ص۔۱۴۲۔۱۴۳۔

۱۰۴۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا، ص۔۱۴۱۔۱۵۰۔

۱۰۵۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا، ص۔۱۰۶۔۱۰۸۔

۱۰۶۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا، ص۔۱۵۰۔۱۵۱۔

۱۰۷۔ ایضاً، ص۔۱۴۳۔۱۴۴۔

۱۰۸۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا، ص۔۲۳۔

باب: دوئم

حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجدّ دی رحمتہ اللہ علیہ

خاندان: پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ المعروف شاہ جی کا تعلق سادات کے معزز گھرانے سے تھا۔آپ نجیب الطرفین سید تھے۔(۱) آپؒ کے والد ماجد کا نام حضرت پیر سید فضل شاہؒ ہے آپ پانچ بھائی تھے۔سید معصوم شاہ بخاری، سید شرف شاہ بخاری، سید حیدر شاہ بخاری اور سید روڈے شاہ بخاری۔آپؒ کے والد ماجد آپؒ کے مزار مبارک سے ملحق قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔(۲) آپ کا خاندان زہداور تقویٰ میں معروف تھا آپ کے والد ماجد کو عقیدت مند بڑے شاہ جی کے نام سے پکارتے تھے اسی نام سے آپ مشہور تھے۔آپ اپنے وقت کے ولی کامل اور صاحب کرامت بزرگ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی صاحب مجاز روحانی شخصیت تھے۔

پیدائش: پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش ضلع جہلم کے قصبہ رواتڑہ شریف میں ہوئی جو دریائے جہلم کے نزدیک ایک اہم آبی منصوبہ منگلا ڈیم کے نزدیک واقع ہے۔

تعلیم و تعلم: پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے علمی اور ادبی گھرانے میں آنکھ کھولی اس لئے آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے گھر میں ہی اپنے والد صاحب سے حاصل کی تھی کیونکہ آپ کے والد محترم پیر سید فضل شاہ بخاریؒ پڑھے لکھے عالم فاضل سنت نبوی ﷺ کے پابند تھے۔آپ انتہائی علم دوست اور علم پرور تھے۔

بیعت: ظاہری تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزرنے کے بعد دل میں ذوق شوق اور محبت الٰہی نے غلبہ کیا۔بچپن ہی سے آپ کو اللہ والوں سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ اُنس تھا۔ابتداء سے طبیعت میں جذب اور محبت الٰہی کی کیفیت نمایاں تھی۔اسی کیفیت نے آپ کو روحانیت کے میدان میں لا کھڑا کیا اور راہِ طریقت اختیار کی۔چونکہ راہ بغیر راہنمائی کے طے نہیں ہوسکتی اس لئے آپ ''اطلب الرفیق ثم الطریق'' کے پیش نظر تلاش مرشد میں لگ گئے۔ آپ کی طبیعت مضطرب ہو چکی تھی۔علم دین کے حصول اور عرفان حق کی طلب ہر وقت تڑپانے لگی۔جس نے آتش شوق کو مزید ہوا دی اور بیقراری اس حد تک بڑھی کہ گوہر مقصود اور دُرِ مطلوب کے لئے موضع باؤلی شریف ضلع گجرات تشریف لے گئے۔آخر کار طلب صادق اور سعادت ازلی نے آپ کو غوثِ عالم رئیس ملت و دین سلطان العارفین، منہاج الواصلین مرد حقانی شہباز لا مکانی شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد خان عالم نقشبندی مجددی قدس

سرہ العزیز کی بارگاہ میں پہنچا دیا اور اُن کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی سعادت حاصل کی اور آپ کی خدمت میں رہ کر دولت سرمدی سے شرف یاب ہوئے۔ علوم باطنی کے آغاز کے ساتھ ہی عبادت وریاضت اور مجاہدہ نفس کی تمام دشوار گزار منازل جوانمردی اور بلند ہمتی سے طے کر کے روحانی فیض حاصل کیا اور مرشد کریم کی باطنی توجہ سے تھوڑے ہی عرصے میں قبولیت عامہ حاصل کر لی۔ ہمیشہ اپنی درویشانہ روش اور ریاضتوں کو دنیاداری کے لباس میں چھپایا۔ کیونکہ آپ کو نام ونمود اور شہرت طلبی سے ابتداء ہی سے نفرت تھی۔ آپ مرشد کریم کی نگاہ میں کامل ولی اللہ تھے آپ دِن رات ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ آخر کار ریاضت اور مجاہدہ کے بعد آپ کے پیرو مرشد نے خرقہ خلافت عطا کیا اور آپ نے مرشد کے سکھائے ہوئے اشغال واذکار کے بعد اپنے مرشد ہی سے سلوک کی تمام منزلیں طے کیں۔ (۳)

والدین کا وصال : آپ کے والد حضرت پیر سید فضل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا اس زمانے کے مشاہیر ولی کامل میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کی بزرگی اور ولایت کے بہت چرچے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی زہد واتقاء میں پاکباز اور پارسا خاتون تھیں آپؒ کی آخری آرام گاہ دربار عالیہ رواتڑہ شریف میں ہی ہے۔ جہاں **مریدین ومعتقدین** روحانی تسکین ورہنمائی کے لئے حاضری دیتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

شادی مبارک: حضرت پیر سید لطف شاہ بخاری رحمتہ اللہ کی شادی مبارک عالم شباب میں اپنے ہی خاندان میں ہوئی تھی ازدواجی زندگی کے ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ ایک جانکاہ صدمے نے آلیا اور آپ کی شریک حیات داغِ مفارقت دے گئیں۔ نیک سیرت بیوی کی اچانک موت نے آپ کے فکروذہن کو خاصا متاثر کیا آپ نے زندگی میں ایک ہی شادی کی تھی آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ (۴)

جنگلوں میں چلہ کشی کے دوران بکری کا ریوڑ سے الگ ہو کر شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہونا: آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دنیا سے دور اور اللہ کے قریب ہونے کی آرزو گھر سے نامعلوم مقام کی طرف لے گئی۔ آپؒ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہو جاتے تب تک انہیں نہ دنیا چاہئے نہ دنیا کی راحت وسکون۔ سو آپ نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جنگل کا انتخاب کیا اس طرح اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی لے کے بیٹھ گئے۔ آپؒ کی خوراک کے لئے اللہ تعالیٰ نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری کا چناؤ فرمایا جو آپؒ کی اپنے دودھ

سے تواضع کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دودھ پلانے پر مامور بکری ایک خاص مقام سے چرواہے کو جھل دے کر تھوڑی دیر کے لئے روزانہ اپنی ساتھی تمام بکریوں سے الگ ہو جاتی تھی۔ چرواہے کو جب معلوم ہوا تو اس نے بکری کا پیچھا کیا مقام خاص پر پہنچ کر بکری کھڑی ہوگئی تو ایک ڈھانچہ نما شخص اس کا دودھ پینے لگا کم عقل چرواہا دودھ پینے والے کو مارنے کے لئے آگے بڑھا تو اُس کی ایک ٹانگ ساکت ہوگئی جس سے چرواہا گھبرا گیا شاہ جی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری ٹانگ تب ٹھیک ہوسکتی ہے کہ آپ میرے متعلق کسی کو بتانا نہیں ورنہ تمہاری ٹانگ دوبارہ ویسی ہی ہو جائے گی۔ چرواہے نے وعدہ تو کیا مگر وعدہ نبھا نہ سکا گھر پر آتے ہی تمام روداد گھر والوں سے بیان کر دی اس طرح آپؒ کے گھر والوں کو معلوم ہوا جو کافی عرصہ سے آپؒ کی تلاش میں تھے۔ آپؒ کے گھر والے اس مقام پر پہنچے جہاں آپ ذکر الٰہی میں مصروف تھے گھر والوں کو پہچاننے میں کچھ دشواری پیش آئی۔ کیونکہ ایک ہی مقام پر بیٹھے بیٹھے عرصہ گزر چکا تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ حرکت نہیں کر رہے تھے۔ مراقبے میں رہ رہ کر گردن کے مہرے اسقدر باہر نکلے ہوئے تھے کہ سر اوپر اُٹھانے سے مشکل پیش آتی تھی۔ آپؒ کو روئی میں لپیٹ کر گھر لایا گیا۔ آپ جوں ہی صحت مند ہوئے دوبارہ گھر کو خیر باد کہہ دیا پھر ساری زندگی گھر نہیں آئے۔ آپؒ کی بقیہ زندگی موضع ساگری، پنڈوڑی اور چک قاضی (ضلع جہلم) میں گزری۔ آپ نے پنڈوڑی، چک قاضی اور ساگری کی مساجد سے ملحق اپنی رہائش کے لئے حجرے بنوائے اور ان ہی حجروں میں قیام فرمایا۔ پنڈوڑی کی مسجد سے ملحق آپؒ کا حجرہ مبارک تا حال موجود ہے۔ (۵)

شجرہ طیبہ: فرمان الٰہی: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔ (۶)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے اُن کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔ شاہ جی صاحب کا شجرہ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے اور آیت بالا کے صحیح مصداق، گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (۷)

ترجمہ: مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

شاہ جی صاحب اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے جن کا شجرہ نسب اُن کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علو شان پر شاہد و عادل ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ (۸)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔

پدری شجرۂ نسب

شجرۂ نسب کسی کتاب میں تحریر نہیں ملی البتہ موجودہ جانشین پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کے صاحبزادہ صاحب پیر سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب نے مجھے تحریر کردایا جو ان کے پاس قلمی نسخہ موجود تھا۔

۱ رسول اکرم نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
۲ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳ حضرت امام حسین ابن علی سید الشہداؑ رضی اللہ عنہ
۴ حضرت علی ابن حسن زین العابدین رضی اللہ عنہ
۵ حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ
۶ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ
۷ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
۸ حضرت موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ
۹ سید امام علی تقی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰ سید جعفر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۱ سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۲ سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۳ سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۴ پیر سلطان شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۵ سید سلطان احمد کبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۶ پیر مخدوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۷ سید نوبہار ناصر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۸ سید قلندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۹ سید برہان شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۰ سید مقصود شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۱ سید عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۲ سید نبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۳ سید نتھو شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۴ سید سلطان شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۵ سید غلام حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۶ سید مہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۷ سید کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۸ سید امیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۹ سید سکندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۰ سید حبیب شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۱ گوہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۲ مالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۳ سید ولی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۴ شمس علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۵ سید فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۶ سید روڈو شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۷ سید محمد مصری شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۸ سید محمد اسیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۹ سید بشیر حسین شاہ صاحب
۴۰ سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب (۹)

حضرت پیر سید محمد لطف شاہ نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ سے جو حضرات عقیدت رکھنے والے یا وابستہ ہیں وہ اس ختم مبارک کو پڑھ کر حضرت شاہ جی صاحبؒ اور ان کے خاندان اور شجرہ شریف کے مشائخ کرام کو ایصال ثواب کریں، عمل صالح اور خاتمہ بالخیر کی دُعا اور دنیاوی مرادوں کے حصول اور مشکلات کی آسانی کے لئے بارگاہ الٰہی میں التجا کریں اور ان بزرگوں کا وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں۔

ختم مبارک

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِاءَ ةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ ہ	١٠٠ بار
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم ہ	١٠٠ بار
يَا اَللّٰهُ	١٠٠ بار
يَا رَحْمٰنُ	١٠٠ بار
يَا رَحِيْمُ	١٠٠ بار
يَا اَرْحَمَ الرَّحِمِيْن	١٠٠ بار
درود شریف	١٠٠ بار

ختم خواجگان نقشبندیہ مجددیہ علیہم الرضوان الغفران

سورۃ فاتحہ شریف	۷ بار
درود شریف	۱۰۰ بار
سورۃ الم نشرح شریف	۷۹ بار
سورۃ اخلاص شریف	۱۰۰۰ بار
سورۃ فاتحۃ شریف	۷ بار
درود شریف	۱۰۰ بار
یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ ط	۱۰۰ بار
یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ ط	۱۰۰ بار
یَارَافِعَ الدَّرَجَاتِ ط	۱۰۰ بار
یَاحَلَّ الْمُشْکَلَاتِ ط	۱۰۰ بار
یَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ ط	۱۰۰ بار
یَاشَافِیَ الْاَمْرَاضِ ط	۱۰۰ بار
یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ ط	۱۰۰ بار
یَامُجِیْبَ الدَّعْوٰتِ ط	۱۰۰ بار
یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط	۱۰۰ بار

شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجدّدیہ

ازجناب حضرت خواجہ حافظ محمد فاضل صاحب رحمتہ اللہ علیہ ڈھانگری شریف ضلع میر پور آزاد کشمیر

بخش الٰہی اجر اس ختم دا نبی مختار نوں — ہادیٔ خلقت سید الابرار نوں

بخش اپنے کرم تھیں یا الٰہ العالمین — آل نوں اصحاب نوں ہراک نبی دے یار نوں

حضرت صدیقؓ نوں اس ختم تھیں بخشیں ثواب — حضرت سلیمانؓ ہور قاسم پیارے یار نوں

حضرت جعفر صادق ولی ہور اولیاء بایزید — حضرت بوالحسن خرقانی و بوعلی نیکوکار نوں

حضرت یوسف ہمدانوی و عبدالخالق نوں پہنچا ثواب — حضرت خواجہ عارف کامل مرد بزرگ وار نوں

حضرت خواجہ محمود و حضرت علی رامیتنی — بخش دے بابا سماسی صاحب اذکار نوں

بہرہ ور اس ختم تھیں کراے خدا امیر اکلال — شاہ نقشبند بہاؤالدین و علاؤالدین اپنے یار نوں

حضرت یعقوب چرخی بھی عبید اللہ نوں — حضرت خواجہ محمد زاہد تابعدار نوں

حضرت خواجہ درویش محمد و حضرت امکنگی — حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب واقف اسرار نوں

حضرت خواجہ شیخ احمد مجدد الف ثانی راہنما — بخش دے یارب فضل تھیں معصوم اپنے یار نوں

شاہ حجۃ اللہ و حضرت خواجہ محمد زبیر — حضرت خواجہ قطب الدین اپنے عاشق زار نوں

حضرت خواجہ جمال اللہ و خواجہ عیسیٰ و حضرت فیض اللہ — حضرت خواجہ نور محمد ہور حضرت ہادی نامدار نوں

حضرت خواجہ محمد خان عالم بھی کراں شمار — حضرت پیر محمد لطف شاہ پیر پور انوار نوں

حضرت سید محمد مصری ہور حضرت محمد امیر شاہ — بخش برکت آپ دی اولاد پور انوار نوں

حضرت سید بشیر حسین شاہ جو ہیں سجادہ نشین — ابدالآباد رکھیں اس عالی دربار نوں

یارب نسبت نقشبندیہ مجددیہ ہو نصیب سبکو — صدقے ان اولیاء کے جو بھی حاضر ہیں اس دربار نوں

مشکلیں آسان کر رنج و غم والم دور ہوں — ہر خاص و عام جو آئے ہیں اس عالی دربار نوں

دُنیا میں حشر میں نزع و قبر میں — نہ بھولیں یا الٰہی ہر ولی دے تابعدار نوں (۱۰)

اصحاب شجرۂ طیبہ کے اسمائے گرامی

۱ رسول اکرم نبی معظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

۲ امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

۴ سیدنا حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

۵ سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۶ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

۷ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

۸ حضرت بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

۹ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴ حضرت بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵ حضرت خواجہ میر کلال رحمۃ اللہ علیہ

۱۶ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۷ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

۱۸ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

۲۰ حضرت خواجہ محمد زائد وخشی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱ حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

۲۲ حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۴ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶ حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸ حضرت سید قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ

۲۹ حضرت خواجہ حافظ سید محمد جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۰ حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ گنڈاپوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۱ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲ حضرت خواجہ نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۳ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴ حضرت ہادی محمد نامدار نتھیال شریف رحمۃ اللہ علیہ

۳۵ حضرت خواجہ محمد خان عالم بادلی شریف رحمۃ اللہ علیہ

۳۶ حضرت شاہ جی قبلہ عالم مجدد دوران پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱)

آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمتہ اللہ علیہ: سلطان العارفین، شیخ المشائخ قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمتہ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں چونکہ آپ کے تعارف سے محمد لطف شاہ جیؒ متعارف ہوئے۔ (۱۲) آپؒ موضع کری شریف جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں آپؒ نے حضرت ہادی محمد نامدارؒ موضع نتھیال شریف کے ہاتھ پر دست بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد آپؒ نے حضرت خواجہ نور محمد چورائی ضلع اٹک کے ہاتھ پر بیعت ثانیہ کی۔ آپؒ کے دو صاحبزادے حضرت خواجہ محمد بخشؒ اور خواجہ غلام محی الدینؒ بھی اپنے وقت کے صاحب کرامت ولی اللہ ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد خان عالمؒ اپنے دور کے صاحب کرامت ولی کامل تھے آپ کی ولایت کے چرچے عام تھے آپ کی زیارت سے بڑی بڑی شخصیات مستفید ہوئیں اور فیض حاصل کیا آپ عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے تھے اور پوری رات مراقبہ اور نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ آپ کی ریاضت کا یہ عمل تا حیات جاری رہا۔ (۱۳) حضرت سائیں نور رحمتہ اللہ علیہ ٹنگروٹ شریف والے فرمایا کرتے تھے کہ ہر علاقے کا ایک نمبردار ہوتا ہے۔ اس طرح حضرت خواجہ محمد خان عالمؒ باولی شریف والے علاقے کے ولیوں کے نمبردار ہیں۔ (۱۴)

کامل پیر مرید کی خبر بھی رکھتے ہیں اور خیال بھی: پنڈوڑی کے ایک ویران گھر میں ایک غار نما جگہ بنی ہوئی تھی جہاں پیر لطف شاہؒ باولی شریف سے واپسی پر ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ آپؒ کو غار میں بھوکے پیاسے تقریباً ایک ہفتہ ہو چکا تھا کہ آپؒ کے مرشد حضرت خواجہ محمد خان عالمؒ کو توجہ کے ذریعے معلوم ہوا کہ لطف شاہ جیؒ سات دِن سے بغیر کچھ کھائے پیئے یاد الٰہی میں مصروف ہیں تو آپ سے رہا نہ گیا آپ فوراً گھوڑی پر سوار ہو کر چند ساتھیوں کے ہمراہ پنڈوری کی طرف چل دیئے۔ طویل سفر تھا راستے میں عقیدت مند بھی ساتھ شامل ہوتے گئے۔ پنڈوری کے لوگوں کو خبر ہوئی تو استقبال کیلئے اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ آپ کے گاؤں میں پیر سید لطف شاہؒ ایک ہفتہ سے بھوکے پیاسے یاد الٰہی میں مصروف ہیں اور آپ لوگوں نے ان کی خبر تک نہ لی۔ اتنے میں لطف شاہ جیؒ اپنے مرشد پاک کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ آپ بھوکے پیاسے وظائف کے لئے بیٹھ جائیں۔ معلوم ہوا کہ کامل پیر اپنے مرید کے نہ صرف خبر رکھتے ہیں بلکہ والدین سے بڑھ کر خیال بھی۔

حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے مرید و خلیفہ پیر محمد لطف شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت: حضرت پیر لطف شاہ صاحبؒ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد خان عالمؒ کا دل کی گہرائیوں سے ادب و احترام کرتے تھے۔ آپؒ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو باولی شریف ضرور حاضری دیتے تھے اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو آپؒ کے مرشد ملاقات کے لئے بے قرار ہو جاتے۔ آپؒ جب حاضر خدمت ہو کر تاخیر کی وضاحت پیش کرتے اور ساتھ ہی معذرت چاہتے تو آپؒ کے مرشد فرماتے آپ کی وضاحت بھی درست اور تجھے معاف بھی کروں یہاں معاملہ الٹ ہو چکا ہے۔ مرید اپنے پیر کی راہ دیکھتے ہیں میں تیری راہ دیکھتا ہوں۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: مرید اپنے پیر پر فخر کرتے ہیں میں اپنے مرید لطف شاہ صاحبؒ پر فخر کرتا ہوں۔ (۱۵)

وصال مبارک: آپؒ شادی کے بعد موضع باؤلی شریف میں مستقل قیام فرمایا آپؒ کا وصال مبارک ۳ ذوالحجہ ۱۲۸۸ ہجری میں ہوا آپ کے سالانہ عرس کے موقع پر ہزاروں ارادت مند مریدین شرکت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ (۱۶)

پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ کی دینی، ملی، فلاحی اور اصلاحی خدمات: حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے دین متین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو رجال دین کے ذریعہ پورا ہوتا ہے۔ دین کے ہر شعبہ کی حفاظت اور اُس کو دجالوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے مقدس حضرات کو پیدا فرماتا ہے۔ جو کما حقہ اس خدمت کو انجام دے کر دین کے صحیح خدوخال کو ظاہر کرتے ہیں۔ (۱۷) مرشد پاک کے حکم کے مطابق آپ نے موضع پنڈوری ضلع جہلم کی مسجد سے ملحق حجرہ بنا کر قیام فرمایا اور لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دیں۔ آپ موضع آڑا ضلع جہلم کوٹلی آزاد کشمیر، نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی قاضی چک ضلع جہلم اور پھر ساگری ضلع جہلم تشریف لائے اور لوگوں کی رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا، آپ آزاد پتن تحصیل کہوٹہ بھی گئے آپ جس گاؤں شہر میں گئے لوگوں کی قسمت بدل دی اس علاقہ اور گاؤں والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوئیں علاقے کے لوگ بے نمازی تھے نمازی بن گئے تمام بری عادتوں کو ترک کر دیا آپ کی نظر کرم سے ان کی زندگی میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جو آج بھی اُسی شدومد سے جاری و ساری ہے۔

پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کے دینی وفلاح کام: اسلام میں مسجد کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے عہد رسالت مآب

ﷺ میں تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور امر و احکام، اصلاح معاشرہ، تزکیہ نفس اور تعمیر اخلاق کی جملہ تعلیمات کا مرکز مسجد نبوی ﷺ ہی تھی۔ علاوہ ازیں امور سلطنت بھی مسجد ہی میں طے پاتے۔ خلافت راشدہ میں مسجد ایوان خاص اور ایوان عام تھی۔ مسجد کی تعمیر و آبادی علامت ایمان ہے۔ مسجدیں ذکر الٰہی کے لئے ہوتی ہیں اور اُن کا قیام گویا اقامت دین ہے۔ اہل اسلام کے لئے مسجد ہی سب کچھ ہے۔ مسجد ہی مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد کا مقام ہے اور مسجد ہی سے تصور پختہ ہوتا ہے۔ بزرگان دین اسی نقطہ نظر سے مسجدوں کی تعمیر کرتے رہے تاکہ وہ دینی مقاصد اور ملی فوائد حاصل کر سکیں اور مسجد کے ذریعے وہ اپنی تبلیغی و دینی مساعی کو کامیاب بنا سکیں۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی المعروف شاہ جی صاحبؒ کے تعمیراتی شوق کا یہ عالم تھا کہ آپ جس جگہ بھی تشریف لے جاتے مساجد کی تعمیر و تزئین، آبادی اور نگہداشت کا خصوصی حکم صادر فرماتے۔ جہاں کسی مسجد کو خستہ حال دیکھتے تو اس کی تعمیر کا فوری بندوبست کرتے۔ آپؒ نے مختلف جگہوں پر نئی مساجد تعمیر کروائیں اور اُن سے ملحق عبادت اور ریاضت کے لئے حجرے بنوائے نیز آپ نے بے شمار پانی کے تالاب اور کنویں کھدوائے ان میں سے کچھ کنویں اور تالاب آج بھی موجود ہیں جس سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ نے دینی درسگاہیں بھی تعمیر کروائیں۔ جن میں موضع ساگری ضلع جہلم میں سب سے بڑی دینی درسگاہ تعمیر کروائی جو اُس زمانہ میں تعلیمی اعتبار سے عروج پر تھی۔ ویسے تو کنویں، تالاب اور مسجدیں اور مدرسوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر قارئین کیلئے چند ایک لکھ دیئے جاتے ہیں۔ موضع لہڑی ضلع جہلم چمبہ والے دربار کے ساتھ ایک تالاب، موضع پنچور ضلع جہلم اور پنڈ کے شمال کی جانب جو تالاب ہے یہ قبلہ شاہ جی صاحب کی یادگاریں ہیں جو ابھی تک موجود ہیں۔ اور لوگ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ آپؒ نے جس جگہ بھی قیام فرمایا وہاں مسجد کے ساتھ ایک حجرہ بھی بنوایا جس میں آپ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ نے کنویں بھی کھدوائے جس میں موضع آڑا ضلع جہلم کا کنواں آپ کی یادگار ہے جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ آپؒ نے پوری زندگی میں کوئی ذاتی مکان نہیں بنوایا اور جو جائیداد آپ کو وراثت میں ملی تھی وہ تحریری طور پر اپنے جانشین حضرت سید مصری شاہؒ کے نام کر دی تھی۔ آپؒ کے پاس مریدین و عقیدت مند جو بھی نذر نیاز لاتے تھے۔ وہ تمام مساجد، مدرسوں، تالابوں اور کنوؤں کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ جو رقم بچ جائے بیواؤں، یتیموں اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (۱۸)

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۱۹)

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

مساجد کی تعمیر تو اہل ایمان کا کام ہے: مسجد حرام تمام روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے۔جس کی بنیادیں خلیل خدا نے رکھی تھیں۔نصرانی، یہودی، صابی ہونا سب اپنی زبان سے کہیں گے مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقراری ہیں۔ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کیلئے ناری ہیں۔یہ تو مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہی ہیں۔دراصل خدا کے اولیاء نہیں اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ہاں خانہ خدا کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔مسجدوں کی تعمیر و آباد کرنے والے اللہ والے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن مسجدوں کو آباد کرنے والوں، اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر میں اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔(۲۰)

حدیث مبارک: مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ تَعَالٰی مَسْجِداً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَيْتاً فِی الْجَنَّةِ (۲۱)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کرائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔

مَنْ عَلَّقَ قِنْدِیْلاً مُسَرَّ جاً فِیْ مَسْجِدِ صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یَطْفَاءَ ذٰلِکَ الْقِنْدِیْلُ وَمَنْ بَسَّطَ فِیْهِ حَصِیْرًا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یَنْقَطَعَ ذٰلِکَ الْحَصِیْرو .(۲۲)

ترجمہ: جس نے مسجد میں چراغ جلایا اُس کے لئے ۷۰ ہزار فرشتے دُعا کرتے رہیں گے۔جب تک چراغ جلتا رہے گا۔جس نے مسجد میں چٹائی بچھائی اُس کے لئے ستر ہزار فرشتے دُعا کرتے رہیں گے جب تک چٹائی پھٹ نہ جائے۔

اصلاح: **حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ:** نے جن بڑی رسموں اور بدعات سے منع فرمایا جو مسلمانوں میں عام طور پر پائی جاتی تھیں۔دیکھو! کون سی بدعات ہے۔جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ہر موقع کی رسومات بدجن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔

بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنت رسول ﷺ کے خلاف کرتے ہیں۔فضول اور بری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دور لے جا کے ڈال دیا ہے۔ برے اخلاق اور بری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ چوری، رہزنی، ڈاکہ، بداخلاقی، حقہ نوشی، سگریٹ، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعال بدفخر سے کئے جاتے ہیں۔سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں یعنی اول اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا سچا غلام بن جائیں۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور ﷺ کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کریں اور اس نور یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کریں جس سے حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا اور جو نور باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب درخشندہ کی طرح موجود ہے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقان محبوب رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔اوران کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول ﷺ اور نور ایمان کے اصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں تو پھر ان کے لئے دُنیا وآخرت میں بہتری ہوسکتی ہے۔علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے ۔دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کریں۔مسلمانوں کا ان تمام بری رسموں سے جو اسلام کے مقدس اُصول وارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسوم بد سے توبہ کرنی چاہیئے اور صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔فضول خرچی اور اسراف یعنی حد سے نہ بڑھا جائے۔(۲۳) حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کا شمار ممتاز صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔آپ اللہ کے کامل ولی تھے۔اولیاء پر خدا کی رحمت ہے ان کو ہر فکر سے برأت ہے۔ بادشاہ ہیں وہ دونوں عالم میں ان کو اللہ کی بشارت ہے۔(۲۴)

تصوف کا قرآنی ماخذ: صوفیائے کرام اپنے مسلک کی تائید جن قرآنی آیتوں سے کرتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

۱. وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ط (۲۵)

ترجمہ: اپنے رب سے طلب مغفرت کرو، اور اس سے توبہ کرو۔

۲. وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ، جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (۲۶)

ترجمہ: اللہ سے توبہ کرو اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۳. یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اتُوْ بُوْ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحاً (۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے توبہ کرو توبۃً نصوح

۴. یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صْبِرُوْوَصَابِرُوْا وَرَا بِطُوْا . (۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو صبر سیکھو صبر کرو، اللہ سے رشتہ استوار رکھو۔

۵. اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَ ھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۲۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیتا ہے۔

۶. وَلَمَنْ صَبَرَوَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۳۰)

ترجمہ: جو شخص صبر کرے اور توبہ کرے تو بے شک یہ عزم امور ہے۔

۷. وَلَنَبْلُوَ نَّکُم حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَا ھِدِیْنَ مِنْ کُمْ وَالصَّابِرِیْنَ . (۳۱)

ترجمہ: ہم تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک جان لیں کہ تم میں مجاہدین اور صابرین کون ہیں۔

۸. وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ . (۳۲)

ترجمہ: اللہ پر بھروسہ کرو، جو زندہ اور جسے موت نہیں آسکتی۔

۹. وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَ کَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ . (۳۳)

ترجمہ: اور وہ اللہ ہی ہے جس پر ایمان والے توکل کرتے ہیں۔

۱۰. فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ . (۳۴)

ترجمہ: جب ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

آنحضرت ﷺ نے جس تصوف کی تعلیم دی، وہ خالص تھا، ہر قسم کی آمیزش سے الگ اور جدا۔ آپ ﷺ نے تصفیہ نفس پر زور دیا۔ ریاضت کے اُصول اور آئین مقرر کئے تفکر اور عبادت کے آداب سکھائے اور ان کی ایک خاص ترتیب اور وضع قائم کی۔ اس اُصول پر اسلام کی حیات روحیہ کا آغاز ہوا۔ اسلام نے ایک خدا کی طرف قلوب کو متوجہ کیا۔ اس نے جنت کی دعوت بھی دی اور جہنم سے ڈرایا بھی۔ لیکن خدا کی محبت کو ان سب سے بالا

رکھا۔ یہ تصوف خالص اسلام کی پیداوار ہے اس میں دُنیا کا کوئی مذہب اور کوئی تصوف اسلام کا شریک نہیں ہے۔(۳۵)

احادیث وارده: قرآن کے بعد حدیث پر ایک نظر ڈالئے تو اس سے بھی یہی ثابت ہوگا۔ چنانچہ ایک موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنَ بَعْدِیْ مَا یَفْتَحِ عَلَیْکُمْ مِنْ زُهْرَةِ الدُّنَیَا وَ زِیْنَتَهَا . (۳۶)

ترجمہ: اپنے بعد میں تم سے جس چیز کے بارے میں خائف ہوں کہ دُنیا کی زینت اور کامیابی کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔

اَلدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ . (۳۷)

ترجمہ: دنیا مومن کے لئے زندان خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔

علم تصوف: علم تصوف اس علم کا نام ہے جو ولیوں کے دلوں میں اُس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب وسنت پر عمل کرنے سے وہ منور ہو جاتے ہیں۔ پس جو کوئی ان دونوں پر عمل کرے گا اُس پر اس سے ایسے علوم ادب واسرار وحقائق منکشف ہو جائیں گے جن کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

طریقت شریعت سے باہر نہیں: پھر جب بندہ صوفیوں کے طریق سے داخل ہوتا اور شریعت کے علم میں اس کو تجر ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُس کو اللہ تعالیٰ احکام ظاہری کے مشابہ احکام ٹھیک حد پر استنباط کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ تب وہ طریقت میں واجبات، مستحبات، آداب محرمات، مکروہات اور خلافت اولیٰ اُسی کے مشابہ استنباط کرتا ہے جس طرح کہ مجتہدوں نے کیا ہے۔

صوفیوں کا مرتبہ: دور اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس میں اس فرقہ کا شیخ موجود ہو اور اس زمانہ کے علماء نے اُس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اُس سے بہ عاجزی پیش نہ آئے ہوں اور برکت حاصل نہ کی ہو۔ اور اگر ان کو یہ فضیلت وخصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔(۳۸)

ذکر وفکر کی دعوت: حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ خود بھی ذکر کرتے تھے اور اپنے عقیدت مندوں کو ذکر کرواتے تھے۔ آپ مراقبہ کیا کرتے تھے آپ کافی دیر مراقبے میں رہتے۔ آپ عالم شباب میں جب عبادت و ریاضت کرتے تو اپنے سر کے بالوں کو چھت سے باندھ دیتے تا کہ نیند کا غلبہ ہو تو جھٹکا لگتے ہی بیدار ہو جاؤں۔

آپ میں ایک خاص بات یہ تھی کہ جو زمانے کے ولیوں میں کم پائی جاتی ہے۔ رات کو عبادت کے وقت آپ کا ہر عضو علیحدہ علیحدہ اللہ کا ذکر کرتا تھا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جو دم غافل سو دم کا فر آپ ہر وقت عشق الٰہی میں ڈوبے رہتے۔ آپ کے چہرے پر نور کی شعاعیں برستی تھیں بہت خوبصورت چہرہ تھا۔ (۳۹)

اسلام نے ذکر و فکر کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِا الْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَاتَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ہ (۴۰)

ترجمہ: اپنے رب کی یاد کر اپنے دِل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور بلند آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔

نصرانیت میں سکوت کو ذکر پر ترجیح ہے لیکن اسلام کا تصوف ذکر کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِيْ وَلَاتَكْفُرُوْنِ ہ (۴۱)

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ میرا شکر کرو اور میرا کفر نہ کرو۔

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ہ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ہ هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ہ (۴۲)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔ وہ ایسا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ خدا تم کو تاریکی سے نور کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔

حدیث مبارک: مَنْ عَادَالِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا يَذَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِانَّوَا فِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتَهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهٖ وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ ۔ (۴۳)

ترجمہ: جو شخص میرے ولیوں سے عداوت رکھتا ہے۔ میں اُس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور جن اعمال

کے ذریعے میرا بندہ میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ عبادتیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے محبوب بنالیتا ہوں۔اور جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔اور اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں عطا کرتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے تو پناہ بخشتا ہوں۔حضور اقدس ﷺ نے حضرت اویس قرنیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حضرت اویس تابعین کے سرتاج ہیں۔حضرت اویس قرنیؓ احسان اور عطف کی رو سے تابعین میں بہت اچھے ہیں جس شخص کی تعریف خود رحمت اللعالمین ﷺ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں، میں اس کی تعریف کما حقہ طور پر بیان نہیں کرسکتا۔آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے حضرت اویس قرنیؓ کی شکل کے پیدا کر کے ان کے درمیان حضرت اویس قرنیؓ کو بہشت میں داخل کرے گا۔تاکہ مخلوق اُن کو نہ دیکھ سکے۔سوائے اس شخص کے جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ ان کی زیارت کرلے کیونکہ اویسؓ قرنی نے دنیا میں محض اس لئے چھپ کر عبادت کی کہ دُنیا کا کوئی آدمی اُن کو نیک نہ سمجھے۔اس لئے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا۔کیونکہ اَوْلِیَـائِـي تَحْتَ قَبَائِي وَلَا يَعْرِ فُهُمْ غَيْرِ يْ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک مرد ایسا ہے جس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ میری اُمت کے اتنے گنہگاروں کو قیامت کے دِن بخش دے گا جس قدر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بال ہیں۔آپ ﷺ کے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ شخص کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اویس اُس کا نام قرن میں (جو علاقہ یمن میں ہے) رہتا ہے۔صحابہ کرامؓ کے سوال پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کو باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔صحابہ نے عرض کی آپ ﷺ کا ایسا دوست حاضر خدمت کیوں نہیں ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔کہ دو وجوہات ہیں۔غلبہ حال اور تعظیم شریعت۔اس کی والدہ ضعیف، نابینا اور مومنہ ہے۔وہ شتربانی کر کے اُس کی خدمت بجالاتا ہے۔صحابہؓ نے عرض کی کہ ہم اس کی زیارت کرسکتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔البتہ عمرؓ اور علیؓ اس کو دیکھیں گے۔جب تم اس سے ملو تو میرا اسلام کہنا اور میری اُمت

نے عرض کی کہ میں اس کو جانتا تو نہیں لیکن ایک دیوانہ ساشتر بان ضرور رہتا ہے جو آبادی میں کبھی نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ اُس کے بتائے ہوئے پتہ پر وہاں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ جناب اویسؓ نماز میں مصروف ہیں۔ پاؤں کی آہٹ محسوس کر کے نماز کو کوتاہ کیا اور سلام علیکم کہا۔ جناب فاروقؓ نے جواب سلام عرض کرنے کے بعد آپ سے نام پوچھا۔ آپ نے جواب دیا عبداللہ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہم سب عبد اللہ یعنی خدا کے غلام ہیں اپنا خاص نام ارشاد فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا اویس۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اپنا دایاں ہاتھ دکھائیں۔ تب آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دکھایا۔ جو نشان جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تھا اُس کو دیکھ کر جناب حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ رسول مقبول ﷺ نے آپ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور اپنا مرقع ارسال فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ میری اُمت کے لئے دُعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم مجھ سے بہتر دُعا کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی یہی کام کرتا ہوں آپ حضورؐ کی وصیت بجالائیں۔ اس کے بعد اویسؓ نے کہا کہ حضور ﷺ کا لباس لاؤ تاکہ میں دُعا کروں حضور کا مرقع لے کر سر بسجود ہو گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ میں اُس وقت تک اپنے حبیب ﷺ کا مرقع نہیں پہنوں گا جب تک تو ساری اُمت کو نہ بخش دے۔ آواز آئی چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا۔ آپ نے پھر عرض کی کہ میں سب کو بخشانا چاہتا ہوں۔ اس قیل وقال میں جب سفارش کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ اس دوران حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ قریب گئے حضرت اویسؓ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا: کاش تم لوگ ذرا صبر کرتے تو ساری اُمت کو بخشوا لیتا کیونکہ میں نے رب تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ جب تک تو ساری اُمت کو نہ بخشے گا میں یہ مرقع نہیں پہنوں گا۔ بعد ازاں اویسؓ نے وہ مرقع پہن لیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس لباس کے طفیل قبیلہ بنی ربیعہ اور بنی مضر کی بھیڑوں کے بال برابر اُمت محمد ﷺ کو بخش دیا۔ حضرت اویس قرنیؓ نے رسول پاک ﷺ کی محبت میں جنگ اُحد کے موقع پر حضور اقدس ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے تو آپ نے ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ ڈالے تب قرار آیا۔ بطور اختصار کے لکھا ہے کیونکہ

مقالہ اسکا متحمل نہیں۔(۴۴)

میں قطب ہوں وہ ابدال: پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کو حقے سے اس قدر نفرت تھی کے حقے کا نشہ کرنے والے آدمی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ایک دن آپ موضع چک قاضی ضلع جہلم کی مسجد کے ساتھ حجرے میں قیام پذیر تھے کہ فرمانے لگے ایک نیا حقہ، تازہ تمبا کو کے ساتھ تیار کر کے لایا جائے۔عقیدت مند حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ بہر حال حسب حکم حقہ مسجد سے باہر ''برنے'' کے درخت کے پاس رکھ دیا گیا۔اور دودھ کا پیالہ آپ بھی درخت کے سائے میں باادب کھڑے ہوگئے۔اتنے میں موٹی اور سرخ آنکھوں اور بکھرے بالوں والا دراز قد، سیاہ رنگ کا ایک شخص آیا اور سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا اور تھوڑا سا دودھ پیا۔پیر محمد لطف شاہ صاحب ہاتھ باندھے باادب ان کے پاس کھڑے رہے تھوڑی دیر بعد وہ فقیر اُٹھ کر اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا آپ پھر اُن کے پیچھے الوداع کرنے چل پڑے تھوڑی دور جا کر فقیر نے ہاتھ کے اشارے سے آپ کو واپس جانے کو کہا۔

ادب کا مقام: آپ الٹے پاؤں واپس چل پڑے جب فقیر نظروں سے اوجھل ہوا تب آپ نے سیدھا چلنا شروع کیا واپس مسجد میں پہنچے تو ایک مرید نے جرأت کی اور آپ سے عرض کی کہ ایک تو آپ کو حقے سے نفرت تھی آپ نے حقہ تیار کروایا دوسرا اس فقیر کے متعلق کچھ فرمائیں۔آپ نے فرمایا کہ یہ ظہر کی نماز پڑھ کر دہلی سے چلے ہیں راستے میں کسی کے پاس نہیں ٹھہرے یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ چند ساعت کے لئے مجھے شرف زیارت وملاقات بخشی اُنہوں نے عصر کی نماز سرینگر میں ادا کرنی ہے۔پھر آپ نے فرمایا میں قطب ہوں اور وہ ابدال۔

محمد لطف شاہ قطب ہوگیا: ایک دن حضرت صاحبزادہ نواب علیؒ جنڈ مہلماں شریف تحصیل گجر خان ضلع راولپنڈی، موضع گڈاری ضلع جہلم مہر خان کے ہاں تشریف فرما تھے۔چونکہ صاحبزادہ نواب علی صاحب پیر محمد لطف شاہ کے پیر بھائی اور دوست تھے اور عقیدت رکھتے تھے آدھی رات کو اُٹھ کر بلند آواز سے کہنے لگے لطف شاہ قطب ہوگیا ہے۔مہر خان نے عرض کی آپ کو آدھی رات کو لطف شاہ جیؒ کہاں سے قطب نظر آنے لگے صاحبزادہ صاحب پر اس وقت وجدان طاری تھا۔آپ فرمانے لگے کاش جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تیری آنکھیں بھی میری طرح ہوتیں تو تو بھی دیکھ لیتا۔اللہ تعالیٰ کے ولی کی نگاہ حد نظر تک محدود نہیں ہوتی بلکہ کئی میل دور بھی دیکھ سکتی ہیں۔(۴۵)

اولیا اللہ کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

أَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآ ءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۴۶)

ترجمہ: سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْ اسَلٰمًا ہ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ہ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ہ (۴۷)

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں اور راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں۔ اور دُعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

اولیاء اللہ کی شناخت: شیخ ابوعبداللہ سالمی سے دریافت کیا گیا کہ مخلوق میں اولیاء اللہ کو کیسے پہچان سکتے ہیں (ان کی شناخت کس طرح ہوسکتی ہے) انہوں نے فرمایا کہ ان کی علامات یہ ہیں کہ زبان میں نرمی ہو حسن اخلاق ہو، خندہ پیشانی ہو، نفس کا سخی ہو، اعتراض کم کرے اور جو شخص اس سے عذر کرے اس کے عذر کو قبول کرے۔ تمام مخلوق پر شفیق ہو، خواہ ان میں نیک ہوں یا بد۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کسی کے احسان پر نظر رکھنا دوستی کی کلید ہے۔ (۴۸)

فضائل اولیاء وفقراء قرآن میں: ارشاد رب العالمین ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ط ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ہ (۴۹)

ترجمہ: تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین ہیں۔ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں اور یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ہ (۵۰)

ترجمہ: بیشک جو میرے خاص بندے ہیں اُن پر تجھے کچھ غلبہ نہیں۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ہ (۵۱)

رکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔

رِجَالٌ صَدَقُوْ مَاعَا هَدُوا اللّٰه عَلَيْهِ ہ (۵۲)

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا۔

علم دیتے ہیں نور دیتے ہیں — اور قلبی سرور دیتے ہیں
اولیاء اپنے ہم نشینوں کو — عشقِ ربِّ غفور دیتے ہیں (۵۳)

حضرت پیر سید لطف شاہؒ کی بزرگی اور ولایت کے چرچے پورے علاقے میں ہو گئے اور لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے اور فیضیاب ہو کر لوٹتے تھے۔(۵۴)

ولی اللہ دے بھانڈا اتنک کے پاندے خیر حضوروں — جیہڑا پاک غروروں خالی سو پُر کردے نوروں (۵۵)

حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ ہر دکھ تکلیف کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیتے تھے اس پر علامہ اقبالؒ نے فرمایا شریعت وطریقت کی رو سے مومن پر لازم ہے کہ تسلیم ورضا اختیار کرے۔ جو کچھ اس پر گزرے اور اچھی بری جو حالت بھی ہو اُس کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرے۔ مگر اس کے ساتھ عمل کو نہ جانے دے۔ ہر وقت مقصد کی جستجو میں سرگرم رہے۔(۵۶) حضرت پیر سید محمد لطف شاہ نقشبندی مجددی قطب کے مقام پر فائز تھے۔ اولیاء اللہ کے دِل نور مشاہدۂ جمال باکمال ومکاشفۂ جلال لایزال سے منور، روشن اور تاباں ہیں وہ ''آتشِ شوق تیز تر گردد'' کا مصداق ہیں۔ وہ مشعل نور ہیں۔ وہ تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے والے ہیں وہ سوز وسازِ عشق ومحبت، خلوص و اخلاص، صدق وصفا، لطف وعطا، جود وسخا، مہر ووفا، حب وولا کا پیکر ہیں۔ خلوص اُن کا ہتھیار ہے، اخلاق اُن کی ڈھال ہے، صدق اُن کی تلوار ہے۔ عشق اُن کا تیر ہے، تحمل اُن کا شعار ہے، توکل وقناعت کی دولت اُن کے پاس بے شمار ہے، ان کے قانون حیات کے تمام باب، اور ہر باب کی تمام دفعات کا مقصد اور منشاء ایک ایسے سماج کی تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات وخوبیوں کو ممتاز ونمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت، انسانیت، خدمت ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم ورضا کی بالا دستی کارفرما نظر آتی ہو۔(۵۷)

صوفیا کے اقوال: اول وہ علم جو اللہ کی طرف سے حاصل ہو (دوم) وہ علم جو اللہ کی معیت میں حاصل ہو، (سوم) وہ

علم جو خود اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کے متعلق ہو۔ علم باللہ وہ معرفت الٰہی ہے کہ تمام ابنیاء و اولیاء نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو اُسی کے ذریعہ پہچانا ہے اور علم من اللہ علم شریعت ہے جو اُس کی طرف سے ہم کو نیک اعمال کا حکم دیتا اور ان کو بجالانے کو ہم پر لازم کرتا ہے۔ اور علم مع اللہ طریق حق اور قرب الٰہی کے مقامات اور اولیاء کے درجات بیان کرنے کا علم ہے۔ پس معرفت الٰہی شریعت کو قبول کئے بغیر اور شریعت پر عمل کئے بغیر صحیح نہیں ہو سکتی۔ (۵۸)

بعض اصطلاحیں: صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دِل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصولِ شرع اور سنت رسول ﷺ پر قائم رہے۔

ابن الوقت: وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واردات سے مغلوب الحال ہو جائے اسرار کا اظہار کر دے۔

ابدال: اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل وصورت میں تبدیل کر سکتی ہو ان کی تعداد سات ہوتی ہے دنیا کے ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا اُن میں ایک قطب ہوتا ہے۔ پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی قطب تھے۔

نقباء: اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے۔ ان نقبا کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

اہل ارشاد: وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپرد مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح و تربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے۔ ان اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے۔ وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے۔

ولی: ولی وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات وصفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو، چونکہ پیر سید محمد لطف شاہؒ قطب کے مقام پر فائز تھے اور آپؒ میں یہ صفات موجود تھیں۔ (۵۹)

تشبیہ صورت اولیاء وصورت کلام اولیاء بصورت عصائے موسیٰؑ وصورتِ فسونِ عیسیٰؑ ۔ (۶۰)

ترجمہ: اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ کے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے دم کی صورت سے تشبیہ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰؑ کا پھونک مارنا سمجھو جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن اُن کے باطنی کمال واوصاف حیرت انگیز تھے۔

چوں تو خواہی ہمنشینے باخدا   اونشیند تو در حضور اولیاء(٦١)

ترجمہ: اگر تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے تو جا۔ اور اولیائے کرام کی صحبت اختیار کر۔

سارے جہاں کا دکھڑا مجذوب رو چکا ہے   اب اس پر فضل کرنا یا رب ہے کام تیرا۔(٦٢)

ترجمہ: یہ اولیاء پاک ہیں جن کی آہیں اور ان کا سلام و پیام مسلسل عرش اور رب العرش سے رابطہ قائم کیئے ہوئے ہیں، خاموش بیٹھے ہیں مگر ان کے دِل مولیٰ تک اپنے نعرہ عشق پہنچا رہے ہیں۔

حدیث پاک: رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ . (٦٣)

ترجمہ: میری اُمت میں کچھ ایسے فقیر، درویش بھی ہوں گے جن کی ظاہری حالت خستہ ہو گی لوگ اُن کو اپنے دروازوں سے ٹھکرائیں گے لیکن اللہ پاک کے وہ اتنے پیارے ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ پاک ان کی قسم کو ضرور پورا فرمائیں گے۔

علم لدنی: اللہ تعالیٰ نے صوفیاء کو انبیاء کے بعد سب سے مقرب بنایا اپنے اور تمام بندوں پر انہیں فضیلت عطا کی، اُمت محمدیہ میں ان کے قلوب کو اپنے اسرار و معارف کا مرکز قرار دیا انہیں برکات و انوار کے ساتھ خصوصیات بخشی بشری کدورتوں سے پاک اور منزہ کر کے انہیں مشاہدات کے بلند میناروں پر بٹھایا انہیں ہر وقت لطف حضوری سے نوازا اُنہیں آداب عبودیت کی توفیق مرحمت فرمائی۔

جو خدا کے ہیں خدائی پہ ہے اُن کی شاہی   سب اُنہی کا ہے جو ہر طرح خدا والے ہیں

کوئی محروم بھلا شانِ ولی کیا جانے   پردے آنکھوں پہ ہیں اور دِل پہ لگے تالے ہیں(٦٤)

ولی کی کیفیت عجوبہ: ولی اللہ ہمیشہ اپنے حال کو چھپاتا ہے تمام مخلوق اُس کی ولایت کی باتیں کرتی ہے۔(٦٥)

اللہ کے ولی غیر اللہ نہیں ہوتے بلکہ وہ اللہ کے محبوب ہیں اور محبوب غیر نہیں ہوا کرتا اللہ نے ہم کو اُن کا راستہ بتایا اور اُن کے راستہ کو اپنا راستہ بتایا۔ جب تک سنت نبوی ﷺ کی پیروی پر دِل راضی نہ ہو مسلمان کامل نہیں ہوتا اپنی ہر بات کو اللہ تعالیٰ اور حبیب کریم ﷺ کی رضا کے تابع رکھنا چاہئے تا کہ رضا کی برکت حاصل ہو۔ محبت بھی ضروری ہے اور اطاعت بھی ضروری ہے بغیر اس کے نہ فلاح ہے اور نہ نجات۔ کسی صورت میں اللہ کی مخلوق کی دل آزاری نہ کرنی چاہئے خصوصاً اہل خانہ کی، دِل اللہ کا ہمسایہ ہے ہمسایہ کو ستایا نہیں جاتا بلکہ اُس کی خیر خواہی کی جاتی ہے۔(٦٦)

اولیاء اللہ ذکر اسم ذات، مجاہدات اور تخریب بدن کے ذریعہ سے تلوثاتِ بشری اور محسوسات جسمانی کو فنا کر کے اللہ جل شانہٗ کے ساتھ معیت حاصل کی اور سلوک کے ان راستوں کو جن طریقوں سے طے کیا، وہی اپنے مریدوں اور دوسرے طالبان حق کے لئے تجویز کئے، چنانچہ مختلف اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور مشائخ عالی مقام نے اپنے اپنے زاویہ فکر کے مطابق رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے جس سے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ (٦٧)

پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کے معمولات روز و شب ریاضت و عبادت: آپؒ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد الٰہی میں گزرا۔ سفر و حضر، بیماری و صحت میں شب و روز کے معمولات میں کبھی کمی نہ آئی۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جس قدر زیادہ تھا اُسی قدر یاد الٰہی میں آپ کی مشغولیت زیادہ تھی۔ معمول کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

فجر کی نماز: نماز فجر سے اشراق تک اپنے حجرے میں یاد الٰہی میں مصروف رہتے اشراق کی نماز کے بعد مریدوں سے ملاقات کرتے۔ آپ کچھ دیر مراقبہ میں بھی رہتے۔ آپ کا انداز بیان انتہائی موثر اور گفتگو شیریں ہوتی تھی دوران گفتگو دوسروں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اشکال کو بھی یوں بیان کر جاتے کہ سننے والا محسوس کر لیتا کہ اس کے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے۔ دوپہر کے وقت حاضرین کے لئے جو حاضر خدمت لنگر میں ہوتا اُن کے ساتھ مل کر خود بھی تناول فرماتے اور ارادت مندوں کو بھی کھلاتے اور پھر قیلولہ کے لئے حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اس طرح سنت نبوی ﷺ کی پابندی فرماتے۔ سنت قیلولہ کی اہمیت کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب ۱۱۴ میں لکھتے ہیں۔ دوپہر کا قیلولہ جو متابعت کی نیت سے ہو کروڑ ہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔ (٦٨)

نماز ظہر: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کا اکثر معمول تھا کہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر حاضرین سے ملتے اور فرداً فرداً سب کی مزاج پرسی کرتے اور کھانے کے متعلق دریافت کرتے اگر کسی نے کھانا نہ کھایا ہوتو اس کو کھانا کھلاتے۔ اس مجلس میں بزرگان دین کے حالات و واقعات بیان فرماتے اور حاضرین کی اصلاح فرماتے۔ حاضرین فیضان مرشد کا اثر واضح محسوس کرتے۔

نماز عصر: آپؒ نماز عصر ادا کرنے کے بعد اپنے حجرے میں چلے جاتے اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ نماز مغرب تک کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔

نمازِ عشاء: آپؒ نمازِ عشاء باجماعت ادا کرتے وتر بھی عشا کے وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے اور کبھی نمازِ تہجد کے وقت ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہوکر مریدوں اور عقیدت مندوں کی اصلاح فرماتے۔ آخر میں دُعا فرماتے۔ اس کے بعد حسبِ توفیق لنگر میں جو ہوتا سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ جمعرات کے روز محفلِ ذکرِ خواجگان منعقد ہوتی جس میں ذکرِ پاک کے بعد دُعا فرمائی جاتی۔ آپ کے شب و روز کا یہی معمول تھا۔ ساری زندگی باجماعت نماز کا اہتمام فرمایا اور عقیدت مندوں کو بھی باجماعت نماز کی تلقین فرماتے، مراقبہ اسمِ ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کی تاکید فرماتے۔ آخری ایام میں بھی نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔

ماہِ صیام: آپؒ رمضان المبارک کی فضیلت کے پیشِ نظر اس کی آمد کا بے تابی سے انتظار کرتے۔ لنگر کا خصوصی انتظام ہوتا۔ کثرت سے تلاوت قرآن مجید کرتے۔ ستائیسویں شب کو محفلِ شبینہ کا اہتمام ہوتا روزہ کسی حالت میں بھی قضا نہ کرتے۔ (۶۹)

اوصافِ حمیدہ: جو لوگ زندگی کی قدر کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کو بکھرنے نہیں دیتے بلکہ ایک اصول اور قائدے کا پابند بنا لیتے ہیں۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ جیؒ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی زندگی اور وقت کی بہت قدر فرماتے تھے۔

لنگر و مہمان نوازی: آپؒ کا مستقل قیام کہیں بھی نہیں رہا ہے عارضی قیام ہونے کے باوجود آپ مہمانوں کے کھانے پینے کے لئے لنگر کا انتظام فرماتے۔ جوں ہی کوئی عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کھانے کے متعلق پوچھتے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے مہمانوں کے میزبانی فرماتے ہوئے روٹی سالن، پانی کا خیال رکھتے۔ الحمدللہ آپ کا جاری کردہ لنگر آج بھی اسی طرح جاری وساری ہے۔

خوش اخلاقی: آپ کا اخلاق اعلیٰ تھا جس سے لوگ بے حد متاثر تھے۔ آپ دوسروں کو بھی خوش اخلاقی کی تلقین فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے جو کام میٹھے بول کر سکتے ہیں۔ وہ ہتھیار بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نرم کلام، نرم مزاج، نرم خو اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ اللہ کے ولی کی ہر ادا، ادائے مصطفیٰ ہوتی ہے۔ چنانچہ خوش اخلاقی سے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ پر مکمل عمل پیرا تھے۔ (۷۰)

اخلاق کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ ہیں مگر یہاں دو حدیث پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

حدیث پاک: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ ۔ (۷۱)

ترجمہ: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ برگزیدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔

حدیث پاک: اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ . (۷۲)

ترجمہ: اے اللہ آپ نے میری پیدائش بہتر فرمائی میرے اخلاق بھی بہتر فرمادے۔

سخاوت: حضرت پیر محمد لطف شاہؒ بہت ہی سخی تھے۔ آپ کی سخاوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ جو آتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے۔ مخلوق خدا کی خدمت اور فلاح پر خرچ کرکے آپ بے حد خوش ہوتے۔ آپ جس قدر اللہ کی راہ میں خرچ فرماتے اسی قدر مال و دولت منجانب اللہ عطا ہوتا۔ (۷۳)

حدیث مبارکہ: اَعْطُوْا لْاَ جِیْرَ اَجْرَ هٗ قَبْلَ اَنْ تَّجِفَّ عَرَقَهٗ (۷۴)

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردی جائے۔

مزدور کی مزدوری کا خیال: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ اس حدیث مبارک کے مصداق تھے۔ شاہ جی صاحبؒ نے مختلف مقامات پر کنویں، تالاب، مساجد، حجرے تعمیر کروائے۔ آپ مزدور کی مزدوری ہمیشہ بروقت ادا فرماتے۔ آپ نے جہاں پر بھی فلاحی اور رفاہی ادارے تعمیر کرائے مزدوروں کو مزدوری دینے کے لئے خود تشریف لے جاتے اور اُنہیں بروقت اُجرت ادا فرماتے حالانکہ آپ کے عقیدت مند آپ سے عرض کرتے راستہ مشکل ہے پیدل سفر طے کرنا ہے آپ نہ جائیں ہم دے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کام میں نے لیا ہے مزدوری بھی میں ادا کرنے جاؤں گا۔ اگر مزدوری میں کمی بیشی رہ گئی تو کل قیامت کے دن مجھ سے ہی باز پرس ہوگی۔ (۷۵)

جود وسخا اور اسراف سے اجتناب: آپؒ جود وسخا کے پیکر تھے۔ آپؒ مریدین اور ارادت مندوں سے اول تو نذر قبول ہی نہیں کرتے تھے اگر قبول فرماہی لیتے تو بہتر انداز میں واپس لٹادیتے۔ علماء کی قدر کرتے اور کبھی خالی ہاتھ واپس نہ کرتے، غرباء، مساکین اور حاجتمندوں کی دِل کھول کر امداد فرماتے آپ کا ذریعہ معاش کوئی نہیں تھا بلکہ کشائش امور اور صفائے باطنی اور اصلاح احوال مقصود تھا۔ مصیبت زدہ کو دیکھ کر آبدیدہ ہوجاتے اور اُس کے لئے دُعا فرماتے اور اُسے توبہ و ذکر کی تلقین فرماتے اور کثرت سے تسلی دیتے یہاں تک کہ بے چین کو چین آجاتا۔ قیمتی کپڑے اور پر تکلف کھانے سے اجتناب فرماتے اور عقیدت مندوں کو اس قسم کے اسراف سے بچنے کا درس دیتے

اور فرماتے فضول خرچی مت کرو آپ نے فرمایا کہ اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ آپؒ اعتدال و میانہ روی اور سادگی کو نہ صرف پسند فرماتے بلکہ اس کی تاکید فرماتے۔

مریدین اور بچوں سے شفقت: آپؒ نہایت رحم دل اور شفیق تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اُس کی مالی، اخلاقی اور روحانی امداد فرماتے غریب اور مفلوک الحال ارادت مندوں اور مریدین پر مہربانی فرماتے اور ان کی خاطر خواہ دلجوئی فرماتے۔ آپ خاص طور پر چھوٹے بچوں سے بہت پیار کرتے خوش ہوتے اور چھوٹے میاں کہہ کر پکارتے آپ فرماتے حضور نبی ﷺ بچوں سے بڑی شفقت فرماتے مجھے بھی یہ سنت مطہرہ بڑی عزیز ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ بچے پھول ہیں پتہ نہیں ان میں سے کون سا عطر بن جائے۔ آپ بچوں کے لئے خصوصی دُعا فرماتے اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

تبلیغ وارشاد کا اثر: آپ نے کبھی وعظ وتقریر نہیں کی بلکہ آپ کی گفتگو میں اتنی مٹھاس تھی کہ سننے والا آپ کا گرویدہ ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا۔ (۷۶)

کرامات و اِثباتِ کراماتِ اولیاء: اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً ثابت ہے۔ عقلی جواز کے لئے یہی کافی ہے کہ کرامت ممکنات میں سے ایک ممکن شئی ہے، محال نہیں، اور ہر ممکن خدا کی قدرت کے تحت ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے یہی اہلسنت کے مشائخ، عرفا، متکلمین، اہل اصول، فقہا اور محدثین سب کا مذہب ہے۔ اس پر مشرق ومغرب عرب وعجم میں پھیلی ہوئی ان کی تصانیف شاہد ہیں۔ پھر اہل سنت کے جمہور ائمہ محققین کا صحیح مختار مذہب یہ ہے کہ جو کام بھی کسی نبی ﷺ کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے وہ ولی اللہ کے ذریعہ بطور کرامت صادر ہو سکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور کفار کو مقابلہ چیلنج ہوتا ہے اور کرامت کے ساتھ یہ نہیں ہوتا۔ اس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پھر ولی پر قرآن جیسی مقدس کتاب بھی آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ لازم ہے۔ اور ولی کے ہاتھ پر جو بھی خارقِ عادت اللہ کی طرف سے ظاہر ہوگا۔ اس کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ اس فرق کی وجہ سے کرامت اور معجزہ کے درمیان التباس واشتباہ نہ ہو سکے گا۔ اس لئے کہ معجزہ کے ساتھ چیلنج ہوتا ہے اور نبی ﷺ اس کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ ولی اپنی کرامت کو چھپاتا اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ اظہار اس وقت کرتا ہے جب ضرورت ہو، یا اسے اس کی

اجازت ملی ہو، یا غلبہ حال طاری ہو جس میں وہ بے قابو ہو، یا کسی مرید کے یقین کی تقویت مقصود ہو۔ ایسے مواقع پر اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسے

۱۔ اولیاء اللہ میں سے بعض نے فضا میں ہاتھ اُٹھایا جس میں شہد آ گیا۔ جو انہوں نے ایک مرید کو کھلایا۔

۲۔ ایک شیخ کامل نے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنے مرید کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرادی۔

۳۔ ایک عارف حق نے ایک منکر کرامت کو کعبہ کا طواف کرتے دکھایا۔ (۷۷)

کتاب اللہ اور اثبات کرامات: کتاب وسنت میں ثبوت کرامت کی متعدد دلیلیں موجود ہیں۔

۱. كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا ذَكَرِ يَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَ هَارِزْ قًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآ ءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ (۷۸)

ترجمہ: جب زکریا محراب میں آتے تو مریم کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے اے مریم! یہ کہاں سے آیا تو مریم فرماتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے۔

مفسرین کا بیان کہ حضرت مریم کو جو پھل انعام خداوندی سے دیئے جاتے تھے وہ بے موسم ہوتے۔ یعنی جس زمانہ میں جو پھل نہیں ہوتا وہ انہیں ملتا۔

۲۔ انہی کے واقعہ میں ہے۔

وَهُزِّیْ اِلَيْكِ بِجِزْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا . (۷۹)

ترجمہ: اور (اے مریم) تو کھجور کی شاخ کو جنبش دے یہ تجھ پر تروتازہ پھل گرائے گی۔ تفسیروں میں ہے کہ وہ زمانہ کھجوروں کے پھل دینے کا نہیں تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے اس درخت کو پھلدار کر دیا۔ یقیناً یہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

سنت اور اِثبات کرامت: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر ایک مہمان آیا انہوں نے مہمان کو جو کھانا پیش کیا ایک طرف وہ تناول کرتا تھا دوسری طرف نیچے سے اس میں اضافہ ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ مہمان اور تمام اہل خانہ نے کھالیا اور حضرت صدیقؓ کی اہلیہ نے کہا، کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔

۱۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا گزشتہ اُمتوں میں صاحب الہام ہوتے تھے۔ میری اُمت کے اندر عمرؓ الہام ہیں۔

۲۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ، کو حضرت عمر فاروقؓ نے لشکر مجاہدین کا سردار بنا کر نہاوند بھیجا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ساریہؓ عقب سے غافل تھے جہاں سے دشمن گھات میں تھا۔ یہاں مدینہ طیبہ میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق خطبہ جمعہ کے دوران پکارتے ہیں۔ یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل، (اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار) حضرت عمر کی یہ آواز حضرت ساریہ نے سنی اور دشمن اپنی چال میں ناکام رہا۔ اس سے حضرت عمرؓ کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک اتنی دور سے لشکر کا حال دیکھنا۔ دوسرے مدینہ سے اتنی دور آواز پہنچانا۔

۳۔ صحابہ کے دور میں ایک شیر لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ گیا حضرت ابن عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لے گئے اور شیر سے فرمایا کہ راستہ سے ہٹ جا، شیر نے دم ہلائی اور چلا گیا۔

کرامت اور سحر کا فرق: سحر تو فاسق، فاجر، بددین، کافر، کتاب وسنت کے مخالفین سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ظہور کرامت صرف اولیاء اللہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور اولیاء اللہ احکام دین اور آداب شریعہ پر عمل کر کے سلسلہ میں بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ (۸۰)

کرامات کی حقیقت: اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی کرامات دراصل اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے اور بندوں کی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا اظہار ہیں۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کی اکثر کرامات کا اظہار مختلف محفلوں میں ہوا ہے۔ آپؒ کی کرامات کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ ان میں سے چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

راجہ محمد حسن خان کی بینائی لوٹ آئی: راجہ محمد حسن خان موضع رواتڑہ شریف ضلع جہلم آپؒ کے جانثار عقیدت مندوں میں سے تھے۔ اعتقاد اس قدر کہ جب کبھی بیمار ہوتے تو دربار سے مٹی خاک شفا سمجھ کر لے آتے اور اسی سے شفا پاتے۔ بابا حسن کی آنکھ میں موتیا کی وجہ سے نظر ختم ہوگئی تو گھر والوں نے کہا کہ بابا جی اب تو ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے گا کیونکہ موتیا تو بغیر آپریشن کے ٹھیک نہیں ہوگا۔ بابا جی کا یقین کامل تھا گھر والوں کو کہا کہ شاہ جی صاحب کے دربار سے ملحق پھلائی کے درخت کے پتے لا کر ان پتوں کا پانی نکال کر میری آنکھوں میں ڈالو۔ گھر والوں نے ایسے ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے سے نسبت رکھنے والے پھلائی کے درخت کے پتوں کا پانی بابا حسن کی آنکھوں کے لئے نور بنا دیا۔ آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ کو ایسی روشنی ملی کہ بابا حسن پھر سے بغیر عینک قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے قابل ہو گئے اور آخر وقت تک بغیر کسی چشمے کے اللہ تعالیٰ کی پاک کلام

قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ آپ اکثر کہتے تھے کہ یہ سب میرے مرشد کریم پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی دُعاؤں کے صدقے ہے۔ آپؒ کی آخری آرام گاہ بھی مرشد پاک کے قدموں میں ہے۔ (۸۱)

نمازی کی جان بچالی: آپؒ موضع قاضی چک ضلع جہلم کی مسجد سے ملحق آستانہ عالیہ میں اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کے ہمراہ رونق افروز تھے۔ میاں عبدالرحیم موضع چک دریا تحصیل و ضلع جہلم آپؒ کی خدمت عالیہ میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی شاہ جی صاحب فرمانے لگے میاں جی آپ اسی وقت ساگری جائیں اور موضع ساگری ضلع جہلم کی جامع مسجد کے کوزے (وضو کیلئے مٹی کے بنے ہوئے لوٹے) توڑ دیں۔ لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی۔ چک قاضی سے ساگری طویل پیدل سفر طے کر کے ظہر سے قبل پہنچے اور ساگری کی جامع مسجد کے کوزے توڑنے شروع کئے ایک کوزے کو توڑا پھر دوسرے کوزے کو پھر جب تیسرے کوزے کو توڑا تو اس میں کالا ناگ نکلا جسے انہوں نے فوراً مار ڈالا اور دل میں خیال آیا کہ قبلہ شاہ جی صاحبؒ نے مجھے اس لئے بھیجا تھا کہ شاید سانپ کسی نمازی کو ڈس نہ لے اور باقی کوزوں کو اندازہ لگایا کہ سب خالی ہیں اور انہیں توڑا نہیں۔ میاں عبد الرحیم صاحب فوراً واپس آئے راستہ میں کسی سے ذکر نہیں کیا جونہی سامنے آئے تو شاہ صاحب دیکھتے ہی فرمانے لگے میاں جی شکر ہے آپ سانپ مار آئے ورنہ یہ موزی کسی نمازی کی جان لے لیتا۔ تکلیف تو آپ کو ہوئی ہو گی مگر یہ بھی ایک نیکی کا کام تھا۔ (۸۲)

جنات پر تصرف: آپؒ کے متعلق مشہور تھا کہ جنات بھی آپ کے مرید ہیں۔ شاہ جی صاحبؒ کے خادم حافظ امام دین صاحبؒ نے ایک دِن شاہ جی صاحبؒ کو مٹی کے لوٹے سے وضو کرواتے ہوئے عرض کی حضرت جی سنا ہے جنات بھی آپ کے مرید ہیں آپؒ نے فرمایا حافظ صاحب لوٹا چھوڑ دیں۔ حافظ صاحب نے لوٹا چھوڑ دیا لوٹا نیچے گرنے کے بجائے اسی حالت میں خود بخود وضو کروانے لگا۔ شاہ جی صاحب وضو سے فارغ ہونے کے بعد حافظ صاحب سے فرمایا آپ نے جو سنا ہے وہ سچ سنا ہے۔ پہلے تو آپ نے سنا تھا اب تو دیکھ بھی لیا ہے۔ (۸۳)

مٹی سے بو: موضع ساگری ضلع جہلم کے چوہدری نیک محمد کو سات سال کی عمر میں مٹی کی عادت پڑ گئی۔ چوہدری نیک محمد کے والد انہیں حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ یہ بچہ مٹی بہت کھاتا ہے دُعا فرمائیں کہ یہ میرے بیٹے کی عادت ختم ہو جائے۔ شاہ جی صاحب نے دم کیا اور کہا بیٹا آئندہ مٹی نہ کھانا۔ اس

طرح شاہ جی صاحب سے منع کرنے اور دم کی وجہ سے بچے نے مٹی کھانا چھوڑ دی۔ اگر بچہ مٹی کھانے کی نیت سے اُٹھائے تو اسے عجیب سی بدبو محسوس ہوتی ویسے مٹی اٹھانے سے اُسے بدبو نہ آتی۔ اس طرح مٹی کھانے کی عادت ہمیشہ کیلئے جاتی رہی۔ (۸۴)

جانوروں پر تصرف: کیپٹن محمد اعظم موضع ساگری ضلع جہلم نے بتایا کہ ہمارے گاؤں کے ایک آدمی کی بھینس وقت پر دودھ نہیں دیتی تھی وہ آدمی قبلہ شاہ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری بھینس تازہ شیر دار ہوئی ہے اور وقت پر دودھ نہیں دیتی۔ شاہ جی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسے کھانے کے لئے کچھ دیتے ہو۔ جی ہاں چارہ ونڈہ گھاس وغیرہ خوب دیتا ہوں۔ قبلہ شاہ جی صاحب نے اُس آدمی سے کہا جاؤ اور اپنی بھینس کے کان میں یہ کہہ دو کہ اگر تو ہمارا حق کھا کر ہمارا حق ادا نہیں کرتی تو کل قیامت کے دِن غدّاروں کے ٹولے میں کھڑی ہو گی۔ اس کے بعد اُس آدمی نے اُسی طرح بھینس کے کان میں وہی الفاظ دھرائے۔ قدرت خدا کی دیکھیئے کہ اُس دِن سے بھینس نے وقت پر دودھ دینا شروع کیا اور سال بھر یہ بھینس اُس آدمی کے پاس رہی اور وقت پر دودھ دیتی رہی۔ (۸۵)

آپ کا تعویز اور بارش: آپؒ موضع چک قاضی ضلع جہلم کی مسجد سے ملحق حجرے میں تشریف فرما تھے۔ اُن دنوں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ آپؒ کے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضرت بارش نہیں ہو رہی ہے بادل آتے ہیں اور بن برسے چلے جاتے ہیں۔ لوگ سخت پریشان ہیں۔ پینے کا پانی ختم ہونے کو ہے، مویشی پیاسے پھر رہے ہیں، فصلیں تباہ ہو رہی ہیں، دُعا فرمائیں اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے بارش عنایت فرمائے۔ آپؒ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ نے اپنے عقیدت مند کو تعویز دیا کہ درخت کی چوٹی پر باندھ دو۔ حسب حکم تعویز درخت کی چوٹی پر باندھ کر آدمی جب نیچے اُترا تو اس کے کپڑے بارش سے گیلے ہو چکے تھے۔ اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ لوگوں کے مکان گرنے شروع ہو گئے۔ لوگ پھر شاہ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے شاہ صاحب دُعا فرمائیں بارش رک جائے۔ فرمایا تعویز اُتار دو بارش رک جائے گی۔ تعویز درخت سے اُتارتے ہی بارش تھم گئی۔ (۸۶)

رزق دینے والے نے رزق بھی دیا عزت بھی دی: مرزا مست خان ڈھوک طمہ، موضع پنڈوڑی ضلع جہلم کے گھر جب صوبیدار مرزا گکھڑ خان کی پیدائش ہوئی تو پنڈوڑی کے دسوندی نامی شخص نے حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ

کی خدمت میں حاضر ہو کر از راہِ مذاق عرض کی کہ حضرت مبارک ہو، آپ کے فلاں مرید کے گھر ایک اور بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپؒ نے خیر مبارک کہا۔ اس شخص نے بات کو بڑھاتے ہوئے مزید کہا حضرت یہ لوگ غریب ہیں کیا کریں گے پہلے ہی بڑی مشکل سے گزر بسر کر رہے ہیں اور کبھی کبھی فاقوں کی نوبت آجاتی ہے۔ اولاد کو کیا کھلائیں گے۔ یہ سنتے ہی آپ جلال میں آگئے اور فرمانے لگے کیا رازق کے پاس رزق کی کمی ہے؟ بچہ ابھی پیدائش کے مراحل میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کیلئے رزق کا بندوبست فرمادیتے ہیں۔ تم کہتے ہو کیا کریں گے یہ نوکری چاکری کریں گے ان میں سے کوئی نائب صوبیدار ہوگا کوئی صوبیدار ہوگا کوئی کپتان ہوگا، کوئی میجر، کوئی کرنل اور کوئی برگیڈیر۔ وہ عزت بھی پائیں گے اور رزق بھی۔ لوگوں نے دیکھا اس خاندان کے لوگوں نے عزت بھی پائی اور رزق بھی پایا اور آپؒ کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی بات اللہ نے پوری کی اور شاہ جی صاحبؒ کی دُعا کا اثر ابھی تک جاری وساری ہے۔ (۸۷)

حضرت پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کا عصاء مبارک: آپ کو دُنیا فانی سے وصال ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ آپؒ کا عصاء مبارک جانشین اربعہ حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ جی صاحب دام برکاتہ عالیہ کے پاس موجود ہے۔ لکڑی کے اس عصا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ لطف شاہ جی صاحب کی زینت بنا۔ اس طرح عصاء مبارک کو اللہ تعالیٰ کے ولی سے نسبت رہی ہے۔ نسبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام کی ہر نشانی کسی نہ کسی حوالے سے خوبی رکھتی ہے۔ پیر سید محمد لطف شاہؒ کے عصاء مبارک میں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ حلال پالتوں جانوروں کے وبائی امراض میں شفا بخشتا ہے۔ جب جانور وبائی امراض سے مرنا شروع ہو جائیں کوئی دوا اثر نہ کرے تو متاثرہ گاؤں کے لوگ مقرر کردہ وقت اور جگہ پر اپنے اپنے جانوروں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب تمام جانوروں کے گرد عصاء مبارک سے گول دائرہ بناتے اور کلام پاک پڑھتے ہوئے تین چکر لگاتے ہیں۔ آخر میں ایک پاک چادر میں قرآن پاک کو باندھ کر دو آدمی اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر کسی موزوں جگہ پر کھڑے ہو جاتے اور جانوروں کو قرآن پاک کے نیچے سے گزارتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے سے نسبت رکھنے والے عصاء سے جانوروں کو شفا بخشتا ہے۔ (۸۸)

ساگری سے گھر: پیر سید محمد لطف شاہؒ کی صحت وحالت کو دیکھتے ہوئے آپ کے عزیز و اقارب نے آپ کو اپنے آبائی

گاؤں موضع رواتڑہ شریف آنے کا مشورہ دیا جو آپ نے قبول فرمالیا اس طرح آپ اپنے آبائی گاؤں رواتڑہ شریف تشریف لے آئے۔

کاش اللہ کی یاد میں خون پانی بن جاتا: وصال مبارک سے ایک دِن قبل آپ نے فرمایا موضع لہڑی سے قاضی صاحب کو بلوایا جائے۔ جب قاضی صاحب آگئے تو آپ نے قاضی صاحب سے فرمایا میرے بازو پر نشتر سے کٹ لگائیں اور دیکھیں خون کیسا ہے؟ عرض کی۔ حضرت جی بہت پتلا ہے۔ آپ نے ایک آہ بھری اور فرمانے لگے لطف شاہ تو چاہتا تھا کہ میرا سارا خون اللہ کی یاد میں پانی بن جائے پھر اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لطف شاہ تو نے اپنے رب کا صحیح حق ادا نہیں کیا۔

آخری لمحات: جانے اور رہ جانے والوں کے لئے یہ لمحات نہایت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ مگر آپ کے آخری لمحات میں عجیب منظر تھا۔ الوداع کہنے والے غمگین اور جانے والے (شاہ جیؒ) کا پر سکون چہرہ چمک رہا تھا۔ جو لوگ ولی اللہ ساری زندگی خوف خدا میں گزارتے ہیں انہیں نہ تو دُنیا میں کسی قسم کا خوف ہوتا اور نہ آخرت کا۔ آپؒ نے ساری زندگی خوف خدا کے تحت احکامات خداوندی میں گزاری۔

وصال مبارک: وصال پاک کے وقت آپ کے تمام عزیز و اقارب، آپ کے پیر بھائی قبلہ حضرت حافظ محمد حیاتؒ آستانہ عالیہ ٹنگروٹ شریف، آپ کے خادم حافظ امام دین اور دیگر قریبی عقیدت مند بھی موجود تھے۔ (۹۸)

آپ ۵ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ بروز ہفتہ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۰۴ء کو کلمے شریف کے ورد سورۂ یٰسین کی تلاوت کی گونج میں دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ کی جدائی متعلقین کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کا بہت بڑا سہارا چھن چکا ہے۔ مگر قضائے الٰہی کے سامنے سب صابر خاموش اور اشکبار تھے۔ (۹۰)

وصال مبارک کی اطلاع: چونکہ اُس وقت آج جیسی سہولیات نہ تھیں اس لئے آپؒ کے وصال مبارک کی اطلاع عام کے لئے کئی افراد کو مختلف علاقوں میں بھجوایا گیا۔ آپؒ کی رحلت کی جانکاہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ آپ کے عقیدت مند آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے دشوار گزار راستوں سے پیدل سفر کر کے رواتڑہ شریف پہنچنا شروع ہو گئے۔

تجہیز و تکفین: آپ کے جسم پاک کو سنت رسول ﷺ کے مطابق غسل دے کر آخری لباس (کفن) احکام شریعت کے مطابق زیب تن کیا گیا اور جسد خاکی کو گھر کے صحن میں رکھ دیا گیا تا کہ خواتین چہرہ مبارک کی زیارت کرلیں۔

نماز جنازہ: آپ کی نماز جنازہ آپ کے پیر خانے کے سجادہ نشین صاحبزادہ غلام محی الدین باؤلی شریف نے پڑھائی۔ بعد از نماز جنازہ لوگوں نے شاہ جی صاحب کا آخری دیدار کیا۔ صاحب زادہ غلام محی الدین صاحب نے دیدار کرتے ہوئے نہایت افسردگی کے ساتھ فرمایا اپنے مرشد کا بے مثال ادب کرنے والا مرید خاص آج دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں آپ کے ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ علماء و مشائخ نے بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ آپ موضع رواتڑہ شریف ضلع جہلم میں آسودہ خاک ہوئے۔

لحد کی گود میں: آپ کے جسد پاک کو حافظ امام دین صاحب اور بابا روشن صاحب نے لحد میں اُتار کر لحد کی گود کو اعزاز بخشا۔

مقبرہ کی پہلی تعمیر: آپؒ کی رحلت کے فوراً بعد آپ کے مرید خاص ملک بوستان موضع پنڈوڑی ڈھوک ساہی کے والد محترم صوبیدار میجر ملک فضل خان نے باوقار مقبرہ تعمیر کروایا۔

مقبرہ کی تعمیر نو: آپؒ کا مقبرہ زیادہ خستہ حال ہو جانے کی وجہ سے ۱۹۶۵ء کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اس کا سارا کام موضع پنڈوڑی ضلع جہلم کے مستری محمد اکرم، مستری عبدالخالق اور ان کے دیگر ساتھیوں نے کیا۔ مقبرے کے اندر لکھائی کا کام موضع لہڑی ضلع جہلم کے مولانا میاں فضل احمد صاحب نے کیا۔ ۱۹۹۰ء میں مقبرہ کی دوبارہ مرمت کرائی گئی۔ اندر لکڑی کا کام اور حال ہی میں باہر شیشے کا خوبصورت کام کروایا گیا ہے۔

کتبہ آرام گاہ حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ: آپؒ کی آرام گاہ پر نصب کتبہ حضرت خواجہ حافظ محمد فاضلؒ نے سنگ مرمر پر خوبصورت الفاظ کی لکھائی کرا کے موضع لہڑی سے شاہ جی صاحب کے دربار تک اپنے سر پر اٹھا کر لائے جو کہ تقریباً دو کلومیٹر کا سفر ہے اور یہ ایک عقیدت و محبت کا اظہار ہے۔

عرس مبارک: آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ۲۷، ۲۸ مارچ کو نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ محافل پاک کی دو نشستیں ہوتی ہیں۔ جن میں پاکستان کے نامور علماء کرام سیرت النبی ﷺ اور سیرت اولیاء پر مدلل وعظ فرماتے ہین۔ سرکار مدینہ ﷺ کے ثناء خوان محبت و عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں۔ پیارے نبی کے ذکر سے

عاشقانِ رسول ﷺ کے دلوں میں ایک شمع روشن ہوتی ہے جس سے ان کے دِل عشق رسول ﷺ سے منور ہوتے ہیں۔ پہلی نشست ستائیں اوراٹھائیں مارچ کی رات بعد از نماز عشاء تا قبل اذان فجر تک، دوسری نشست اٹھائیں مارچ کی صبح ۹ بجے سے دن ساڑھے بارہ بجے کو اختتام پذیر ہوتی ہے۔ ۲۷ مارچ بعد نماز ظہر پیر سید محمد لطف شاہؒ کے دربار عالیہ پر چادر چڑھانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ عقیدت مند جلوسوں کی شکل میں کلمہ پاک کا ورد کرتے ہوئے دربار عالیہ میں چادر چڑھانے کے لئے تشریف لاتے۔ یہ سلسلہ سارا دن جاری رہتا ہے۔ دربار شریف سے ملحقہ جامع مسجد میں قرآن پاک کی تلاوت کا سلسلہ بھی جاری رہتا قاری حضرات اپنے خوبصورت آواز میں قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت فرماتے جس سے سامعین کے ایمان تازہ ہو جاتے۔ دراصل عرس کا اجتماع خیر و برکت کا چشمہ ہے جس سے تشنہ لب اپنی پیاس بجھاتے ہیں، رشد و ہدایت کا مخزن ہے۔ جس سے گوہر ہائے سعادت و رحمت ہدایات وانوار، فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں۔ انہی انمول موتیوں سے اہل دِل ایمان کی تجوریاں بھر لیتے ہیں۔ اخلاقی وروحانی، ادبی، دینی، اصلاحی اور قرآنی تعلیمات کی دولت بٹتی ہے۔ اس مقدس و بابرکت محفل کی تقریبات میں عقیدت مند پیر بھائی، عاشق، عابد و زاہد بزرگوں کے علاوہ اہل محبت اور اہل دانش لوگ بھی اکٹھے ہوتے ہیں ان پاکیزہ کردار علماء وفقہا اور صوفیاء وفقراء کا یکجاء ہونا خیر و برکت کی نشانی ہے۔ اللہ والوں کی زیارت اور گفتگو سے مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ محفل کے اختتام پر درود وسلام اور ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ آخر میں سجادہ نشین قبلہ عالم حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب قدس سرہ العزیز عالم اسلام اور پاکستان کے لئے خصوصی دُعا فرماتے ہیں۔ ویسے تو لنگر ہر روز جاری رہتا ہے لیکن عرس مبارک کے دنوں میں کھانے کا اعلیٰ انتظام ہوتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں عقیدت مند عرس مبارک کی تقریبات میں شامل ہوتے ہیں لیکن ہر آدمی کو عزت و احترام سے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (۹۱)

آپ کے خادم خاص حافظ امام دینؒ: حافظ امام دین آپ کے خادم خاص تھے جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ آپ پر نچھاور کر دیا۔ حافظ صاحب چک بانسریاں تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ آپ وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی پیر سید محمد لطف شاہ صاحبؒ کی خدمت میں گزاری۔ حافظ صاحب کا وصال ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ وصال کے بعد بھی شاہ جی صاحبؒ کے قدموں میں جگہ نصیب ہوئی۔ (۹۲)

اخلاف کرام، خلفائے عظام، سجادہ نشینان: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ زندگی کے آخری لمحات میں قریبی عقیدت مندوں نے عرض کی کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ فرمایا میرے بعد دو سال کا بچہ سید محمد امیر شاہ ہوگا۔ آپ سب کا ہاتھ اس بچے کے ہاتھ میں اور اس بچے کا ہاتھ میرے ہاتھ میں۔ اس پر سب لوگ حیران ہو گئے۔ پھر فرمایا محمد امیر شاہ کے جوان ہونے تک اس کے والد حضرت پیر سید مصری شاہ سر پرستی کریں گے اور جونہی امیر شاہ جوان ہوگا اس منصب کا وارث ہوگا۔ یہاں قابل غور بات یہ تھی کہ کیا خبر یہ دو سال کا بچہ جوان ہوگا بھی کہ نہیں۔ زندگی موت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ اللہ کا ولی ہر طرح کا علم رکھتا ہے۔ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔ آپ کو علم تھا کہ بچہ بڑا ہوگا، جوانی پائے گا، بڑھاپے کو پہنچے گا، آپ کے عطا کئے ہوئے منصب کا اہل ہوگا اور آپ کے نقشِ قدم پر چل کر آپ کی جلائی ہوئی شمع کو بجھنے نہیں دے گا۔ لوگوں نے دیکھا ایسا ہی ہوا اور آپ نے دینی، ملی، فلاحی اور اصلاحی خدمات کو جاری رکھا۔ (۹۳)

حضرت پیر سید مبارک شاہ بخاریؒ: آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال کا علم نہیں ہو سکا۔ البتہ آپ کی جائے پیدائش موضع رواتڑہ شریف ہے۔ آپؒ کے والد کا نام سید روڈے شاہ بخاری ہے۔ آپ سید مصری شاہ کے بھائی اور حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کے بھتیجے تھے۔ آپؒ بڑے پائے کے بزرگ اور سیف زبان تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو نکلتا ویسا ہی پورا ہوتا۔ آپ شوقیہ اونٹ رکھتے تھے۔ آپ دنیاوی معاملات سے دور اور دینی کاموں اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپ کا زیادہ تر وقت موضع آڑہ بڈھار ضلع جہلم میں گزرا۔ موضع پنچور ضلع جہلم کے کچھ بزرگ راجہ فیروز خان اور رسالدار محمد خان پیر سید محمد لطف شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ سادات میں سے کوئی ہمارے گاؤں پنچور میں قیام فرما ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ مبارک شاہؒ کو لے جائیں۔ اس طرح آپ اپنے چچا کے حکم کے تعمیل کرتے ہوئے موضع پنچور تشریف لے گئے۔ اس طرح آپ کی زندگی کا آخری حصہ رواتڑہ شریف کے قریبی گاؤں پنچور میں گزرا اور وہاں لوگوں کی دینی واصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

وصال مبارک: آپ کا وصال موضع پنچور میں ہوا اور موضع پنچور میں ہی آسودہ خاک ہوئے۔

کرامات

کشمیری سیب: آپ موضع پنچور ضلع جہلم کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ راجہ لال خان نے عرض کی کہ حضرت آج

کشمیری سیب تو کھلائیں۔آپ تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ میں چلے گئے پھراوڑھی ہوئی چادر سے ہاتھ باہر نکالتے ہوئے کشمیری سیب راجہ لال خان کو دیا۔جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

روٹی آئے گی مگر ڈرنا نہیں: پیر سید امیر شاہ کی شادی پر موضع پنچور سے تعلقاتی خواتین وحضرات شادی میں شرکت کے لئے آئے تو کچھ بوڑھے بزرگ وخواتین وہیں رہ گئے اور عرض کرنے لگے قبلہ شاہ صاحب ہمارے کھانے کا کیا بنے گا۔حضرت مبارک شاہؒ نے فرمایا آپ سب کا کھانا وقت پر آئے گا مگر ڈرنا نہیں۔جب کھانے کا وقت ہوا تو ہر گھر میں دو روٹیاں اور حلوہ صحن میں خود بخود گرنے لگا۔اس طرح راجہ لال خان کو کشمیری سیب کھلانے والے نے بوڑھے خواتین وحضرات کو سید محمد امیر شاہ صاحب کی شادی کا کھانا گھر بیٹھے بیٹھے کھلا دیا۔(۹۴)

حضرت پیر سید مصری شاہ بخاریؒ: آپ موضع رواڑہ شریف ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم کا نام روڈے شاہ ہے۔آپ کے تین بھائی تھے۔مبارک شاہ، دیوان شاہ اور مہتاب شاہ، آپ کی زبان میں بڑی مٹھاس تھی جس کی وجہ سے اپنے پرائے سبھی آپ کے گرویدہ تھے۔آپ نے مسلح افواج میں سروس کی اور پنشن پائی آپ پیر سید محمد لطف شاہؒ کے بھتیجے تھے۔آپ کے چار چچا تھے۔محمد لطف شاہ صاحب، معصوم شاہ، شرف شاہ صاحب اور حیدر شاہ صاحب، آپ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ زندگی میں اپنے چچا پیر سید محمد لطف کے قریب رہے اور وصال کے بعد بھی قربت نصیب ہوئی۔آپ نے اپنے چچا پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کی بہت خدمت کی جس کی وجہ سے آپ کے دوسالہ بیٹے سید محمد امیر شاہ صاحب کو خلافت کا تاج پہنایا اور حضرت پیر سید مصری شاہ صاحب کو بیٹے کی بلوغت تک سرپرستی عطا فرمائی۔آپؒ نے ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۵۶ھ تک جانشینی کے فرائض انجام دیئے۔

وصال مبارک: آپ ۱۳ جون ۱۹۳۷ء کو مالک حقیقی سے جا ملے آپ پیر سید محمد لطف شاہؒ کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔(۹۵)

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ: حضرت پیر سید مصری شاہ بخاریؒ کے گلشن کا پھول ۱۹۰۲ء میں کھلا۔آپ کا نام گرامی سید محمد امیر شاہ بخاری اور جائے ولادت مسعود رواڑہ شریف ہے۔آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔آپ خوددار اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔قبلہ عالم حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ نے آپ کے متعلق فرمایا تھا۔''یہ امیر بھی ہوگا اور فقیر بھی''

حلیہ مبارک: آپ کا قد مبارک دراز، جسم سڈول اور مضبوط، رنگ سرخ اور سفید، پیشانی کشادہ، لب پتلے، دانت سفید، ہاتھ کی انگلیاں نرم اور دراز، سر کے بال استرے سے منڈواتے تھے۔ ریش مبارک سنت کے مطابق تھی۔

اعزاز وسعادت: آپ کو یہ اعزاز اور سعادت حاصل ہے کہ زمانے کے قطب حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ نے آپ کو دو سال کی عمر میں خلافت کا مقدس تاج عنایت فرمایا۔ یہ اعزاز یقیناً اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام تھا۔ آپ پر ولی کامل کی نگاہ کا اثر تھا کہ آپ بچپن سے ہی عبادت گزار، قائم اللیل اور تہجد گزار عابد وزاہد تھے۔

آپ کی پرورش: بچپن میں ہی آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی خالہ صاحبہ کی اولاد نہ تھی آپ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی اور والدہ صاحبہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور بڑے ہو کر اپنی خالہ اماں کی بے مثال فرمانبرداری کی۔

آپ کی غذا: آپ سادہ غذا پسند فرماتے اور وقت پر کھانا کھانے کے عادی تھے۔

صفائی اور سلیقہ پسندی: آپ حد سے زیادہ صفائی پسند تھے۔ اس لئے ہر طرح کی صفائی کا خیال رکھتے اور صفائی نصف ایمان ہے پر مکمل عمل پیرا تھے۔

کفایت شعاری: آپ گھریلو معاملات میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لیتے لیکن دینی کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔

مہمان نوازی: آپ نہ صرف مہمان نواز تھے بلکہ مہمان کی اپنے ہاتھوں سے تواضع فرماتے تھے۔

نادار اور مفلس لوگوں کی قدر بھی کرتے اور مدد بھی: آپ جس قدر سخت مزاج تھے اس سے زیادہ رحم دل بھی تھے۔ اپنے پرائے سب ہی کا خیال رکھتے نادار اور مفلس، بیواؤں اور یتیموں کی مدد فرماتے۔

حق گوئی اور بیباکی: آپؒ صاف گو تھے اور صاف گو آدمی کو پسند فرماتے حق بات کہنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے خواہ کتنا ہی بڑا رئیس کیوں نہ ہو۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے۔ آپ ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

وصال مبارک: حضرت قبلہ پیر سید محمد امیر شاہؒ ایک ہفتہ بیمار رہے۔ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۷۲ء کو صبح ۹ بجے قرآن پاک کی تلاوت جاری تھی کہ ایک خاتون علی پور شریف والوں کا قصیدہ پڑھ رہی تھی چوں کہ آپ پیر سید جماعت علی شاہ علی پور سیداں کے مرید اور خلیفہ تھے اور اپنے مرشد کریم کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اس خاتون نے یہ شعر پڑھا۔

کدی تے مکھ وکھا علی پور والڑیا　　　　تیری رہندی ہر ویلے چاہ علی پور والڑیا

یہ شعر سنتے ہی آپ کی زبان سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی اور آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون ۔آپ کے **وصال مبارک** کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔باوجود شدید بارش کے لوگ جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔(۹۶)

آپ کی رحلت کا ریڈیو پر اعلان: آپ کی رحلت کا ریڈیو پاکستان پر اعلان کیا گیا تاکہ ہر عقیدت مند کو اطلاع ہو جائے اور آپ کی آخری رسومات میں شرکت کر سکیں۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین بیٹے نے پڑھائی: آپ کی نماز جنازہ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۲ء صبح دس بجے آپ کے جانشین بیٹے پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب نے پڑھائی۔آپ کی نماز جنازہ میں اتنا بڑا اجتماع کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔مریدین،عقیدت مندوں، دور دراز سے آئے ہوئے بے شمار لوگ جنازے میں شامل تھے۔حد نگاہ تک آدمیوں کا جم غفیر تھا۔جنازے میں شریک افراد کلمہ پاک کا ذکر کرتے ہوئے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔آپ کی نماز جنازہ میں علماء اور مشائخ بھی شامل تھے جس میں خاص طور پر اعلیٰ حضرت قبلہ محترم حافظ اور ولی کامل محمد فاضل صاحب نقشبندی مجددی قادریؒ آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف بھی شریک ہوئے۔آپ کی خواہش کے مطابق روضہ انور کے اندر قبلہ حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔(۹۷)

حضرت پیر سید محمد امیر شاہؒ کی اولاد: آپ کی دو بیٹیاں اور سات بیٹے ہوئے۔

۱۔ پیر سید فضل حسین شاہ، ولادت ۲۲ ستمبر ۱۹۲۹ء وصال مبارک ۱۹ جون ۱۹۹۲ء

۲۔ پیر سید محمد حسین شاہ، ولادت ۲۱ جولائی ۱۹۳۱ء وصال مبارک ۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء

۳۔ سید ضمیر حسین شاہ، ولادت یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء

۴۔ اعلیٰ حضرت قبلہ محترم پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی ولادت باسعادت ۲۵ اگست ۱۹۴۰ء سجادہ **نشین**۔

۵۔ سید شبیر حسین شاہ ولادت ۲۵ اپریل ۱۹۴۸ء

۶۔ سید ظہیر حسین شاہ ولادت ۱۹ مئی ۱۹۵۴ء

۷۔ سید الفت حسین شاہ ولادت ۲۸ دسمبر ۱۹۵۸ء (۹۸)

حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ بخاری نقشبندی مجددی سجادہ نشین: آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ اگست ۱۹۴۰ء بروز

پیر رات دو بجے موضع رواتڑہ شریف ضلع جہلم میں ہوئی۔آپ کی ولادت کا اللہ کے نیک بندوں کی عبادت کا وقت ۔آپ کی ولادت کا دِن سرکار مدینہ ﷺ کا دنیا میں تشریف آوری کا دِن ،آپ کی ولادت کے سن کا ہندسہ ۴۰، پیارے آقا ﷺ کی نبوت کے اعلان کا ہندسہ،آپ کی ولادت کے ماہ کا ہندسہ ۲۵ لیلۃ القدر کی طاق راتوں میں سے ایک ،آپ کے والد محترم پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ جنہیں دو سال کی عمر میں زمانے کے قطب پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ نے خلافت کا تاج عنایت فرمایا۔آپ کے اُستاد محترم جو عالم باعمل تھے۔گویا حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ،جن کا نام مبارک ،جن کی ولادت کا وقت جن کی ولادت کا دن ، جن کی ولادت کی تاریخ اور جن کی پیدائش کے سن کا ہندسہ مبارک اتنی خصوصیات کی حامل شخصیت میں یقیناً خوبیاں ہی خوبیاں ہوں گی۔آپ یقیناً گلاب کے اس خوشبودار پھول کی مانند ہیں۔جس کی فطرت اس کی اچھی خوشبو ہے جو وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے اور قریب کی فضا کو معطر رکھتا ہے۔

دنیاوی تعلیم: آپ نے گورنمنٹ ہائی اسکول لہڑی ضلع جہلم سے میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔

دینی تعلیم: دین و دنیا کے سنہری اصولوں پر زندگی گزارنے کی تربیت والد ماجد سے حاصل کی ، دینی تعلیم و تربیت ولی کامل ،مجدد زمان ،عالم باعمل حافظ حضرت محمد فاضلؒ سے حاصل کی۔آپ کے استاد محترم نے آپ کی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی آپ کی رہنمائی فرمائی۔

تعارف: آپ کے اُستاد محترم حضرت محمد فاضلؒ کی ولادت قبلہ عالم حضرت محمد علیؒ کے ہاں ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔آپ ولیوں کی لڑی کے ایک انمول موتی ہیں۔ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور دین کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بریلی تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کے فرزند ارجمند مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان ،مولانا سردار احمد اور مولانا عبدالعزیز سے علم حدیث پڑھا اور دینی تعلیم مکمل کر کے واپس ڈھنگروٹ شریف آکر ہر سو علم کے چشمے بہا دیئے۔قرآن مجید ،حدیث مبارکہ اور فقہ کی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔آپ سادات کا بے حد احترام فرماتے تھے۔آپؒ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ جی بخاریؒ کے سالانہ عرس مبارک کی دُعائیہ نشست میں ضرور شریک ہوتے۔آپ کا وصال ۱۵ مئی ۱۹۹۱ء کو ڈھانگری شریف ضلع میرپور آزاد کشمیر میں ہوا اور اپنے والد محترم کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔اب آپ کے صاحبزادے عتیق الرحمٰن صاحب ہر سال پیر

سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کے عرس مبارک میں شرکت فرما رہے ہیں۔

حج مبارک کی سعادت: حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دو حج نصیب فرمائے پہلا حج ۱۹۸۰ء اور دوسرے حج مبارک کی سعادت ۱۹۸۱ء میں حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ہر سال عمرہ ادا کرنے سعودی عرب تشریف لے جاتے۔

بیعت: آپ نے اپنے والد حضرت پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شامل ہوئے۔ آپ اپنے والد صاحب کے پیر خانہ سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ ہر سال عرس پاک کی مبارک محفل میں علی پور سیداں ضلع نارووال حاضر ہو کر اطمینان قلب و تازگی ایمان حاصل کرتے ہیں۔ آپ محدث علی پوری حضرت پیر سید جماعت علی شاہؒ کے واقعات و کرامات بیان فرماتے ہوئے اکثر جذباتی ہو جاتے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے تمام صاحبزادگان کا بے حد احترام فرماتے ہیں۔ (۹۹)

دستار بندی: پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب، بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھے۔ شرارت سے ہمیشہ دور رہتے۔ ایک ولی میں جو خوبیاں موجود ہوتی ہیں وہ تمام خوبیاں آپ میں موجود تھیں۔ آپ کو اچھی عادات و صفات کی بنا پر والد ماجد نے اپنے بیٹوں میں سے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہا جس کی تائید سب بھائیوں نے کی۔ ایک مرتبہ والد ماجد کی زندگی ہی میں آپ کی دستار بندی کی گئی دوسری مرتبہ والد صاحب کے وصال کے بعد تمام بھائیوں کی رضا مندی سے قبلہ عالم ولی کامل حضرت حافظ محمد فاضلؒ سجادہ نشین ڈھانگری شریف کی موجودگی میں دستار بندی کی گئی۔ حضرت پیر سید محمد افضل شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کی بھی آپ پر خصوصی نظر کرم ہے۔ آپ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب سے بے حد پیار اور شفقت فرماتے۔

آپ کا حسن اخلاق: آپ انتہائی ملنسار، خوش اخلاق، دین داری کے ساتھ ساتھ دُنیا دار بھی ہیں۔ آپ کے حسن اخلاق کا یہ عالم ہے کہ آپ ہر آدمی سے اس قدر محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ جتنی محبت آپ کو اس سے ہے کسی دوسرے سے نہیں۔ اپنے عقیدت مندوں اور دیگر لوگوں کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ اپنے غریب عقیدت مندوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں۔

بچوں سے شفقت اور پیار: آپ بچوں سے بہت پیار کرتے اُن سے شفقت سے پیش آتے یہی وجہ ہے کہ چھوٹے بچے آپ کو دیکھتے ہی آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے اور سلام پیش کرتے ہر بچے کی یہ خواہش ہوتی کہ پہلے میں شرف ملاقات حاصل کروں۔

آپ کا اخلاق: حضرت قبلہ عالم پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کا اخلاق کریمانہ اور صفات حسنہ سے متصف، آپ اپنے جملہ اعمال و اقوال میں صاحب خلق عظیم نبی ﷺ کی سنت مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے اور دوسروں کو تلقین فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تو اپنے دوسرے بھی آپ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہر عقیدہ کے لوگ آپ کو سچا پیر مانتے ہیں۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء، دیوبندی، اہل حدیث یا دوسرے فقہ کے ماننے والے آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ چوہدری فضل الٰہی تاجپوری دیوبند مدرسہ کے علماء سے دینی تعلیم مکمل کر کے عالم باعمل بنے اور بہت سے دینی مدارس قائم کیے اور کئی مدارس کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں، مگر آپ کا احترام اپنوں سے زیادہ کرتے ہیں بلکہ آپ کے آستانہ عالیہ میں حاضری دیتے ہیں اور پیر سید لطف شاہؒ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دُعا مانگتے اور فرماتے یہ اللہ کے ولی ہیں ہم سچے ولیوں اور پیروں سے انکار نہیں کرتے۔

مہمان نوازی: آپؒ مہمانوں کی میزبانی فرما کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ آپ کے آستانے پر جو بھی آئے تواضع ضرور کی جاتی۔ مہمان نوازی اور مہمان داری آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ آپ فرماتے میری غیر موجودگی میں بھی مہمانوں کی خاطر تواضع لازماً کی جائے کیونکہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔

جود و سخا: آپ کے جود و سخا کا بھی یہی حال ہے کہ کبھی کوئی سائل اور حاجتمند آپ کے در سے خالی نہیں جانے پایا۔

بیباکی و جرأت: مذہبی معاملات میں مداخلت یا اسلام کے خلاف کہیں سے بھی آواز آتی تو آپ پورے اہتمام سے تحفظ مذہب اور حفاظت شعائر اسلام کے لئے سینہ سپر ہو جاتے اور کسی قسم کی مخالفت اور طاقت سے مرعوب نہ ہو تے۔ آپ خود اور اپنے عقیدت مندوں کو گستاخ رسول ﷺ بے دین علماء کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے۔

حق گوئی و بے باقی: مومن کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا خوف خدا خوف غیر اللہ کو اس کے پاس بھی نہیں آنے دیتا۔

آئین جوانمرداں حق گئی و بے باقی　　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی۔ (۱۰۰)

فوتگی والے گھر سے کھانا نہیں کھاتے: آپ فوتگی والے گھر سے ختم قل تک پانی بھی نہیں پیتے۔

بازار سے کھانا پینا: آپ بازار میں جانا بھی پسند نہ فرماتے۔آپ انتہائی مجبوری میں بازار کا کھانا کھاتے۔

شادی بیاہ کی غیر شرعی رسم و رواج سے نفرت: آپ شریعت کے مطابق شادی ہو وہاں نکاح کی رسم میں شرکت فرما لیتے مگر غیر شرعی رسومات ہوں وہاں کبھی نہیں جاتے چاہے آپ کا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو آپ غیر شرعی رسم و رواج کے سخت مخالف ہیں۔

تصویر اور مووی: آپ انتہائی مجبوری اور ضرورت کے علاوہ کبھی اپنی تصویر نہیں بنوائی جہاں پر مووی کیمرے کا شک بھی ہو جائے تو اُس میں شریک نہیں ہوتے۔آپ فرماتے تصویر بنوانا حرام ہے۔میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

تبلیغی دورے: بزرگان دین کا مقصد حیات ہی دین کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ان کے آستانے تبلیغ دین کے مدرسے ہی تو ہوتے ہیں۔قبلہ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب عقیدت مند ساتھیوں کی دعوت پر ۱۹۸۰ء میں **تبلیغی دورے** پر لندن تشریف لے گئے۔آپ کی تبلیغ اور آپ کے حسن اخلاق کو دیکھتے ہوئے کئی غیر ملکی غیر مسلموں نے **آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہوئے**۔آپ نے ان کے نئے نام اسلامی طرز پر رکھے اور آج وہ دوسروں کو دعوت اسلام دے رہے ہیں۔آپ کے تبلیغی دوروں سے آپ کے عقیدت منداور اُن کے بچے جو دین سے کوسوں دور تھے دین کے قریب آگئے۔بے نماز نمازی بن گئے نمازی تہجد گزار بن گئے بہت سوں نے داڑھی مبارک رکھ لی ہے۔مختصر یہ کہ بہت سے بھٹکے ہوئے صراط مستقیم پر چل پڑے ہیں۔

دینی مدارس: مسجد نبوی ﷺ میں ایک خاص حصہ صفہ کہلاتا ہے۔یہ ایک ایسا چبوترہ ہے جو آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔اصحابہ صفہ کو رسول اللہ ﷺ خود تعلیم دیتے اور اُن کی روحانی و اخلاقی تربیت فرماتے۔صفہ سے بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین تربیت پا کر نکلے۔ان میں اسلام کے مبلغ قرآن کے مفسر صوبوں کے گورنر، فوج کے سپہ سالار، حدیث نبوی ﷺ کو پھیلانے والے عالم وخطیب شامل تھے۔رسول اکرم ﷺ نے علم اور تعلیم کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔آپ نے جنگ بدر کے قیدیوں کی رہائی کا معاوضہ یہ مقرر فرمایا کہ ہر قیدی دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھلا دے۔دینی مدارس دین اسلام کی وہ تربیت گاہیں ہیں جہاں سے علم وعرفان کے چشمے پھوٹے ہیں۔یہ مدارس رسول اکرم ﷺ کے مدارس صفہ کا تسلسل ہیں۔اسلام کی بقا کا دارومدار دینی مدارس پر ہے۔انہی مدارس دینیہ کی ایک کڑی **فیضان مدینہ رواتڑہ شریف جس کی بنیاد قبلہ عالم پیر**

سید بشیر حسین شاہ صاحب نے ۴۰ سال قبل کرنل محمد افضل کیانی کی مشاورت سے رکھی تھی۔ شاہ جی صاحب کی خواہش تھی کہ ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں گاؤں کے اور دوسرے علاقوں کے بچے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ اس طرح پہلا دینی مدرسہ ۱۹۷۵ء میں ''دارالعلوم نقشبندیہ جماعتیہ امیریہ'' کے نام سے رواتڑہ شریف میں قائم ہوا۔ اس مدرسے کے پہلے معلم مولانا میاں فضل احمد صاحب مقرر ہوئے اور باقائدہ پڑھائی شروع ہوگئی لیکن بڑھاپے کی وجہ سے موضع لہڑی سے پیدل رواتڑہ شریف آنا مشکل ہوگیا۔ میاں صاحب کے بعد ایک اور مولوی صاحب تشریف لائے بمشکل ایک رات گزاری صبح شاہ صاحب سے عرض کرنے لگے میرے لئے اس بیابان جنگل میں رہنا مشکل ہے۔ ان کے بعد اسلام آباد سے مولوی رفیق صاحب تشریف لائے اور ۱۰۰ روپے ماہوار تنخواہ پر دینی خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ بعد شاہ کلی گجرات سے حافظ محمد زمان صاحب تشریف لائے اور معلم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں آپ ۲۰ سال تک اس مدرسہ میں بطور معلم رہے۔ بعد میں اس دینی مدرسے کا نام تبدیل کر کے فیضان مدینہ رکھ دیا گیا۔ درس و تدریس کا نظام روز بروز ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اب طلباء اور طالبات کے مدرسے الگ الگ قائم ہو چکے ہیں۔ ہزاروں بچے دینی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور سینکڑوں طلباء اور طالبات قرآن پاک حفظ کر چکے ہیں زیادہ بچے مسافر ہیں جن کے رہائش و طعام کے اخراجات پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب پورے کر رہے ہیں۔ (۱۰۱)

پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی سرپرستی میں جو مدارس قائم کیے گئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

۱۔ فیضان مدینہ، موضع پنڈوڑی ضلع جہلم اس مدرسہ میں ناظرہ، حفظ اور درس نظامی کی تعلیم دی جارہی ہے۔

۲۔ فیضان مدینہ، موضع رواتڑہ شریف ضلع جہلم، طلباء کے لئے

۳۔ فیضان مدینہ، موضع رواتڑہ شریف ضلع جہلم، طالبات کے لئے

۴۔ فیضان مدینہ موضع رتیلی تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم۔

۵۔ فیضان مدینہ، موضع جناح کالونی چک اکا، جی روڈ جہلم۔

۶۔ فیضان مدینہ، موضع پنڈوڑی ڈھوک طمہ ضلع جہلم طالبات کے لئے

۷۔ فیضان مدینہ، موضع ساگری ضلع جہلم

ان مدارس میں ہزاروں بچے دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے قیام وطعام کا ذمہ پیر صاحب نے خود لیا ہوا ہے۔ پیر طریقت رہبر شریعت اعلیٰ حضرت قبلہ محترم پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج تک کسی سے ایک روپیہ بھی نہیں مانگا اور نہ ہی دینی مدارس کے لئے چندے اور قربانی کی کھالوں کے بینر لگائے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا نہ چندہ مانگنا ہے۔ بلکہ مانگنا ہے تو صرف اللہ سے اس طرح تمام اخراجات بفضل خدا بن مانگے پورے ہو رہے ہیں۔ یہ بھی شاہ صاحب کی ایک کرامات ہے کہ ہزاروں طلباء وطالبات کے اخراجات خود بخود پورے ہو رہے ہیں۔ (۱۰۲)

غیر آباد مساجد کے لئے امام: آپ غیر آباد مساجد کے لئے امام مقرر کرتے اور اگر گاؤں کے لوگ امام کے اخراجات برداشت نہ کر سکیں تو شاہ صاحب امام کے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں۔ اسلام میں مسجد کو اہم مقام حاصل ہے۔ مساجد دینی، اصلاحی اخلاقی، اور روحانی اصلاح کا ادارہ ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ میں اتحاد واخوت کی علامت بھی ہیں۔ جہاں ضرورت ہو وہاں خوبصورت مساجد تعمیر کرواتے اور وہاں امام بھی مقرر کرتے۔ موضع پنڈوڑی بس سٹاپ کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد آپ نے تعمیر کروائی۔

توسیع کے کام: روضہ مبارک سے متصل دو منزلہ مسجد کی نئے سرے سے تعمیر کروائی گئی۔ آپ کے مرید لیفٹیننٹ طلعت صاحب نے مسجد میں شیشے کا شاہکار کام کروایا ہے۔ جہاں پرانی بیٹھک تھی وہاں مہمانوں کے لئے۔ چار منزلہ خوبصورت عمارت تعمیر کروائی گئی ہے۔ جس میں بہت سے کشادہ اور ہوادار کمرے بنائے گئے ہیں جو عرس مبارک کے موقع پر مہمانوں کے لئے رہائش کے کام آتے ہیں۔ اسی عمارت کے اندر ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ رواتڑہ شریف بس سٹاپ کے ساتھ دو عالیشان عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں جو طلبا و اساتذہ کی بطور رہائش اور دیگر مہمانوں کے استعمال میں آتی ہیں۔ مہمانوں کی سہولت کے لئے مزید وضو اور طہارت خانے تعمیر کروائے گئے ہیں۔

ویلفیئر ٹرسٹ کا قیام: حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید عطا المصطفیٰ المعروف سید عثمان شاہ کا وصال ۱۱ جون ۲۰۰۰ء کو ہوا ہے کی یاد اور ایصال ثواب کے لئے رواتڑہ شریف تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں سید عثمان شاہ میموریل ویلفیئر ٹرسٹ قائم کیا گیا جس کے تحت علاقے کی ضرورت کے مطابق فری ڈسپنسری کا قیام عمل میں لایا گیا جہاں غریب اور ضرورت مند لوگوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اور ایمبولینس

کا انتظام بھی ہے۔ یہ ٹرسٹ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی زیر سرپرستی اور آپ کے صاحبزادے سید عرفان امیر شاہ صاحب کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔

آپ کی شادی: آپ کی شادی آپ کے استاد محترم حافظ محمد فاضلؒ کی خواہش پر پلا ہوڑی ضلع گجرات کی انتہائی بزرگ شخصیت سید فضل حسین شاہ صاحبؒ کی نور چشم سے ۱۹۷۶ء میں انجام پائی۔ آپ کی شادی تمام رسومات سے پاک انتہائی سادگی سے انجام پائی۔ آپ کی شادی میں کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوا آپ نے سفید شلوار قمیض کالی جناح کیپ اور کالے رنگ کی کمبل نما چادر زیب تن کی۔ ملک کے نامور قاری خوشی محمد الازہریؒ اور حضرت پیر صاحبزادہ عتیق الرحمٰن فیض پوری آزاد کشمیر نے بھی شرکت کی۔ آپ کے سسر محترم سید فضل حسین شاہ صاحبؒ نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد کھانا کھلایا گیا اور پھر انتہائی سادگی سے رخصتی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازہ۔ بڑے بیٹے سید محمد عرفان امیر شاہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۸ء اور چھوٹے بیٹے سید عطا المصطفیٰ شاہ بخاری المعروف عثمان شاہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں عنایت ہوئے۔ آپ کے چمن کا ایک پھول سید عطا المصطفیٰ ۱۱ جون ۲۰۰۰ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اپنے جوان بیٹے کے وصال پر آپ نے جس قدر صبر کیا اس کی مثال نہیں ملتی آپ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بیٹا تم اللہ کی امانت تھے سو اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔

صاحبزادہ سید محمد عرفان امیر شاہ بخاری نقشبندی مجددی: آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول گلیانہ ضلع گجرات سے حاصل کی۔ میٹرک پاس کر کے واپس رواتڑہ شریف آ گئے۔ دینی تعلیم کے لئے کچھ عرصہ دینہ میں رہے۔ آستانہ عالیہ اور دینی مدارس کے تمام معاملات حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی زیر سرپرستی اور صاحبزادہ سید محمد عرفان صاحب کی زیر نگرانی چل رہے ہیں۔ صاحبزادہ سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ پنڈ وڑی ضلع جہلم کے دینی مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔

حج بیت اللہ اور عمرہ کی سعادت: صاحبزادہ سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب ۲ بار حج بیت اللہ اور کئی بار عمرہ شریف کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

شادی: آپ کی شادی حضرت پیر سید افضل شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں شریف کی خواہش پر ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو موضع نکودر ضلع جہلم کی انتہائی بزرگ شخصیت سید خادم حسین شاہؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ (۱۰۳)

خلفائے عظام: حضرت قبلہ عالم پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ کے مریدین کی تعداد کسی کو صحیح معلوم نہیں اسی طرح آپ کے خلفائے کرام کی صحیح گنتی بھی کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ آپ نے دینی خدمات اور لوگوں کی اصلاح میں مدت العمر کوشاں رہے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے لاتعداد لوگ حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل کرتے۔ علاقہ میں آپ کی مقبولیت اور شہرت قابل رشک حد تک پہنچ چکی تھی۔

آپ کے ہم عصر پیر بھائی جن کا فیض جاری ہے۔

۱۔ **حافظ علم دین صاحبؒ:** نقشبندی مجددی موضع جھنڈ شریف تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات آپ روحانی بزرگ ولی کامل تھے۔ آپ نے ایک سو چالیس بچوں کو قرآن پاک حفظ کرایا۔ آپ کی قرأت اس قدر پیاری تھی کہ آپ کی قرات سن کر پرندے بھی فضا میں رک جاتے جب آپ قرأت ختم کرتے تو پرندے دوبارہ اپنا سفر جاری کرتے۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کو روحانی فیض سے نوازہ جو آج بھی جاری ہے۔

۲۔ **حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحبؒ:** موضع جلال پور شریف ضلع جہلم آپ بھی اللہ کے ولی تھے اور بڑے مہمان نواز تھے۔ جمال ظاہری اور جمال باطنی سے آراستہ تھے آپ کے مزار پر بڑی بڑی اہم شخصیات بھی حاضری دینا باعث سعادت سمجھتی ہیں۔

۳۔ **صاحبزادہ نواب علی نقشبندی مجددیؒ** موضع مہلماں شریف تحصیل گجر خان ضلع راولپنڈی۔ آپ روحانی بزرگ اور ولی کامل تھے۔ آپ کو شاہ جی صاحب سے پیر بھائی ہونے کے ناطے بہت محبت تھی۔ (۱۰۴)

خادم دربار راجہ علی احمد: خادم دربار راجہ علی احمد ولد دوست محمد موضع رواتڑہ شریف بچپن میں ہی لا اعلاج بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ راجہ صاحب کے والدین بچے کو اُٹھا کر پیر سید محمد لطف شاہؒ کے دربار پر لے جا کر اللہ سے دُعا کی کہ اے اللہ ہمارے بیٹے کو ان اولیاء اللہ کے صدقے شفا ملی تو ہم اس بیٹے کو تا حیات پیر صاحب کی آل اولاد اور مہمانوں کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے۔ ایسا ہی ہوا بچے کو اللہ نے شفا دی جوں ہی بچہ کام کاج کے کابل ہوا دربار عالیہ رواتڑہ شریف پیر سید محمد امیر شاہؒ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا گیا جو آج بیالیس سال گزر گئے۔ راجہ علی احمد صاحب حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کے آل اور آستانہ عالیہ رواتڑہ شریف کے مہمانوں کی خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ (۱۰۵)

سالانہ محافل پاک کا انعقاد: پیر سید بشیر حسین شاہ کی زیر نگرانی ہر سال درج ذیل محافل پاک کا باقاعدگی سے اہتمام کیا جاتا ہے۔

۱۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ ہر سال بڑے جوش و خروش اور مذہبی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہزاروں عقیدت مند جلوسوں کی شکل میں آستانہ عالیہ رواتڑہ شریف میں جمع ہوتے ہیں۔ جلسے کی کاروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتی ہے۔ نعت خواں حضرات سرکار مدینہ ﷺ کو گلہائے عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ علماء کرام سیرت النبی ﷺ کے ہر پہلو پر مفصل روشنی ڈالتے ہیں۔ آخر میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

۲۔ محفل بسلسلہ یوم شہادت حضرت امام حسینؓ ہر سال دس محرم کو مذہبی جوش و جذبے سے یہ دن منایا جاتا ہے۔

۳۔ گیارویں شریف کا ماہانہ ختم شریف

۴۔ عرس مبارک حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کا ہر سال ۲۷۔۲۸ مارچ۔

۵۔ سالانہ برسی حضرت پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ

۶۔ سالانہ برسی سید عطاالمصطفیٰ بخاری المعروف سید عثمان شاہؒ

روزانہ کے معمولات: بعد نماز فجر، درس قرآن، بعد نماز عصر درس بہار شریعت، بعد نماز عشاء ختم خواجگان، بزم ادب، ہر جمعرات بعد نماز عشاء محفل بزم ادب منعقد ہوتی ہے۔ جس میں تلاوت قرآن پاک نعت خوانی اور درس نظامی کے طلباء سے تقاریریں کروائی جاتی ہیں تاکہ طلباء کی جھجک ختم کی جاسکے اور وہ بہترین مقرر بن سکیں۔ (۱۰۶)

سجادہ نشینانِ رواتڑہ شریف ضلع جہلم:

۱۔ حضرت پیر سید محمد مصری شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۴ء تا ۱۹۳۷ء

۲۔ حضرت پیر سید محمد امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۷ء تا ۱۹۷۲ء

۳۔ حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ مدظلہ۔ ۱۹۷۲ء تا حال (۱۰۷)

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت''، کراچی، فرید آرٹ پریس ۲۰۰۲ء، ص ۵۸

۲۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات''، لاہور، اقرار خان پرنٹر، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱۔

۳۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت''، بحوالہ بالا، ص ۵۸۔

۴۔ ایضاً، ص۔۵۹۔۶۰۔

۵۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات''، محولہ بالا، ص ۲۱۔۲۴۔

۶۔ القرآن، ۲۱:۵۲

۷۔ القرآن، ۲۴:۱۴

۸۔ القرآن، ۲۱:۵۷

۹۔ انٹرویو از مقالہ نگار۔

۱۰۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت''، محولہ بالا، ص ۱۴۔۱۸۔

۱۱۔ ایضاً، ص۔۱۶۔۱۸۔

۱۲۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا، ص۔۲۷

۱۳۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بکاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا، ص۔۱۰۱۔۱۰۲۔

۱۴۔ محمد فاضل، مولانا، ''سوانح حیات''، (حضرت خواجہ محمد خان عالمؒ) جہلم مکتبہ نسیم، ۱۹۸۴ء، ص۔۱۴۔۱۵۔

۱۵۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات''، محولہ بالا، ص ۲۸۔۳۰۔

۱۶۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت''، محولہ بالا، ص ۱۰۴۔

۱۷۔ جیلانی، عبدالقادر، شیخ، ''فیوضِ یزدانی'' کراچی، آفسٹ پریس، ۱۹۸۹ء، ص۔۳۔

۱۸۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت''، محولہ بالا، ص ۱۰۰۔۱۰۲۔

۱۹۔ القرآن، ۱۸:۹

۲۰۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، مترجم، علامہ محمد میمن جونا گڑھیؒ، ''تفسیر القرآن العظیم'' کراچی، نور محمد

المطابع،ص۔۳۸،ج۔۲۔

۲۱۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ، خطیب، ''مشکوٰۃ المصابیح''، کراچی قدیمی کتب خانہ،۱۳۶۸ھ،ص۔۱۹۷،ج۔۱

۲۲۔ عبدالوہاب شعرانی، سید ''کشف الغمہ''، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی،سن ۱۳۷۰ھ،ص ۸۰ ج۔۱

۲۳۔ اختر حسین شاہ، سید، ''سیرت امیر ملت'' کراچی، اے اینڈ ایس پرنٹر،۱۴۱۰ھ،ص ۶۲۸، ۶۳۰۔

۲۴۔ عبداللہ بن اسعد یافعی، امام، مترجم مولانا بدر قادری، ''بزم اولیاء'' مبارک پور، المجمع الاسلامی،۱۹۹۵ء،ص۔۵۶۔

۲۵۔ القرآن،۱۱:۳

۲۶۔ القرآن،۲۴:۳۱

۲۷۔ القرآن:۶۶:۸

۲۸۔ القرآن:۳:۲۰۰

۲۹۔ القرآن،۳۹:۱۰

۳۰۔ القرآن،۴۲،۴۳

۳۱۔ القرآن،۴۷:۳۱

۳۲۔ القرآن،۵:۱۱

۳۳۔ القرآن،۵:۱۱

۳۴۔ القرآن،۳:۱۵۹

۳۵۔ احمد جعفری، رئیس، ''انوار اولیاء'' (کامل) لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۷۸ء،ص۔۲۰

۳۶۔ بخاری، عبداللہ محمد بن اسماعیل، ''الصحیح البخاری'' کراچی قدیمی کتب خانہ،ص۔۱۹۷،ج۔۱

۳۷۔ مسلم، بن الحجاج القشیری، ''کتب الزھد'' کراچی، ایچ ایم سعید،ص۔۴۰۷،ج۔۲

۳۸۔ عبدالوہاب شعرانی، شیخ ''طبقات الاولیاء'' کراچی انٹرنیشنل پریس،۱۹۶۵ء،ص۔۱۹۷،ج۔۱

۳۹۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا،ص۔۱۰۵،

۴۰۔ القرآن،۷:۲۰۵

۴۱۔ القرآن،۲:۱۵۲

۴۲۔ القرآن،۳۳،۱۔۴۳

۴۳۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ، خطیب، ''مشکوٰۃ المصابیح'' محولہ بالا ص۔۱۹۷، ج۔۱

۴۴۔ احمد جعفری، رئیس، ''انوار اولیاء'' (کامل) محولہ بالا ص۔۲۹۔۳۱۔

۴۵۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا ص۔۳۵۔۳۷۔

۴۶۔ القرآن،۱۰۔۶۲

۴۷۔ القرآن،۳۵:۶۳۔۶۵

۴۸۔ جامی، عبدالرحمٰن، ''نفحات الانس''، کراچی، آفسٹ پریس،۱۹۸۲ء، ص۔۲۹۷

۴۹۔ القرآن،۴:۶۹۔۷۰

۵۰۔ القرآن،۱۷:۶۵

۵۱۔ القرآن،۵:۵۴

۵۲۔ القرآن،۳۳:۲۳

۵۳۔ عبداللہ بن اسعد یافعی امام مترجم مولانا بدر قادری، ''بزمِ اولیاء'' محولہ بالا ص۔۶۰۔

۵۴۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا ص۔۳۷۔۴۷

۵۵۔ محمد بخش، میاں، ''سیف الملوک''، لاہور، رضا پرنٹر،۱۹۹۹ء، ص۔۲۶

۵۶۔ محمد طاہر فاروقی، ''سیرتِ اقبال''، لاہور، مظفر پرنٹر،۱۹۳۹ء ص۔۳۷۵۔

۵۷۔ ظہور الحسن شارب، ڈاکٹر ''خم نامہ تصوف'' لاہور، یونس ندیم پرنٹر،۱۹۸۰ء، ص۔۱

۵۸۔ ہجویری، سید علی، داتا گنج بخش، کشف المحجوب' لاہور، عبدالحمید خان پرنٹر، ص۔۳۵۔

۵۹۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ''مثنوی معنوی' لاہور، نظامی پرنٹر،۱۳۹۴ھ، ص۔۲۴۔۲۵، ج۔۱

۶۰۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ''مثنوی معنوی'' محولہ بالا ص۔۴۰۶، ج۔۳

۶۱۔ نور محمد ربانی سلامی، ڈاکٹر، ''کشف العرفان''، کراچی، ایسٹ پبلشر۱۹۹۸ء ص۔۹۶

۶۲۔ محمد اختر، مولانا، ''معارف مثنوی''، کراچی، مظہری کتب خانہ، ۱۹۹۶ء، ص۔ ۲۸۵۔

۶۳۔ مسلم بن حجاج القشیری، ''صحیح مسلم'' کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶ء ص۔ ۳۲۹، ج۔ ۲۔

۶۴۔ عبداللہ بن اسد یافعی، امام، مترجم مولانا بدر قادری ''بزم اولیاء'' محولہ بالا، ص۔ ۸۹۔ ۹۰۔

۶۵۔ عارف نوری، ''جواہر الانوار''، لاہور، اسلم عصمت پرنٹر، ۲۰۰۰ء، ص ۴۵۵۔

۶۶۔ اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات، علمی اور ادبی خدمات''، کراچی، شاہکار پریس، ۲۰۰۲ء، ص۔ ۱۶۸۔

۶۷۔ ادارۂ تصنیف و تالیف، ''انوارِ اصفیا''، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء، ص۔ ۱۱

۶۸۔ احمد سرہندی، ''مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی'' (مترجم، مولانا سعید احمد صاحب نقشبندی) کراچی، آفسٹ پریس، ۱۹۷۶ء، ص۔ ۳۰۶، دفتر اوّل، حصہ اول۔

۶۹۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا، ص۔ ۱۰۸۔ ۱۱۲۔

۷۰۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا، ص۔ ۲۴۔ ۲۵۔

۷۱۔ ایضاً، ص۔ ۳۰۔ ۳۲

۷۲۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ، خطیب، مشکوٰۃ المصابیح'' محولہ بالا، ص۔ ۴۳۲، ج۔ ۲۔

۷۳۔ ایضاً ۴۳۲۔ ج۔ ۲

۷۴۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا، ص۔ ۳۳۔ ۳۴۔

۷۵۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ، خطیب، ''مشکوٰۃ المصابیح'' محولہ بالا، ص۔ ۲۵۸، ج۔ ۱

۷۶۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ''گلشن سادات'' محولہ بالا، ص۔ ۳۴۔ ۳۵۔

۷۷۔ مہربان حسین وذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''گلزار ولایت'' محولہ بالا، ص۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔

۷۸۔ عبداللہ بن اسد یافعی، امام مترجم مولانا بدر قادری ''بزم اولیاء'' محولہ بالا، ص۔ ۹۰۔ ۹۱۔

۷۹۔ القرآن، ۳:۳۷

۸۰۔ القرآن، ۱۹:۲۵

۸۱۔ عبداللہ بن اسد یافعی، امام، مترجم مولانا بدر قادری ''بزم اولیاء'' محولہ بالا، ص۔ ۹۲۔ ۹۴۔

۸۲۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلزار ولایت‘‘ محولہ بالا، ص۔۸۹۔

۸۳۔ ایضاً، ص۔۸۳۔۸۵۔

۸۴۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلشن سادات‘‘ محولہ بالا، ص۔۵۶۔۵۷۔

۸۵۔ ایضاً، ص۔۵۴۔۵۵۔

۸۶۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلزار ولایت‘‘ محولہ بالا، ص۔۹۱۔۹۲۔

۸۷۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلشن سادات‘‘ محولہ بالا، ص، ۴۵۔۴۶۔

۸۸۔ ایضاً، ص۔۴۲۔۴۳۔

۸۹۔ ایضاً، ص۔۶۲۔۶۳۔

۹۰۔ ایضاً، ص۔۶۳۔۶۶۔

۹۱۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلزار ولایت‘‘ محولہ بالا، ص۔۱۱۸۔

۹۲۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلشن سادات‘‘، محولہ بالا، ص، ۶۶۔۶۷۔

۹۳۔ ایضاً، ص۔۷۴۔۷۵۔

۹۴۔ ایضاً، ۶۴۔

۹۵۔ ایضاً، ص۔۷۶۔۷۹۔

۹۶۔ ایضاً، ص۔۸۰۔۸۱۔

۹۷۔ ایضاً، ص۔۸۲۔۱۰۰۔

۹۸۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلزار ولایت‘‘ محولہ بالا، ص۔۱۲۸۔

۹۹۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلشن سادات‘‘، محولہ بالا، ص۔۱۱۷۔

۱۰۰۔ مہربان حسین ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلزار ولایت‘‘ محولہ بالا، ص۔۱۲۹۔۱۳۰۔

۱۰۱۔ محمد طاہر فاروقی، ’’سیرت اقبال‘‘، محولہ بالا، ص۔۳۶۷۔

۱۰۲۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ’’گلشن سادات‘‘ محولہ بالا، ص۔۱۶۲۔۱۴۰۔

باب: سوئم

الحاج حافظ امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوری

ولادت: ۱۲۵۷ھ، بمطابق ۱۸۴۱ء موضع علی پور سیداں ضلع نارووال

وصال: ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۱ء موضع علی پور سیداں ضلع نارووال

خاندان: مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں سید محمد حنیف نامی ایک بزرگ شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور علی پور سیداں میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شہنشاہ نے انکو ایک گرانقدر جاگیر نذر گزاری، اسی بزرگ کے خاندان میں چوتھی جگہ سید کریم شاہ کے ہاں اُس مبارک بچے کی ولادت ہوئی جو آگے چل کر امیر ملّت اور محدث علی پوریؒ کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱)

ولادت باسعادت: سنوسئ ہند امیر ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۱۸۴۱ء / ۱۲۵۷ھ میں علی پور سیداں تحصیل و ضلع نارووال (پنجاب) میں قطب وقت حضرت پیر سید کریم شاہ (ف ۴ صفر ۱۳۲۰ھ/۱۳ مئی ۱۹۰۲ء بروز منگل) کے یہاں ہوئی۔ (۲)

فرمان الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِنْ عَمَلِھِمْ مِنْ شَیْءٍ (۳)

ترجمہ اور جو ایمان لائے۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی'۔ حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے، اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے اور آیت بالا کے صحیح مصداق (۴) آپ کا شجرۂ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ (۵)

(ترجمہ) مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے، جن کا شجرۂ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علوّ شان پر شاہد و عادل ہیں۔ آپؒ کی حیات پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخصوص رسول کریم ﷺ کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دور میں آپ نے اعلائے کلمۃ الحق اور اتباعِ سنت رسول ﷺ کی وہ ایمان افروز اور رُوح پرور مثال قائم کی کہ باید و شاید بہت کم کو یہ حاصل ہوا۔ (۶)

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ (۷)

ترجمہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔

پدری شجرۂ نسب

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول خداؐ (زوجہ) حضرت علی ابن ابی طالبؓ	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہداءؑ رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید منور علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت السنت مجدد دوران قیوم زمان قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۸)

مادری شجرۂ نسب

آپ کا مادری شجرۂ نسب ساتویں پشت پر پہنچ کر پدری شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت سید عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے حضرت سید امان اللہ آپ کے جد امجد (دادا) اور دوسرے صاحبزادے حضرت عزیز الرحمٰن آپ کے نانا تھے۔ سلسلہ نسب طرفین سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمتہ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول خداؐ (زوجہ) حضرت علی ابن ابی طالبؓ	۱۲	حضرت سید عارف رحمتہ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمتہ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمتہ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہدا رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمتہ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمتہ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید عزیز الرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمتہ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد خلیل رحمتہ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمتہ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید دسوندھی شاہ رحمتہ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمتہ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمتہ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید حسن علی رحمتہ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمتہ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمتہ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمتہ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمتہ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت السنت مجدد دوران قیوم زمان قدوۃ السالکین بدۃ العارفین
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمتہ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمتہ اللہ علیہ		حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ (۹)

شجرۂ طریقت (۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۴) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ، (۵) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۶) حضرت بایزید بُسطامی رحمتہ اللہ علیہ، (۷) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ، (۸) حضرت خواجہ بوعلی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ، (۹) حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ، (۱۰) حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ، (۱۱) حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمتہ اللہ علیہ، (۱۲) حضرت خواجہ محمود الخیر فغ نوی رحمتہ اللہ علیہ، (۱۳) حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمتہ اللہ علیہ، (۱۴) حضرت بابا محمد سماسی رحمتہ اللہ علیہ، (۱۵) حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ، (۱۶) حضرت خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبندی بخاری رحمتہ اللہ علیہ، (۱۷) حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ، (۱۸) حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ، (۱۹) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ، (۲۰) حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ، (۲۱) حضرت خواجہ درویش محمد سبزواری رحمتہ اللہ علیہ، (۲۲) حضرت خواجہ محمد مقتدا امکنگی رحمتہ اللہ علیہ، (۲۳) حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ، (۲۴) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، (۲۵) حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمتہ اللہ علیہ، (۲۶) حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ سرہندی رحمتہ اللہ علیہ، (۲۷) حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمتہ اللہ علیہ، (۲۸) حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمتہ اللہ علیہ، (۲۹) حضرت خواجہ شاہ محمد جمال اللہ رامپوری رحمتہ اللہ علیہ حضرت، (۳۰) خواجہ محمد عیسیٰ گنڈاپوری رحمتہ اللہ علیہ، (۳۱) حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی رحمتہ اللہ علیہ، (۳۲) حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمتہ اللہ علیہ، (۳۳) حضرت خواجہ باداجی فقیر محمد چوراہی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ، (۳۴) حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ۔ (۱۰)

تعلیم و تعلم: آپ نے اپنے ہی گاؤں میں حافظ قاری شہاب الدین کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب میاں عبدالرشید علی پوری رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھ کر مولانا عبد الوہاب امرتسری رحمتہ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ بعد ازاں لاہور جا کر مولانا غلام قادر بھیروی رحمتہ اللہ

علیہ اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی رحمتہ اللہ علیہ (پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور) سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے درسیات پڑھے اس کے بعد سہارنپور جا کر مولانا محمد مظہر سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ مگر تشنگی علم ہنوز باقی تھی۔ چنانچہ یہ تشنگی کشاں کشاں آپ کو مولانا سید محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ ناظم دارالعلوم ندوہ، مولانا احمد حسن کانپوری رحمتہ اللہ علیہ مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمتہ اللہ علیہ، مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی اور حضرت علامہ محمد عمر ضیاالدین استانبولی رحمتہ اللہ علیہ اجمعین کی خدمت میں لے گئی اور تمام علوم متداولہ عقلیہ و نقلیہ پر دسترس اور مہارت تامہ حاصل کر کے اسناد حاصل کیں۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ نے تو اپنی کلاہ مبارک اُتار کر آپ کے سرِ اقدس پر رکھ دی اور پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف اور سندِ حدیث کی اجازت عنایت فرما کر رخصت کیا۔ (۱۱)

اکتساب فیض: علوم ظاہری میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد آپ غوث وقت حضرت باباجی فقیر محمد فاروقی نقشبندی مجددی (ف۔ ۱۳۱۵ھ) چورہ شریف ضلع اٹک کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے باباجی آپ کی آمد سے از حد مسرور ہوئے۔ چند روز صحبت کے بعد آپ اجازت و خلافت سے نوازے گئے تو دوسرے مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم عرصے سے حاضر خدمت ہیں مگر ہمیں آج تک خلافت نہیں ملی اور جماعت علی شاہ کو آپ نے آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا۔ اس پر باباجی نے ارشاد فرمایا۔ جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا تیل بھی تھا اور بتی بھی، ہم نے صرف آگ ہی لگائی ہے۔

مرشد کامل نے آپ کے حق میں یہ دُعا فرما کر رخصت کیا: خداوند! اس دور میں میرے جماعت علی شاہ کو لاثانی بنا دے۔ چنانچہ مرشد کامل کی دُعا رنگ لائی اور جو شہرت عام بقائے دوام آپ کو ملی دوسرے ہم عصروں کو اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوا پشاور سے راج کماری اور کشمیر سے مدراس تک آپ کی دھوم مچی دس لاکھ سے زائد لوگ حلقۂ غلامی میں داخل ہوئے۔ برِصغیر کے علاوہ کابل، برما، سعودی عرب روس اور دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی کثیر

تعداد نے آپ کی غلامی کا طوق پہنا۔ آغا خلیل کلید بردار و جاروب کش روضہ رسول ﷺ نادر شاہ والیءِ افغانستان (ف ۱۹۳۳ء) میر عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن، قائد اعظم محمد علی جناحؒ قائد ملت بابائے کشمیر چوہدری غلام عباس، ڈاکٹر سید ظفر الحسنؒ، صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی، مولانا غلام محمد ترنم امرتسر ثم لاہوری، بیرسٹر عبدالرب مرزا والد گرامی قدر جناب غلام مجدد مرزا سابق چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ لاہور، حکیم فیروز طغرائی امرتسری علامہ ابوالمعانی تاج الدین احمد تاج عرفانی لاہوری جیسے نابغہ روزگار اور مشاہیر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے آپ کی عظمت کا لوہا مانا۔ اور حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نواب مشتاق حسین المعروف نواب وقار الملکؒ، نواب بہادر یار جنگؒ، سر آغا خان سوم، نواب شاہ نواز ممدوٹ، نواب احمد یار خان دولتانہ، نواب اسمعیل خان آف میرٹھ، علی برادران، مولانا شوکت علیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ، حکیم اجمل خانؒ، مولانا ظفر علی خان، علامہ عنایت اللہ المشرقی، میر غلام بھیک نیرنگؒ، مخدوم سید صدرالدین گیلانی ملتانیؒ، شاہ محمد حسین کچھوچھویؒ، شاہ محمد حسین پھلواروی، شاہ سید محمد محدث کچھوچھویؒ، مولانا حامد رضا خان بریلویؒ، مولانا عبد الحامد بدایونیؒ، پیر محمد امین الحسنات آف مانکی شریفؒ، پیر محمد فضل شاہ جلال پوریؒ، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ، مولانا مظہر الدین شیر کوٹیؒ، ایڈیٹر الامان دہلی، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، نواب زادہ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشترؒ، نواب افتخار حسین ممدوٹ اور ابوالاثر حفیظ جالندھریؒ جیسے مقتدر اور عبقری عصر حضرات آپ کی عقیدت کا دم بھرتے رہے۔ (۱۲)

علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد آپ نے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا۔ بعد ازاں پشاور، کوئٹہ، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور، حیدر آباد دکن، دہلی بھوپال، کوہ نیلگرھی، کشمیر، کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے فرمائے۔ ہزار ہا مشکلات و مصائب کو برداشت کر کے لاکھوں گمگشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ کئی جگہوں پر آپ نے تبلیغی انجمنیں، مدرسے، مسجدیں اور کنویں بنوائے آپ کی ان تبلیغی کوششوں اور سرگرمیوں سے

اسلام کے خزاں دیدہ چمن میں بہار آ گئی۔ اس لحاظ سے آپ بلاشبہ محی الدین ثانی اور مجدد دوراں کہلانے کے مستحق ہیں (۱۳)

آپ رحمتہ اللہ علیہ کو درج ذیل زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ پنجابی، اردو، فارسی، عربی (مہارتاً) پوربی، سندھی، پشتو (ضرورتاً) (۱۴)

آپ رحمتہ اللہ کی تصانیف:

۱۔ ضرورتِ شیخ ۲۔ مرید صادق ۳۔ یاران طریقت یا پیر بھائی

۴۔ فضائل مدینہ منورہ ۵۔ فضائل نماز تہجد (۱۵)

عشق رسول ﷺ: عشق رسول ﷺ تو آپؒ کے قلب وروح میں سمایا ہوا تھا۔ سرکار مدینہ حضور سید عالم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سن کر آپ کی پلکیں بھیگ جاتیں۔ رنگ زرد ہو جاتا، سرد آہوں اور سسکیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔

مندرجہ ذیل اشعار تو ہر وقت آپ کی زبان پر رہتے تھے اور آنکھیں اشکوں کا ہار پروتی رہتی تھیں۔

قابل تھا میں نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب — اس در کی حاضری سے میری قسمت بدل گئی

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری — گو ملک و مال وخویش وطن سے جدا ہوا

آپ کے عشق رسول ﷺ کا اعتراف مخالفوں نے بھی کیا چنانچہ مولانا حسین احمد دیوبندی سابق صدر جمعیت علماء ہند و سابق پرنسپل دارالعلوم دیوبند آپ کے نکتہ چینیوں کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ عشق رسول ﷺ میں شاہ صاحب (امیر ملت) کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (۱۶)

فنافی الرسول ﷺ: ذیل میں چند واقعات پیش خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقعی فنافی الرسول تھے ۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ آپ ایک طویل دورے کے بعد لاہور مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ) میں فروکش تھے۔ سردی کا موسم تھا اور آپ کو شدید بخار تھا اتنے میں برصغیر کے نامور نعت گو شاعر حافظ پیلی بھیتیؒ کی آمد کی اطلاع ملی۔ آپ نے حکم دیا کہ فوراً بلاؤ حالانکہ آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے کپکپی طاری تھی۔ بابائے لاہور شیخ

عبدالشکور لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں بھی اُس وقت آپ کے قدموں میں حاضر تھا۔ آپ نے حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا۔ '' آپ حضور رسولِ اکرم ﷺ کی شانِ اقدس واطہر میں نعتیں لکھتے ہیں، افسوس کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کرسکا''۔ پھر دریافت فرمایا کہ '' حافظ صاحب کوئی تازہ نعت لکھی ہے؟'' حافظ صاحب فوراً دوزانو ہو بیٹھے، بیاض کھولی اور نعت شروع کی۔ مطلع تھا۔

زائروں کی بھیڑ ہو روضہ تِرا ہو میں نہ ہوں　　　وائے ناکامی کہ اک خلقِ خدا ہو میں نہ ہوں

مطلع بے پناہ پُرزور تھا سب محظوظ ہوئے حضرت نے فرمایا ''مکرر پڑھو'' دو تین بار سماعت فرمایا اور لحاف چہرۂ مبارک سے دور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا شعر پڑھا۔

صدقے اُس روضے کے جس پر سر سے دِل سے جان سے　　　اک جہاں اک خلق اک عالم فدا ہو میں نہ ہوں

اَب تو آپ نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اُتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ جائے۔ حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا۔

میں وہ ردِ خلق ٹھہرا ہوں کہ بزم شاہ میں　　　اِنس ہو جن ہو، فرشتہ ہو، ہوا ہو میں نہ ہوں

اب تو آپ اُٹھ کر بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں، جسم سے پسینہ جاری تھا بے اختیار داد دے رہے تھے اور کیف طاری تھا جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا

میں وہاں ہوں وہ وہاں ہوں یا نہ ہوں پر یہ نہ ہو　　　شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں

تو حضرت صاحب بیتاب ہو گئے اور اک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے گئے اور حاجی بوٹا خادم خاص کو حکم دیا۔ '' جلد اسباب باندھو اور مدینہ شریف چلو'' جہاز پر سوار ہوتے وقت بھی مصرع زبان پر جاری تھا۔

شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں

مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) باوجود آپ سے اختلاف کے آپ کے عشق رسول ﷺ کا ایک واقعہ اکثر و بیشتر بیان کر کے اپنی تقاریر کو مزین کیا کرتے تھے۔ اور مشہور اہلحدیث عالم مولانا

محمد داؤد غزنوی (ف ۔ ۱۹۶۳ء) کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے قریب چند کتے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک ناسمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو زور سے لاٹھی ماردی، کتا لنگڑاتا اور چیختا چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں تشریف لے آئے۔ جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھالیا اور اُس شخص سے کہا، ظالم! تو نے یہ نہ دیکھا کہ مدینہ شریف کا کتا ہے۔ پھر عمامہ پھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ پر پٹی باندھی اور بازار سے کھانا منگوا کر اُسے کھلایا''۔

سرزمین حجاز سے محبت: ایک دفعہ سرزمین حجاز میں قحط نمودار ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ سن کر تڑپ اُٹھے کہ میرے محبوب ﷺ کے ملک میں قحط پڑھ گیا ہے۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم بھجوائی۔ (۱۷)

جالی مبارک کے اندر شب باشی: ترکوں کے زمانے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ایسی بہت سی مراعات حاصل تھیں جو اوروں کے نصیب میں نہ ہوتیں۔ آپ مدینہ منورہ میں رات کو روضہ شریف کی جالی مبارک کے اندر شب باش ہو تے تھے سعودی دستور کے مطابق عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد سب کو حرام شریف سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ خصوصی رعایت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جالی مبارک کے اندر رات بسر کرتے تھے۔ اس بات کا ذکر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مطبوعہ ملفوظات شریف میں بھی آیا ہے۔ (۱۸) آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ کے چرند پرند اور گرد و غبار تک سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ شریف کی ہر چیز کا احترام کرتے تھے جب تک مدینہ شریف رہتے نعت خوانی کی مجلسیں ہوتی رہتیں۔ ایک ایسی ہی مجلس میں حضرت حفیظ جالندھری (ف ۱۹۸۲ء) نے یہ شعر سنایا۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر حجرِ اسود کے　　　یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد ﷺ کے

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ شعر سنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمعہ نقدی حفیظ صاحب کی نذر کر دی آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی مدینہ شریف حاضر ہوتے تو سب سے پہلے غسل فرماتے۔ پھر عجز و انکسار کے ساتھ دربارِ

رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے۔ حضوری کے وقت آپؒ کا جسم کانپتا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے۔ چہرہ مبارک کی رنگت کبھی سرخ ہو جاتی کبھی زرد مواجہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی دیر تک پنکھا جھلنا پڑتا۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپ پر کامل رعب طاری ہے۔ یہ شہنشاہوں کے شہنشاہِ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی حاضری کوئی آسان بات نہیں بے خبروں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں۔

اس قسم کے ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں واقعات ہیں مگر طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ شائقین حضرت سیرت امیر ملت'' کا مطالعہ فرما کر مستفید ہو سکتے ہیں۔(۱۹)

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے۔ سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے (۲۰)

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ سے علامہ اقبالؒ کی عقیدت: حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بہت عقیدت و محبت تھی اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر رُوحانی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ چند ایک واقعات درجہ ذیل ہیں۔

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے۔ تمام کرسیاں بھری ہوئی تھیں فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ اقبالؒ ذرا دیر سے پہنچے تو جگہ نہ پا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ''اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور کہا'' اقبال جس کے قدموں میں آجائے اس کے فخر کا کیا ٹھکانا''۔

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زور بازو کا ۔ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۲۱)

حکیم الامت یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے'' میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

حضرت امیر ملت سے حکیم الامتؒ کی عقیدت اس قدر گہری تھی کہ حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ نے سوائے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے بیعت کہاں کی ہے۔ چنانچہ اس راز کی عقدہ کشائی سب سے پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہی ۱۹۳۵ء میں فرمائی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ۔

اقبالؒ نے رازداری کے طور پر مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم سے بیعت ہوں''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ: اقبالؒ کے والد ماجد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے وہ انہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ کے دِل میں حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی جو قدر و منزلت تھی اُس کا اظہار ''ضرب کلیم میں مردِ بزرگ' کے عنوان والے مندرجہ ذیل قطعہ سے ہوتا ہے۔

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق — قہر بھی ہے اُس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق!

انجمن میں بھی میسّر رہی خلوت اس کو — شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں! — بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق

اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا — اُس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریق (۲۲)

حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کو بھی علامہ مرحوم سے بہت محبت و شفقت تھی۔ چنانچہ وصال سے قبل اکثر علامہ کا یہ شعر زبان پر رہتا تھا۔

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں — نہ گلہ ہے دوستوں کا، نہ شکایت زمانہ (۲۳)

گزشتہ سطور میں علامہ اقبالؒ کے ذکر کے ضمن میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس کے سالانہ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی تھی۔ اس موقع پر ایک ایسی ہی صدارت کی تفصیل بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے حضرت کی جرأت و استقلال۔ حاضر جوابی، مضبوطی اعصاب اور داد و دہش کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری (ف ۱۹۸۷ء کراچی) کے الفاظ میں واقعہ کچھ یوں ہے۔

ایک سال انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس کا صدر حضرت پیر صاحب کو بنایا گیا۔ چندے کی اپیل

کے لئے مولانا ظفر علی خان کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے محترم صدر صاحب ہماری انجمن کو کیا تبرّک عطا فرماتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان نے یہ آغاز اس لئے کیا تھا کہ صدر صاحب زیادہ سے زیادہ ہزار پانچ سو دیں گے ان کے مقابلے میں دوسرے امیر لوگ اُن سے کہیں بڑھ کر رقم کا اعلان کریں گے تو صاحب صدر خود اپنی خفت محسوس کریں گے اور تمام لوگ بھی اُنہیں کچھ حقیر سمجھنے لگیں گے۔ مگر واہ رے درویش دانا، جونہی مولانا ظفر علی خان نے کہا کہ چندے کا آغاز صدر صاحب کے اعلان سے ہونا چاہئے۔ اُسی وقت پیر صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا:

ارے بھائی! فقیر کے پاس کیا ہے اور یہ کیا دے سکتا ہے یہاں بڑے بڑے دولت مند چندہ دینے والے بیٹھے ہیں۔ اُن کے سامنے میں اپنی خالی جھولی میں سے کیا نکال کر پیش کر سکتا ہوں۔ میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ اس وقت آپ سب حضرات اپنے چندوں کا اعلان کریں یہ سب چندے مل کر جتنی رقم ہو اُتنی رقم تنہا اس فقیر کی طرف سے ہوگی''۔ یہ اعلان ہونا تھا کہ مجمع اُچھل پڑا اور حضرت صاحب کو خفیف کرنے کی جتنی اسکیم تھی وہ فیل ہو گئی۔ (۲۴)

الحاج حافظ امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ محدث علی پوری کا شخصی خاکہ اور اوصاف حمیدہ:

حلیہ مبارک: حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کا قد مبارک درمیانہ، موزوں متناسب اور مائل بہ بلندی خوبصورت چہرہ مبارک رنگ سرخ اور سفید، سر بڑا پیشانی کشادہ و بلند سجدے کے نشان نظر آتے تھے۔

لباس: آپ رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے کرتا چکن کا اور شلوار لٹھے کی ہوتی تھے، عمامہ باریک ململ کا ہوتا تھا۔

غذا: آپ رحمتہ اللہ علیہ نہایت سادہ غذا تناول فرماتے تھے، شہد یا لسی اور مرغی کا شوربا پسندیدہ غذا تھی۔

اخلاق حسنہ: آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اخلاق کریمانہ اور صفاتِ حسنہ سے متصف تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ

کی سنت مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے تھے۔

شفقت و مدارت: اپنا ہو یا غیر ہر ایک کے ساتھ انہتائی شفقت اور مدارت سے پیش آتے تھے۔ مہمان نوازی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

جودوسخا، ضبط و تحمل: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جودوسخا کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کوئی سائل اور حاجتمند آپ رحمتہ اللہ علیہ کے در سے خالی نہیں جانے پایا۔

خدمت وایثار: فلاحی اداروں کے قیام اور تعمیر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حد درجہ اہتمام مقصود ہوتا تھا۔

تقویٰ شریعت وطریقت: آپ رحمتہ اللہ علیہ شریعت کے کامل پابند اور سنت کے پکے متبع تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے شریعت کی حقیقت پر عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔ تقویٰ ایمان کی شرط ہے۔

کھانے میں احتیاط: کھانے پکانے کے برتن، پانی ظروف، چائے کا سامان، وضو کا لوٹا، لباس، دوسرے کپڑے سب ہر طرح پاک وصاف ہوتے۔

وضو اور استنجا میں مٹی اور پانی کا استعمال، پانی کی احتیاط، متبرک جانماز، ریل کے سفر میں احتیاط، بازار کی چیزوں سے احتیاط، چلتے پانی کا استعمال، بے نمازی اور تمباکو نوشی سے پرہیز، نئے کپڑے، شکر اور گڑھ کا استعمال، ولایتی صابن اور دوائیں کبھی استعمال نہیں کرتے تھے۔

جودوسخا: آپ رحمتہ اللہ علیہ کا جودوسخا فضل خداوندی کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کی مثال تلاش سے بھی نہیں ملتی۔

غیب کے خزانے: آپ رحمتہ اللہ علیہ پر رب العزت کا خاص کرم تھا خزانہ غیب سے عطا فرماتا۔ پنجاب میں پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری سرحد میں پیر مانکی شریف اور سندھ میں عبدالرحمٰن بھر چونڈی اور شاہ مغفور القادری نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اُسے مسلمانوں کی مذہبی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ (۲۵)

دینی وملی خدمات

۱۹۰۱ء میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے منظم طریقے سے دین متین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لئے انجمن خدام الصوفیہ قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی۔

۱۔اتحادِ جمیع سلاسل تصوف،۲۔اشاعتِ اسلام وتصوف،۳۔تردید الزامات خلافِ اسلام وتصوف۔۴۔ تردید مذاہب باطلہ

اس انجمن کا پہلا اجلاس اُسی سال بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا اور متواتر تین سال تک اجتماعات کا مرکز حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہِ ہند رحمتہ اللہ علیہ کی بنا کردہ مسجد میں رہنے کے بعد ۱۹۰۴ء سے یہ سلسلہ علی پور سیداں میں شروع ہو گیا۔ انجمن کے اجلاسوں میں برصغیر کے ممتاز علماء کرام اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید و مستفیض فرماتے اور اکناف واطراف سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہو کر ایمان تازہ کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس انجمن نے فتنہ ارتداد، تحریک خلافت، ساردا ایکٹ، تحریک شہید گنج، غازی علم الدین کیس، تحریک پاکستان ودیگر تحریکوں میں جو کردار ادا کیا وہ اسی کا حصہ ہے۔ اس انجمن کی شاخیں برصغیر کے طول وعرض میں پھیل گئی تھیں اس کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۰۴ء میں ماہنامہ "انوار الصوفیہ" جاری کیا تھا تا کہ تحریری میدان میں بھی مذہب وملت کی خدمت کی جا سکے۔ یہ رسالہ پہلے لاہور اور پھر سیالکوٹ سے شائع ہو کر اکناف واطراف عالم کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کرتا رہا۔ بعد ازاں ستمبر ۱۹۶۰ء سے دسمبر ۱۹۸۴ء تک قصور سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا رہا۔ رسالہ کے علاوہ انجمن نے بے شمار کتابیں چھاپ کر دُنیائے تصوف میں ایک تاریخ ساز انقلاب برپا کیا۔ (۲۶) آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مذہبی، تبلیغی، ملی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قومی کارنامے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ (۲۷)

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ اور تحریک ختم نبوت: ۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا اور انگریز برِّ اعظم کے فرمانروا بن گئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کے حصار میں شگاف پیدا کرنے شروع کیے۔ اپنے ہمنوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تا کہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آ جائیں۔ مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے لے جہاد کا

خدشہ مٹ جائے۔عظمت رسول ﷺ کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا کلپ ہو جائے گی نتیجتاً برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔(۲۸)

بقول حکیم الامت علامہ اقبالؒ۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا — رُوح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو (۲۹)

قادیانی فرقے کی ایجاد: عیار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے بہت سے علماء کو خریدا۔اُن پر نوازشات کی بارش کردی اور اُن سے اسلام دشمنی اور رسول ﷺ دشمنی کا خوب کام لیا۔مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے نئے نئے فرقے ایجاد کئے ،جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے۔جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا تعارف: مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ بن مرزا عطا محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۴۰۔۱۸۳۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب ،انڈیا) میں پیدا ہوئے۔آباؤ اجداد سمرقند سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ جہاں اُنہیں بادشاہ وقت کی طرف سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام مرتضیٰ کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل الٰہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔فضل احمد سے عربی پڑھی اور منطق ،حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔علم طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا۔کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا۔ حصول علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوئے ہوئے دیہات کے حصول کے لئے مقدمات میں مشغول رہے۔(۳۰) ۱۸۶۷ء میں مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں کلرک بھرتی ہو گئے۔ کچہری کے ملازموں کے لئے انگریزی سیکھنے کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس مین چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے جس میں مرزا صاحب بھی شامل تھے۔ دوران ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تخلیے

میں بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تخلیہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ اُدھر مرزا صاحب استعفیٰ دے کر قادیان آ گئے۔

برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں اور اخبار کے ایڈیٹروں کی آمد: ۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے۔ اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے اُنہیں کس طرح رام کیا جا سکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں۔ جن ارکان نے ''ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد'' The arrival of british empire of india کے عنوان سے رپورٹ لکھی اُنہوں نے لکھا کہ ''ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دُھند پیروکار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (اپاسٹالک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اُس شخص کی نبوت کو حکمت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جا سکتا ہے''۔ ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے مرزا صاحب نبوت کے لئے نامزد کئے گئے۔ (۳۱) مرزا صاحب کی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' چار حصوں میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے، ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۳ء میں چوتھا۔ مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا البشیر الدین احمد کی تالیف ''سلسلہ احمدیہ'' کے مطابق مرزا صاحب کو ''ماموریت'' کا تاریخی الہام، مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا اس سے پہلے آپ نے ۱۸۸۰ء میں ''ملہم من اللہ'' ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور ''ظلی'' نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور نومبر ۱۹۰۴ء میں

کرشن ہونے کا اعلان داغا۔ یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم پروان چڑھانے کے لئے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی۔ اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کے مسلمان ریاستوں کو اپنے درم میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ مرزا غلام احمد اُن کے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے، جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سلطنت کے استحکام و طاعت کی بنیاد ہی اپنے الہام پر رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی وفاداری سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا۔ اور اُن لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اس کے بعد جہاد کا نام لیتے یا اُس کی تلقین کرتے تھے۔ (۳۲) علمائے اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کی رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں سنوسئ ہند امیر ملت الحاج پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا جی کو للکارا مگر وہ راہِ فرار ہی اختیار کرتے رہے، بالآخر حضرت قدس سرۃ کی بددُعا کے نتیجے میں لقمہ اجل بنے۔ (۳۳) مرزا قادیانی نے جب اپنے بال و پر نکالنے شروع کئے تو حضرت امیر ملت قدس سرۃ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اُس کے دعوؤں کی قلعی کھول دی۔

۱۔ سچا نبی کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روحِ قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوند قدس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

۲۔ ہر سچا نبی اپنے چالیس سال گزارنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور اِنّـی رَسُولُ اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعوؤں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیا ﷺ تک جتنے نبی ہوئے تمام کے نام مفرد تھے۔ کس

سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

۴۔ سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ (۳۴)

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے لئے ملک گیر دورے فرمائے اور اُس کی عیاریوں کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت سید محبوب احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسریؒ (ف ۱۹۲۰ء) بارہا قادیان جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی مرزا صاحب یا اُن کے کسی حواری کو ان حضرات کے مدِ مقابل آنے کی جرات نہ ہوسکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا صاحب نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ (ف ۱۹۳۷ء) کو دعوت مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ بھی حضرت گولڑویؒ کے ساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا صاحب کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت گولڑویؒ کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اُس میں بھی حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اس طرح جب مرزا صاحب کے خلیفہ اول حکیم نورالدین نے نارووال ضلع سیالکوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اس کے دامِ فریب میں پھنسنے لگے تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت صاحب فراش تھے، چارپائی سے اُٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اُٹھا کر نارووال لے چلو تاکہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کرسکوں۔ چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اُٹھا کر نارووال لے جاتے رہے اور خطبہ جمعۃ المبارک میں مرزائی عقائد کا تارو پود بکھیرتے رہے۔ ناچار حکیم نورالدین کو راستہ ناپنا پڑا۔ (۳۵)

ردِ مرزائیت: جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ سب علماء اور صلحاء نے اس کے دعویٰ کی تکذیب کی اور دین متین میں اس نئے رخنے کا سدِ باب کرنے کی مساعی میں مصروف ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے سرخیل بنے رہے اور ابتدا سے کامل سرگرمی کے ساتھ مرزا کی مخالفت اور تکذیب فرماتے رہے۔ جہاں ضرورت ہوتی آپ فوراً پہنچ کر انسداد اور تبلیغی کام شروع کر دیتے اور مسلمانوں

کے دین ایمان کے تحفظ میں مشغول ہو جاتے۔ مرزا اور مرزائیوں سے ان مخالفتوں اور مخاصمتوں کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر یہاں پوری تو نہیں لیکن ضروری اور متعلقہ تفصیل لکھی گئی ہے۔ جس سے حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے طریق کار، جوش و عزم، اور کامرانی و فتح مندی کا اندازہ ہو سکے گا۔ (۳۶)

مرزا قادیانی کی سرکوبی : آپ رحمتہ اللہ علیہ دین کے کاموں کو بڑی تن دہی اور فرض شناسی سے انجام دیا کرتے تھے۔ کہ جب تک میں دین کا کام نہ کرلوں ایک لقمہ کھانا بھی حرام سمجھتا ہوں۔ چنانچہ **مرزا قادیانی کی سرکوبی** کے لئے آپ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماء ظواہر کے ساتھ رہتا تھا۔ اگر چہ وہ اُن سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل و خوار ہوتا رہتا تھا۔ مگر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو جب مرزا نے سیالکوٹ میں حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ سے مناظرہ کا ارادہ کیا تو تاب نہ لا کر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اُس کی بیعت کے لئے تیار تھے اُس کی یہ ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ کا تعاون ۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی بیوی کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام دجل و فریب پھیلانا شروع کر دیا۔ مسلمانانِ لاہور نے حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی اور لاہور تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲ مئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا جس میں کثیر التعداد علمائے اہلسنت بھی موجود تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ سے تعاون کے لئے موجود تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخی اور عدیم النظیر جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آ کر ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کر سکے تو مباہلہ ہی سہی''۔

مگر چونکہ مرزا اپنے مکائد سمیت حضرت کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذلیل و خوار ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

مرزا قادیانی کا خدائی فیصلہ: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''ہم نے اُس کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ چند دِن کے اندر کیفرِ کردار کو پہنچے گا''۔(۳۷)

مرزا جی کی موت کی پیشگوئی: ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر حضرت امیر ملت نے ارشاد کیا کہ مرزا جی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر دُنیا سے رخصت ہو جائیں گے یہ بات حضرت نے رات دس بجے ارشاد فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی۔ خدا جانے ہیضہ تھا یا کچھ اور نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اس حالت میں خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔ **لَقَدْ دَخَلَ فِیْ قَعْرِ جَھَنَّمْ .** جس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مرزا جی کی موت کی پیشن گوئی فرمائی تو لوگوں نے اسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشگوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔(۳۸)

عوام کا مرزائی مسلک سے تائب ہو کر مسلمان ہونا: جب امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی پیش گوئی پوری ہونے پر لوگوں نے جگہ جگہ شکرانہ کے جلسے منعقد کئے اور مسجدوں میں شکرانہ کے نفل ادا کئے۔ ان میں سے بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ خود شریک ہوئے اور اپنے مواحظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ آپ کی تقریروں سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور بے شمار لوگ قادیانی مسلک سے تائب ہو کر مسلمان ہوئے اور کثیر تعداد میں لوگوں نے حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ حضور سٹیج پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ آپ ردّ مرزائیت میں بے حد جوش سے سرگرم رہے اور اکثر جلسوں میں ختم نبوت کے مسئلے کو مضبوط دلائل سے ثابت فرمایا کرتے تھے۔ مرزائیوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مخالفت میں ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مگر نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کبھی پریشان ہوئے نہ آپ نے اعلائے کلمتہ الحق میں کمی کی۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمیشہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔ سچ ہے۔''سانچ کو آنچ نہیں''۔(۳۹)

خلیفۃ الاسلام سلطان ترکی کی مالی مدد کرنا: ۱۹۱۰ء میں خلیفۃ الاسلام سلطان ترکی غازی عبدالحمید خان مرحوم حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کیلئے مسلمانانِ عالم سے چندہ کی اپیل کی تو اُس وقت آپ نے اپنے اور متوسلین کی جانب سے چھ لاکھ روپیہ نقد کی امداد فرمائی۔ بنا بریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخط خاص کے ہمراہ حضرت کو پانچ تمغے خوشنودی کے اظہار کے لئے بھیجے۔ اور شاہی فرامین میں آپ کو عمدۃ الاماثل والا فاضل'' کے معزز القاب اور خطاب سے سرفراز فرمایا۔(۴۰)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کیلئے تین لاکھ روپے کی امداد: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کیلئے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں امیر ملت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء) نے دوران تقریر اپنی ٹوپی اُتار کر حضرتؒ کے قدموں میں رکھ دی اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اپیل کی کہ'' معاملہ مسلمانوں کی حمیت و وقار کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں'' آپؒ نے استفسار فرمایا کہ'' کیا یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی؟ تو نواب وقار الملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی اور پھر یونیورسٹی کی مساجد میں پنج وقتہ نمازوں میں حاضری لازمی ہوگی اس جواب سے مطمئن ہونے پر آپ نے تین لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم چندہ میں دی اور بعد ازاں بھی معاونت فرماتے رہے چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی اور دینیات کی تدریس کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت سید سلیمان اشرف بہاری (ف ۱۳۵۲ھ) جیسے علماء کرام دینیات کے نگراں تھے۔ یہ سب حضرت امیر ملت کا ہی فیض تھا۔ حضرت امیر ملت کے مرید خاص اور برصغیر کے نامور فلسفی ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) کا علی گڑھ یونیورسٹی میں اسلامی خدمات کا سرانجام دینا بھی اسی سلسلہ کڑی ہے۔

تحریک ترکِ موالات: ۱۹۱۴ء میں حضرت امیر ملتؒ نے'' تحریک ترکِ موالات'' کی مخالف کی اور اعلان فرمایا کہ:۔'' ہندو مُردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور خاک ہوا میں اُڑ جاتی ہے اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین تا قیامت اُس کی ملکیت ہوتی ہے۔ مسلمانو! ہجرت نہ کرو، آپ کا وطن آپکا جدی ورثہ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو''۔

تحریک خلافت اور امیر ملت: تحریک خلافت میں آپ نے جان جوکھوں میں ڈال کر حصہ لیا۔ اس تحریک میں آپ نے جسقدر خدمات سرانجام دیں شائد بانیانِ تحریک نے بھی نہ دی ہوں گی۔ آپ نے بجلی کی سی سرعت وتیزی کے ساتھ تمام ملک کا دورہ کیا خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔ دوران تحریک اُن علاقوں کا بھی دورہ کیا جہاں تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا مثلاً ریاست کورک (علاقہ مدراس) مرکارا، ویراجندر، پیٹ اسی، بلگنڈا اور کوہ نیل گڑھی وغیرہ وغیرہ۔ (۴۱)

تحریک خلافت کیلئے چندہ جمع کرنا: ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے نیل گڑھی (علاقہ میسور کا ایک دور افتادہ مقام) سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چندہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ اعلان جاری فرمایا کہ مجھ سے محبت رکھنے والے سب ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ خلافت فنڈ میں داخل کریں۔ مولانا شوکت علی خان نے اس اعلان کو تمام ملک میں مشتہر کر دیا جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے زرِ کثیر موصول ہوا اس کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہزاروں روپے خلافت فنڈ میں دیئے آپ کے ارشاد پر نورانی سیٹھ آف بمبئی پچیس ہزار روپے اور اہلیان کوہاٹ نے ستائیس ہزار روپے کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں۔ دینی خدمات کے سلسلے میں ۳،۴ مارچ ۱۹۲۱ء لائل پور (حال فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی صدارت قبول فرمائی اور خطبہ صدارت میں فرمایا کہ ''جس کو خلافت سے محبت نہیں ہے اُسے اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جو لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا وہ کذاب اور مفتری ہیں۔ پڑھو لوگو لَعْنَتُہ اللّٰہِ عَلٰی الْکَاذِبِیْنَ '' چنانچہ سب مسلمانوں نے پڑھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں پُر جوش اور درد انگیز کلمات سے عوام وخواص کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ خدمتِ خلافت کیلئے ایسے کمر بستہ ہوئے کہ ہزاروں کے خلافت نوٹ آن کی آن میں فروخت ہو گئے۔ (۴۲) اپنے تو اپنے مخالف بھی آپ کی اس دینی دملی خدمات کے

اعتراف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ہدیہ تبریک پیش کیا:

مولانا ظفر علی خان کی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بھرپور مخالفت: مولانا ظفر علی خان چونکہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے بدیں وجہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شدید مخالف تھے کے باوجود اپنے اخبار ''زمیندار'' مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء میں آپ کو یوں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ انہوں نے لکھا کہ ۳/۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو (لائل پور) حال فیصل آباد میں عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا، اس میں پنجاب کے مشہور معروف صوفی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں جس بے نظیر جرأت ایمانی اور جوش اسلامی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں اُن تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں ''خلافت اسلامیہ'' اور مقاماتِ مقدسہ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریک خلافت میں حصہ نہیں لیتا اُس کو میں یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ ''خلافت'' خدا اور رسول ﷺ کی ہے جو مسلمان خدا اور رسول ﷺ کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے، وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو کلمتہ الحق اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی جو قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی اور دیگر مشائخ عظام بھی اپنی سنہری اور روپہلی مصلحتوں اور طواغیت باطلہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر خدا اور رسول ﷺ کے جھنڈے تلے آئیں گے۔ (۴۳) راولپنڈی کی مشائخ کانفرنس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ دورانِ تقریر مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ:۔ **''کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے''**۔ تو اُس

وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت قبلہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت چاہ و استقلال سے فرمایا تھا کہ ''میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں'' مولانا شوکت علی نے آپ کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو **''سنوسئ ھند''** کے لقب سے یاد کیا۔

تحریک خلافت میں آپ کی روز افزوں سرگرمیوں سے حکومت کے اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:۔ ''حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیر سید حافظ جماعت علی محدث علی پوری کا ہے'' (۴۴)

شدھی تحریک کا آغاز ۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی (انڈیا) میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں نے اور بالخصوص سوامی شردھانند نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اسکیم بنائی اس صورت حال سے حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اس فتنہ کے انسداد و استحصال کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن خدّام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیداں میں اپنے تاثرات عزائم اور پروگرام کا یوں اظہار فرمایا کہ ''یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہ ملے گی۔ اسلام کی دنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا بلکہ سرے سے اسلام کی ہستی پر زد لگائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دِل اس صدمے سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بانی اسلام ﷺ کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مردے بھی اغیار کے ہاتھوں میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لئے جائیں اور ہم دیکھا کریں''۔

''اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو۔ ہر مسلمان اپنے اوپر خواب وخورد حرام سمجھے اور دامے، درمے قلمے قدمے، سخنے الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت دین اسلام کی اس سے ممکن ہو اُس سے دریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرد نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچ کر حصہ لوں گا۔ اور جب تک گمگشتگانِ دینِ متین کو حلقہ اسلام میں واپس نہ لے آؤں، چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سر دست مبلغ گیارہ سو روپے

نقد دیتا ہوں اور سو روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسدادِ فتنہ ارتداد کے لئے وقف کر دوں گا''۔

شدھی تحریک کی سرکوبی: اس اعلان کے فوراً بعد آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے مہم شروع کر دی آپ کے صاجزادگان و دیگر اہل خاندان نے بھر پور کردار ادا کیا۔ آپ نے پہلا وفد ۲۱ مئی ۱۹۲۳ء کو روانہ کیا اور خود رہتک شہر تک اُن کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تین ماہ میں آپ نے چھیاسی وفد بھیجے جن میں خلفِ اکبر سراج الملّت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۱ء) خلفِ اصغر شمس الملّت صاحب زادہ نور حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۷۸ء) مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۸ء) مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی (ف ۱۹۴۴ء) مولانا محمد حسین قصور بی اے (ف ۱۹۲۷ء) مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا قاضی عبدالمجید (ف ۱۹۵۶ء) جیسے علماء و فضلاء اور مناظر سب ہی لوگ شامل تھے۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپکی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ داخل اسلام ہو گئے۔ آپ نے تمام متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، ریاست بھرت پور، ریاست بڑودہ، گڑگانواں فرخ آباد اور رہتک میں وفود کے ساتھ شب و روز کام کیا۔ (۴۵)

فتنہ دوآبہ گنگ کی سرکوبی: دوآبا گنگ وجمن علاقہ بَرج میں آگرہ شہر سے ایک ہزار با اثر ہندو وکلاء، بیرسٹر، بڑے بڑے تاجر اور زمیندار موٹروں اور تانگوں کے ذریعے سکندر پورہ پہنچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپؒ نے مردانہ وار مقابلہ کر کے اُن کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح علاقہ مذکورہ اس عظیم فتنہ سے محفوظ رہا۔ اس تحریک کے دوران آگرہ آپ کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ آپ نے اکیس جلسوں کی صدارت خود فرما کر فتنہ مذکورہ کو کچل دیا۔ کئی دینی مدارس، مسجدیں اور کنوئیں بنوائے لاکھوں روپیہ غربا میں تقسیم کر کے اُنہیں دولت اسلام سے محروم ہونے سے بچالیا۔

آل انڈیا سنی کانفرس کا انعقاد: ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرس مراد آباد (انڈیا) کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے طول و عرض سے ہزاروں علماء و مشائخ اور لاتعداد عوام اہلسنت نے شرکت کر کے دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا

کرنے کا عہد کیا اور پروگرام کی تشکیل ہوئی۔ آپ کو باتفاقِ رائے صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے معرکۃ الآرا فی البدیہہ خطبہ صدارت میں اسلام کی حقانیت، تبلیغ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ کرنے اہلسنت کے حقوق کی حفاظت اور دیگر امور کا تفصیل سے ذکر کیا اور عوام اہلسنت کو متحرک، فعال اور منظم کرنے کے لئے تجاویز پیش کیں۔(۴۶)

مسجد شہید گنج کا واقعہ: ۱۹۳۵ء مسجد شہید گنج کی تحریک چلی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ تن من دھن کی بازی لگا کر میدان میں آئے۔ مسجد کی واگزاری کے لئے یکم ستمبر کو راولپنڈی میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ اور محمد اسحاق مانسہروی کو نائب امیر ملت منتخب کیا گیا۔ بیعت امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ مشرقی (ف ۱۹۶۲ء) نے کی۔ امیر ملت منتخب ہونے کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرمایا:

1. مجھے ایک لاکھ سرفروش جانباز درکار ہیں۔
2. ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ بیت المال کے لئے درکار ہے۔
3. تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کردیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے گھروں میں بیٹھ جائیں۔
4. مسلمان تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

رات کو مسجد انگورا محلہ امام باڑہ راولپنڈی میں آپ کی صدارت میں ایک سو سے زائد نمائندگانِ قوم کا اجتماع ہوا اور آپ کی باوقار قیادت میں انگریز حکمرانوں سے ٹکر لینے کا باتفاق رائے فیصلہ ہوا۔ تمام پولیس کو اجلاس سے باہر نکال دیا گیا تو DC کا حکم آیا کہ ہمارا DSP لازماً اجلاس میں شریک رہے گا ورنہ ہم طاقت استعمال کریں گے۔ اس موقع پر حضرت امیر ملت نے جس جرأت و پامردی کا ثبوت دیا۔ اُس کی مثال شاذ ہی ملتی ہے۔ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی سید غلام مصطفٰے خالد گیلانی رحمتہ اللہ علیہ آف راولپنڈی اپنے ایک مضمون مطبوعہ ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور بابت اگست ۱۹۷۵ء ص ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ ''یہ مرحلہ امیر ملت بننے کے چند گھنٹے بعد پیش آیا۔ آزمائش میں تمام ذمہ داری حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ پر ڈال دی گئی اور حضرت نے ایک عظیم مجاہد کی طرح اپنے نیلی پوش کفن بردوش رضا کاروں کو حکم دیا کہ اجلاس میں موجود ڈی ایس پی خفیہ کو مسجد انگورا کی حدود سے

خارج کر دیا جائے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ انگریز کیا کرتا ہے۔ الغرض حکم کی تعمیل کی گئی اور ڈی ایس پی کو مسجد کی حدود سے نکال باہر کیا۔ اس جرأت مندانہ اقدام سے اجلاس میں غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہو گیا اور تمام لیڈروں نے امیر ملت کے حکم پر کٹ مرنے کی بیعت کی'' اس کے چند روز بعد لاہور میں گولی چلی اور آپ فوراً لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ (۴۷)

تاریخ ساز جلوس کی قیادت: ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور سے آپ کی قیادت میں پانچ لاکھ جانبازوں کا ننگی تلواروں کے ساتھ شاندار اور عدیم النظیر جلوس نکلا جس کا نظارہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ جب آپؒ صحن مسجد سے جلوس کی قیادت کے لیے اترے تو مسلمان دیوانہ وار خیر مقدم کے لئے آپ کی طرف لپکے۔ حکومت اور غیر مسلموں کو خطرہ تھا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے لیکن نظام ایک مرد حقیقت آگاہ کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا فساد کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ جلوس بخیر و خوبی دہلی دروازہ پہنچ کر ختم ہو گیا۔

اس عدیم المثال جلوس میں حضرت اقدس کے صاحبزادگان اور متوسلین کے علاوہ برصغیر کی تمام مشہور شخصیتوں مثلاً حامد رضا بریلوی (ف ۱۹۴۳ء) اور علماء مشائخ نے شرکت کی۔ اُسی رات دہلی دروازہ کے باہر ایک عظیم الشان جلسۂ منعقد ہوا جس میں مختلف مقررین کے بعد آپؒ نے عدیم المثال خطبہ صدارت ارشاد فرمایا جس میں مسلمانوں کو درپیش مسائل و مشکلات کے علاوہ مسجد شہید گنج کی شہادت کا خاص طور پر ذکر کیا جس میں آپؒ کے ارشاد پر سب مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت اقدس کے اس ایمان افروز باطل سوز خطاب کے بعد قراردادیں منظور کی گئیں اور پھر دُعائے خیر کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (۴۸)

تجدید و احیاء دین: ''حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں الحاد کا دور دورہ تھا۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے گمراہی اور الحاد کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے کہ خدا رسول ﷺ کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر اور شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے اور ہندوستان

سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا''۔ (۴۹)

انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی: انیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی مذہبی حالات بے حد زبوں تھی۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکساں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ دیہات کے مسلمان تو صرف برائے نام مسلمان تھے۔ سکھا شاہی کے اثراتِ بد کی وجہ سے شمالی ہند اور خصوصاً پنجاب میں مسلمانوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ سکھوں کی وحشی حکومت اور ان کی بربریت و اقتدار ختم ہوا تو انگریز آئے وہ ان سے زیادہ اسلام دشمن اور مسلم کش تھے۔

انہوں نے دشمنانِ اسلام کے کام کو اور آگے بڑھایا۔ اپنے منافقانہ اور مفسدانہ عزائم کو نئی شکل دی اور اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کیلئے نئے نئے حربے ایجاد کئے۔ جگہ جگہ اپنے پادری بھیجے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئے طریقے استعمال میں لائے تاکہ مسلمان صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں ان میں حلال و حرام کا امتیاز جاتا رہے۔ اور اسلام کی بیخ کنی کی راہ ہموار ہو جائے۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر جو برا وقت آیا تھا، اُس کا آغاز دو سو سال قبل ہو چکا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی اجتماعی کوششوں اور سکھا شاہی نے اسے تقویت پہنچائی۔ اور انیسویں صدی عیسوی میں پورے برصغیر میں دینِ متین کا چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آنے لگا۔ عام مسلمانوں اور خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی حالت زار پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے احکام شریعت مطلق بھول چکے تھے۔ اسلامی اعمال و شعائر سے قطعاً نابلد ہو چکے تھے۔ رمضان شریف میں دن کو پکاتے اور کھاتے۔ نماز کی کوئی پروا نہیں رہی تھی۔ اسی طرح دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے اور اُن کو احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں۔ اور راہِ راست سے کتنے دور بھٹکے جا رہے ہیں۔ اکثر مقامات اور دیہات میں مسلمانوں کے نام بھی ہندوؤں جیسے ہونے لگے تھے۔ حرام حلال کی تمیز ختم ہو گئی تھی گاؤں میں مسجدیں منہدم کر دی گئی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بھی ویران

اور غیر آباد تھیں سکھ مسجدوں میں اذان نہیں دینے دیتے اگر کوئی جرأت کر کے اذان دے دیتا تو اُسے مارتے پیٹتے اور سختی سے پیش آتے تھے۔ مسلمانوں کو ذبیحہ کی اجازت نہ تھی۔ گائے تو کیا کوئی بکری بھی ذبح کرے تو اُس کو زودکوب کرتے تھے۔ اور جھٹکے کا گوشت کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ غرض مسلمانوں کی زبوں حالی اور اسلام کو مٹا دینے کی کوششیں شباب پر تھیں اور مسلمان روز بروز قعرِ ذلت میں گرتے جارہے تھے۔ ہندو ماشکی (چیور) مسلمانوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ اور یہ پانی صرف ہندوؤں کے کنوؤں سے لایا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کنوں کا حال سب کو معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں پاک سمجھے جاتے ہیں۔ خواہ ان میں گوبر، بول، براز چوہا، بلی گر کر اُسے گندہ کر دے۔ مساجد کو ہندوؤں اور سکھوں نے ویران اور غیر آباد تو کر ہی دیا تھا۔ مگر کتنی مسجدوں کو ان بدبختوں نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا اور وہاں مویشی باندھتے تھے جس کی وجہ سے ہر طرف نجاست اور غلاظت پھیلی رہتی تھی۔ لوگوں کو انیسویں صدی کے ان حالات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن دیہات میں جو ابتر حال تھا اس سے صرفِ نظر کر کے اس تاریخی حقیقت پر غور کیجئے تو آپ اپنا سر پیٹ لیں گے کہ اس زمانے میں پشاور جیسے مسلمان اکثریت کے شہر میں کتنی ہی مسجدیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضے میں مدتوں رہیں۔ اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ دہلی کی جامع مسجد مدتوں غیر مسلموں کے تصرف میں رہی۔ پشاور اور دہلی کی یہ مسجدیں بیسویں صدی میں واگزار ہو سکی ہیں اور تاریخ کی شہادت حقیقت کی صداقت پر گواہ عادل ہے۔ (۵۰)

احیائے دین اور ترویج شریعت: ضرورت تھی کہ کوئی بندۂ خدا اور مرد با خدا میدان عمل میں اُترے۔ احیائے دین اور ترویج شریعت کا بیڑا اُٹھائے اور مسلمانوں کو از سرِ نو صراط مستقیم پر گامزن کرے۔ تو آپ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بمنشائے ایزدی دین متین کی تجدید و احیا اور شریعت حقہ کی ترویج و تبلیغ کے لئے صرف توکل اور نصرت الٰہی کے بھروسے پر سرگرم عمل ہو گئے اور مدت العمر اس منصب عالی پر فائز رہ کر جفاکشی، تن دہی، اور ریاضت شاقہ کی وہ مثال قائم فرمائی جس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی میں ملنی ناممکن ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خداوند رب العزت کی تائید اور نصرت حاصل تھی کہ باوجود ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کے کامیابی و کامرانی

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدم چومتی رہی اور ترویج شریعت، تجدید دین اور احیائے اسلام میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حیرت انگیز اور عظیم کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

الاقرب فالاقرب: سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے علی پور سیداں کی اصلاح فرمائی۔ **اَلْاَ قْرَبُ فَـا لْاَ قْرَبُ** کا اصول اور سنت نبوی ﷺ کا مکمل اتباع منظور تھا۔ یہاں سادات کرام کا اثر تھا۔ اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مقصد میں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آس پاس کے دیہات کی جانب توجہ کی اور ان کی اصلاح کے بعد دُور دُور کے دیہات اور قصبات تک اپنے دائرہ کو بڑھایا۔ اسی طرح پنجاب کے شہروں میں تبلیغ ارشاد فرمائی۔ چونکہ سڑکیں اور سواریاں نام کو بھی نہ تھیں اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پیدل سفر کرتے غرض اس طرح بتدریج حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ اپنے دائرہ عمل کو وسعت دیتے رہے۔ پنجاب کے بعد دہلی اور یوپی اور اس کے بعد سی پی اور دکن اور مشرق و مغرب کے دوسرے شہروں اور مضافات میں احیائے دین اور تجدید اسلام کے لئے ہر طرح کی صعوبتوں اور ریاضتوں کو آسان جان کر سفر فرماتے اور اس مقصد عظیم کی تکمیل فرماتے تھے۔ بیسویں صدی میں آپ کو رب العزت کے فضل و کرم سے گھوڑے اور تانگہ کی سواری بھی فراہم ہوگئی۔ چنانچہ آپ دور کے سفروں میں گھوڑے یا تانگہ سے کام لینے لگے۔ ریلیں پھیلتی گئیں تو لمبے سفر ریل سے طے فرمانے لگے۔ مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے فرض کی انجام دہی اور مقصد کی سربلندی کے لئے سہولتوں کی تلاش نہ ہوتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سینکڑوں سفر ایک ضلع سے دوسرے ضلع ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل ہی سرانجام دیئے ہیں۔ (۵۱)

اپنے تمام اخراجات خود اُٹھانا: حضور قبلہ عالمؒ کا قیام کسی گاؤں میں کم ہوتا تھا اور کسی میں زیادہ عموماً مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان قیام کیلئے جگہ فراہم کرتا تو عام طور پر اس کو قبول کرنے میں تامل فرماتے تھے۔ جس گاؤں میں قیام ہوتا وہاں کام کی تکمیل کے بعد ہی اگلے گاؤں کا قصد فرماتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے کئی مہینے اس طرح کے تبلیغی دوروں میں صرف فرمائے۔ اور کبھی کبھی سال بھر اور اس سے بھی زیادہ طویل ہوگئی ہے۔ اس

تمام مدت میں آپ اپنا بار کسی دوسرے پر نہیں ڈالتے تھے۔ کھانے پکانے کا سامان آپ کے ہمراہ ہوتا تھا۔ جہاں قیام فرماتے اپنا پکاتے اپنا کھاتے۔ جو رفقا آپ کے ساتھ ہوتے ان کے اخراجات کی کفالت بھی آپؒ فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز جس گاؤں اور مقام پر پہنچتے وہاں لوگوں کو از سر نو مسلمان بناتے تھے۔ ان کو کلمہ یاد کراتے نماز روزے کی سخت تاکید فرماتے۔ ارکان اسلام سکھاتے۔ شرعی مسائل بتاتے۔ پابندیٔ شریعت اور اتباع سنت کا راستہ دکھاتے سمجھاتے جزئی اور فروعی احکام اور مسائل سکھاتے۔ غیر اسلامی رسموں اور رواجوں سے منع کرتے اور ان کو بند کراتے۔ غرض جاہل، ناواقف اور بے خبر نام نہاد مسلمانوں کو سچا مسلمان بناتے اور ان کو صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق دیتے تھے۔ (۵۲)

مجدّد دوران: قطب ارشاد اور سید بھی اس صدی کے وہی مجدد بھی حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ منجانب اللہ مجدد دوراں کے مرتبے پر فائز اور تجدید و احیاء دین کے لئے مامور تھے۔ امام ابو داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے سنن ابو داؤد کی جلد۲ صفحہ ۲۴۱ پر صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا اَمْرَهَا (ترجمہ: بے شک اللہ اس امت میں ہر صدی کے آغاز پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو امت کیلئے دین کی تجدید کریگا۔) بلاشبہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اس حدیث نبویؐ کا مصداق تھے۔ اور آپ ہی چودھویں صدی ہجری کے مصلح، اور مجدد تھے۔ (۵۳) حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو مشیت ایزدی نے حزب اللہ کا سردار بنایا تھا۔ اور بمصداق اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۴) نصرتِ الٰہی اور اعانتِ ربانی آپ کے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس برصغیر میں جہاں مسلمانوں میں دینِ متین کی صحیح روح منقود ہونے لگی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تجدید دین فرمائی۔ احیائے مذہب کیا اور مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی راہ پر چلنا سکھایا۔ اور اس طرح جہاد اکبر تبلیغ دین احیاءِ اسلام کے فرائض بہ یک وقت انجام دے کر اس صدی کے مجدّد کے منصب جلیلہ پر مدت العمر فائز رہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو رب العزت نے عظیم الشان قوت برداشت

ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی۔ آپؒ مہینوں تک مسلسل شبانہ روز جفاکشی اور ریاضت کی زندگی میں مصروف رہتے، مگر حوصلہ واستقامت ذرہ برابر فرق نہ آنے پاتا تھا۔ اور کبھی انہیں کٹھن صعوبتوں اور مشقتوں سے تھکن تک محسوس نہ فرماتے تھے۔ پھر یہ کہ یہ عمل صرف جوانی کے زمانے میں نہ تھا بلکہ سوسال سے اوپر عمر بیماریوں اور ضعف میں بھی یہی معمولات جاری رہے۔ جہاں آپکو رب تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی طاقت وہمت عطا کی تھی، اسی کے ساتھ آپ کی زبان فیض ترجمان میں وہ تاثیر بھردی تھی کہ لوگ جوق درجوق آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے پند ونصائح سے اثر پذیر ہوتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ "جو اللہ کا ہوجاتا ہے، اللہ بھی اس کا ہو جاتا اور اس کی اعانت فرماتا ہے" درحقیقت یہ سب کچھ اس کا فیضان تھا۔ اور سنت نبویؐ کے کامل اقتدا کے ثمرات تھے جو آپ کو ساری عمر حاصل ہوتے رہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ حضرت قبلہ عالمؒ نے تجدید مذہب، احیائے دین اور ترویج احکام وشعائر اسلام کے لئے بے شمار طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ اور حالات ومقامات کے مطابق مناسب راہ اختیار فرمائی ہے۔ (۵۵)

پابند شریعت بنانا: خواتین اپنی مشکلات اور حاجات حل کرانے کیلئے دعا اور تعویذ کیلئے اکثر خدمت والا میں حاضر ہوتیں۔ آپؒ انکی فریاد سنتے۔ اول انکو نماز روزے پر عامل بننے کا حکم دیتے پابندی کی تاکید فرماتے، اور احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنے کا پختہ وعدہ لیتے تھے۔ اس طرح بیماروں کو دعا اور دوا سے قبل نماز کی پابندی اور شریعت پر قائم رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں خواتین وحضرات حضرت صاحب سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرکے کامیاب وبامراد لوٹتے اور آخر دم تک نماز اور احکام شرع کے پابند رہتے تھے۔ اور انکی اولاد در اولاد پابند شریعت اور متبع سنت بن گئی ہے۔ آپؒ ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سرگرم عمل رہے۔ جو لوگ آپؒ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے، آپؒ انکو تعلیم وتلقین فرماتے۔ اور اوراد ووظائف سکھاتے تہجد کا پابند بناتے اور دیگر تعلیمات پر پابندی کی ہدایت کرتے۔ اس سلسلے میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضرت قبلہ عالم مہینوں اپنے گاؤں سے باہر رہے۔ کبھی سال سال بھر وطن سے بہت دور گذارا ہے۔ مگر اس مشقت شاقہ

سے آپؒ کا شوق و ذوق بڑھتا ہی جاتا تھا۔

تبلیغی دوروں کے رفقا: ان تبلیغی دوروں میں حضور رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ کم یا زیادہ تعداد میں یاران طریقت اور علماء دین بھی شریک کار ہوتے تھے۔ آپؒ ان سب رفقا کے جملہ اخراجات سفر و طعام و قیام کے کفیل ہوتے اور ان کے آرام کا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے۔ (۵۶)

سور المومن شفاء: حدیث شریف میں آیا ہے فی سور المومن شفاء (ترجمہ) ''مومن کے مابقی میں شفا ہے'' اور یہ حدیث کتب صحاح میں مختلف اسناد صحیحہ سے نقل ہوئی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ مومن کامل اور بندہ صالح تھے۔ کتنے مریض آپؒ کے اُلش مبارک سے شفایاب ہو کر دیرینہ بیماریوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ (۵۷)

ہندوانہ رسموں کا انسداد: دیہات کے مسلمانوں میں کتنی ہی ہندوانہ رسمیں عام طور پر رائج تھیں۔ ان کو پتہ ہی نہ تھا کہ بہت سی رسمیں خلاف شریعت ہیں۔ وہ اپنے اجداد کی رسموں کو صحیح سمجھتے تھے اور کوئی بتانے والا نہ تھا کہ وہ اس طرح واضح طور پر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ راجپوت اور جاٹ قبائل کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ بے چارے ایسے بہت سے خلاف شرع اعمال پر قائم تھے۔ آپؒ پہلی مرتبہ موضع نکودر ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت کی جڑ میں بہت بڑا پتھر گڑا ہوا تھا۔ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس کی گائے بھینس نئی دودھ دینے والی ہو وہ پہلی مرتبہ سارا دودھ اس پتھر پر لا کر ڈالے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اس کی گائے بھینس کے تھنوں میں سے خون آنے لگے گا۔ اس عقیدے کے مطابق سب لوگ پہلی مرتبہ دودھ اس پھتر پر لا کر ڈال دیتے تھے۔ جب آپؒ کو ان کی اس مشرکانہ رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اُکھاڑ دو اور فرمایا کہ ہم آج نکودر والوں کے خدا کو دریائے جہلم میں ڈالنے لئے جاتے ہیں۔ آپؒ نے سب کو حکم دیا کہ کوئی آج سے دودھ یہاں نہ ڈالے۔ اگر کسی کی گائے بھینس کے تھن میں خون آئے گا تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس طرح اہل نکودر کی اس مشرکانہ رسم کو محو کیا۔

نکاح بیوگان کا مسئلہ: رہتک حصار وغیرہ اضلاع کے دیہات میں جہاں اور بہت سی ہندوانہ رسمیں رائج تھیں۔ انہی میں بیوہ کا معاملہ بھی تھا۔ آپؒ کو مشرکانہ رسموں اور کافرانہ رواجوں کا علم ہوا تو آپؒ نے برملا تبلیغ شروع فرمائی اور وعظ میں برسرعام اس طرح کی بے دینی کی مذمت کی۔ نکاح بیوگان کے مسئلے کو شرح وبسط سے بیان کیا۔ بیوہ کا نکاح نہ کرنے کو گناہ عظیم بتایا۔ شریعت کے مسائل واضح کئے۔ اور زور دیا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کرو اور اسطرح اللہ رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کر کے اپنی دنیا اور عاقبت سدھارو۔ ان اضلاع کے دیہات میں اس کے بعد سے نکاح بیوگان نے رواج پایا۔ اور اللہ کے فضل وکرم سے ان گھروں نے دولت ایمان حاصل کی۔ روہتک اور حصار کے ان راجپوتوں کو راہ راست پر لانے اور دین پر چلانے کے کام میں حضرت امیر ملتؒ کے ساتھ مولانا مولوی عبدالخالق صاحبؒ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپؒ نے لاکھوں انسانوں کو دیندار بنایا، نمازوں کا پابند کیا، اتباع سنت کا راستہ دکھایا اور تمام کاموں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرماں بردار بننا سکھایا۔ اسی لئے آپؒ کے مدارج میں وہ اضافہ ہوتا رہا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ (۵۸)

تبلیغ وارشاد: حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ وارشاد کے لئے برصغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپؒ نے پنجاب، سرحد، بہاولپور، سندھ، کراچی، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، میسور، دکن، حیدرآباد، دہلی، بنگال، آسام اور دور دراز علاقوں میں بار بار تبلیغی دورے فرمائے ہیں۔ یاغستان، افغانستان، سعودی عرب وغیرہ اور برصغیر کی مسلم اور ہندو ریاستوں میں بھی تشریف لے گئے ہیں اور ہر جگہ لوگوں کو اسلام سے روشناس کیا۔ ان کے ایمان کو بچایا، دین وشریعت کا پابند بنایا، غیر مسلموں کو زیور ایمان سے مالا مال کیا، اور صراط مستقیم پر چلنا سکھایا ہے۔

تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ: آپ رحمتہ اللہ علیہ اسلام کی نشرواشاعت اور دین کے لئے احیاء وتجدید کے مقصد جلیل کے لئے جو دورے فرماتے تھے وہ تمام ملک ہندوستان پر محیط تھے۔ اس کے ساتھ آپؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج بھی فرماتے۔ جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کا اشتیاق ظاہر کرتے آپؒ انہیں حلقہ ارادت میں شامل کرتے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی اتباع سنت نبویؐ اور پیروی سلف صالحین اس طریقہ کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح داخلے

سلسلہ ہونے والوں کو گناہوں سے توبہ کرانا اور اعمال صالحہ پر کاربند بنانا مقصود ہوتا ہے۔ محرّمات ومنہیات سے باز رکھنا۔ قرآن وحدیث کے مطابق صراط مستقیم اور نیک کاموں پر چلنا۔ سیرت نبویؐ کی راہ راست پر اپنے اعمال کو ڈھالنا۔ اور شریعت وسنت کا کامل اتباع کرنا سلسلہ عالیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے سے آپؒ کا مقصد والا بھی یہی تھا کہ اس طرح لوگ اچھے مسلمان اور پابند شریعت وسنت بن جائیں۔ آپؒ کی روحانیت کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ اسم ذات کی ضرب لگاتے تو سب پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ تو بیہوش ہو جاتے تھے اور گھنٹوں ان کو ہوش نہیں آتا تھا۔ آپ داخل سلسلہ ہونے والوں کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ اس کے معنے اور اس کی روح بتاتے اسم ذات کی تلقین فرماتے۔ اور اپنے روحانی تصرف سے ان کے دلوں میں ایمان کی روح اور اسلام کی محبت راسخ فرما دیتے تھے۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والے حضور کے ایسے گرویدہ ہو جاتے کہ حضور والا کے ارشاد عالیہ کی پیروی و پابندی پر دل وجان سے مستعد ہوتے۔ اور ساری عمر کوتاہی نہ کرتے پانچوں نمازیں ہی نہیں تہجد بھی پابندی سے ادا کرتے۔ درود شریف کا ورد اور حضور کے بتائے ہوئے دیگر اوراد ووظائف کی پابندی، نیز فرائض وواجبات کے علاوہ سنن ونوافل کی ادائیگی انکی طبیعت ثانیہ بن جاتی۔ بلکہ یہ خوبیاں ان کے گھروں میں نسل درنسل باقی رہتیں۔ اور ان کے گھرانے اسلامی کردار کا صحیح نمونہ بن جاتے تھے۔ (۵۹)

ایڈیٹر جماعت امرتسر کی بیان کردہ روداد سفر: رسالہ جماعت امرتسر کے ایڈیٹر جناب عزیز مخدومی امرتسری ایک سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ العزیز کے ہم رکاب تھے۔ یہ نومبر ۱۹۲۴ء کی بات ہے جب حضور کی عمر مبارک اسی سال سے تجاوز فرما چکی تھی اس سفر کی روداد انہی کے الفاظ میں ''ملی اور فلاحی ادارے'' عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں بھی حضور قبلہ عالمؒ اشاعت اسلام میں کیسی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اور دینی اداروں کی سرپرستی میں کسقدر پیش پیش رہتے تھے۔ ''فتنہ ارتداد'' اسی زمانے کی بات ہے۔ اس سے قبل ''تحریک خلافت'' میں آپ پورے جوش وخروش سے غیرت دینی

اور حمیت اسلامی کا مظاہرہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے بعد ''سارد ا ایکٹ' اور مسجد شہید گنج کی تحریکوں میں باوجود کبر سنی اور ضعف جسمانی کے آپؒ جوانوں سے زیادہ جوش کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان اور اس ذیل کی تحریکات کا زمانہ وہ ہے جب آپکا سن مبارک سو سال سے تجاوز کر چکا تھا۔ اور جبکہ ضعف اور امراض نے آپکو چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا۔

قومی وملی خدمات: لیکن اس قومی وملی تحریک میں آپؒ نے جس جوشِ عمل کا مظاہرہ فرمایا، اور آپ کی حمایت اور سرپرستی میں تحریک قیام پاکستان جسطرح پروان چڑھی اس کا ذکر بھی اس عنوان کے تحت آیا ہے جس کی تفصیل پڑھنے کیلیئے قاری کوآ ؒ کی سوانح حیات پر لکھی ہوئی کتاب دیکھنی چاہیے۔ یہاں ہر بات تفصیل سے لکھنی ممکن نہیں مقصد یہ ہے کہ مختصر طور ہی سہی، حضرت قبلہ عالم قدس سرّہ العزیز کی حیات مبارک کے تمام پہلو یعنی دینی، فلاحی اور سیاسی خدمات قارئین کے سامنے آجائیں۔ اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا کام دیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ تجدید و ترویج دین، اور نشر و اشاعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لئے آپؒ نے تقریباً ایک صدی تک جو خدامات جلیلہ کیں اور مساعی جمیلہ فرمائیں ان کا حصار و احاطہ ممکن نہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی ریاضت و جفاکشی اور محنت و خود سپاسی کی مثال اس زمانہ میں ناپید ہے۔ آپؒ رب العزت کی جانب سے تجدید و احیائے دین کے منصب جلیل پر فائز کیئے گئے تھے۔ اس لئے نصرتِ الٰہی اور تائید ایزدی آپؒ کے شامل حال تھی۔ ورنہ ہندوپاک میں ظلمت و جہالت اور بے دینی و گمراہی کی جو تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسلام کے خلاف جس طرح دشمن قوتیں محاذ آرا تھیں اور مسلمان جیسے خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے فرائض دینی اور احکام شرعی سے ناواقف اور بے بہرہ ہو چکے تھے۔ اس کا انجام سخت خطرناک نظر آتا تھا۔ لیکن رب العزت کو ہماری نجات و فلاح مقصود تھی۔ کہ اس نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو اس مقصد عظیم کیلیئے متعین فرمایا۔ اور آپ نے ظاہری بے سروسامانی اور دنیاوی صعوبات و مشکلات کے باوجود، اپنے عزم و استقامت، جرأت و بے خوفی اور حوصلہ و استقلال سے اس برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کے علم کو سربلند کرنے اور شریعت حقہ کے اوامر و نواہی کو مروج کرنے میں اللہ کے فضل و

کرم اور فتح ونصرت کے زیر سایہ نمایاں کامیابی وکامرانی حاصل فرمائی۔ اوائل عمر میں پیدل چل کر اور آخری عمر میں چار پائی پر لیٹ کر تبلیغ فرماتے رہے۔ اور دینی وفلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سرّ مو بھی فرق نہ آنے دیا۔ (۶۰)

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بے شمار دینی اور ملی خدمات ہیں: انجمن خدام الصوفیہ کا قیام، مدارس دینیہ، خدمت حرمین الشریفین، تعمیر مسجد، دیگر عمارت، ملی اور فلاحی ادارے، تحریک خلافت، فتنہ ارتداد، سارداا یکٹ، مسجد شہید گنج، سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان اداروں کی مالی اعانت بھی فرماتے تھے۔ کئی اخبار اور رسالے تو صرف آپؒ کی کفالت کی بدولت ہی جاری تھے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا تبلیغ وارشاد۔ مسائل دین کی تعلیم۔ اشاعت اسلام۔ تردید فرق باطلہ۔ حقانیت اسلام۔ اعلائے کلمۃ الحق۔ صحیح تصوف کی ترویج۔ شعائر اسلام کا تحفظ اور مسلمانوں کو ان کے دینی وملی فرائض واحکام کی طرف متوجہ کرنا۔ (۶۱)

مدارس دینیہ: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تبلیغ دین اور عامۃ المسلمین کی دینی واخروی فلاح کیلئے ہر قسم کی مساعی فرمائیں جیسا کہ صفحات ماقبل سے اندازہ ہوگا انہی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ چنانچہ اطراف واکناف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے مدرسے جاری فرمائے، دوسروں کو ترغیب دی کہ مدرسے قائم کریں، اور قائم شدہ مدارس کی زیادہ سے زیادہ امداد فرمائی۔ چنانچہ یہ صدقہ جاریہ اب تک مختلف مقامات پر بچوں کی تعلیم وتربیت کا کفیل بنا ہوا ہے۔ اور بحمدللہ دینی تعلیم کا مقصد خوش اسلوبی سے انجام پا رہا ہے۔ ایک عظیم دینی درسگاہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ۱۹۱۶ء میں علی پور سیداں ضلع نارووال مدرسہ نقشبندیہ کے نام سے قائم کی تھی جو بخیر وخوبی جاری ہے۔ حضرت کے خلف اکبر حضرت الحاج حافظ پیر مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جید عالم وفاضل بزرگ تھے۔ ابتداء سے اپنی سجادگی کے زمانے تک آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی اس مدرسہ کے مہتمم رہے۔ اساتذہ کا تقرر، طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام، آمد وخرچ کے حسابات

اور دوسرے تمام کام آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں انجام پاتے رہے۔اس دینی درسگاہ میں درسِ نظامیہ کی تکمیل اور جملہ علوم شرعی منقولات کی تدریس اور دورہ حدیث کے علاوہ اس مدرسہ میں خاص طور پر حفظ اور تجوید کا انتظام ابتدا سے ہی ہوتا رہا ہے۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لئے آتے تھے۔ بخارا، کابل، بلوچستان، قندھار، سندھ، سرحد، بنگال اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے طلبہ یہاں آکر معقول و منقول کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔طلبہ کو قیام وطعام کی تمام سہولتیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔اور کسی قسم کی کوئی فیس نہ جب لی جاتی تھی اور نہ اب لی جاتی ہے۔ مدرسہ علی پور شریف میں ایک عظیم کتب خانہ بھی ہے۔جس کی مالیت کئی لاکھ روپے ہیں۔ چونکہ کتب خانہ میں کتابوں کی فہرست طویل ہے صرف عنوان کے طور پر نام تحریر کئے جاتے ہیں۔کتب تفسیر۔کتب حدیث، کتب فقہ، کتب عقائد، کتب تصوف، کتب فارسی، کتب لغت، کتب قواعد و معانی، کتب تاریخ وسیر، کتب ادب، کتب علوم عقلی اور بے شمار مخطوطات ہیں۔(۶۲)

مدینہ منورہ میں دینی درس گاہ اور یتیم خانہ: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں ایک دینی درس گاہ کا قیام واجراء فرمایا جو خاص طور پر ملحوظ تھا۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک وسیع وعریض زمین خرید فرمائی اور عظیم عمارت تعمیر کرنے کا اہتمام فرمایا اب یہ عمارت کئی منزلہ بن چکی ہے۔مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حیات مبارک ہی میں درس گاہ اور یتیم خانہ قائم ہو چکا تھا۔ الحمدللہ مدینہ منورہ کا یہ ادارہ اور درس گاہ ترقی پر ہے۔کافی تعداد میں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔یتیم و نادار بچوں کی کفالت کی جاتی ہے۔حضرت قبلہ عالمؒ کی باقیات الصالحات میں اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔(۶۳)

دوسرے مدارس دینیہ: میسور میں مسجد اعظم کی تعمیر کے ساتھ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو آج تک دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جامع مسجد حاجی کالے خان صاحب مرحوم کوٹ عثمان خان قصور میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا جو آج تک کام کر رہا ہے۔فیصل آباد کی مسجد اور مدرسہ قائم کیا تھا جو اللہ کے فضل سے جاری ہے۔سانگلہ ہل میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا جو دینی خدمات اب بھی انجام دے رہا ہے۔ گجرات میں مولانا پیر سید

ولایت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ قائم ہوا تھا۔ جو ان کے جانشینوں کی سرپرستی میں بخیر وخوبی جاری ہے۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ، گجرانولہ، چک نمبر ۶ موضع پنوں ضلع شیخوپورہ کے نقشبندیہ مدرسے قابل ذکر ہیں۔ یہ دینی ادارے آج بھی اللہ کے فضل سے قائم ہیں۔ اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان دینی اداروں کی سرپرستی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء سرانجام دے رہے ہیں۔ مکہ معظّمہ کا مدرسہ صولتیہ ایک قدیم اور مقتدر درس گاہ ہے۔ اس مدرسہ کے اخراجات آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہزار ہا روپے ارسال فرمائے۔ لاہور کا مدرسہ نعمانیہ قدیم دینی درس گاہ ہے اس کے قیام واجراء میں آپ رحمتہ اللہ علیہ ابتدا سے حصہ لیتے رہے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہکو اس کی اعانت اور بہبود سے خاص دلچسپی تھی۔

مدارس علاقہ ارتداد: فتنہ ارتداد کے زمانہ میں جو مدارس قائم فرمائے ان مدارس کی تعداد پینتالیس سے زیادہ تھی جو دہلی، آگرہ متھرا۔ ایٹہ، فرخ آباد، علی گڑھ، بلند شہر، رہتک وغیرہ کے اضلاع میں کشمیر و بڑودہ کی ریاستوں میں جاری کیے گئے تھے۔ ان مدارس کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک وقت میں ایک ہزار سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جس کا فوری نمایاں فائدہ اس وقت یہ نظر آیا تھا کہ ان کی بدولت ہزاروں آدمی اللہ کے فضل سے مرتد ہونے سے محفوظ ہو گئے تھے۔ آپؒ نے اپنی طویل حیات مبارک میں دینی مدارس قائم کرنے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اور دور دراز نا معلوم مقامات پر بھی مدرسے قائم کیے تھے۔ جن میں سے اکثر اللہ کے فضل سے اب بھی جاری ہیں اور دینی تعلیم اور تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

خدمت حرمین الشریفین: حجاز مقدس سے ہر مسلمان کا گہرا دلی تعلق ہوتا ہے۔ اور حرمین الشریفین کی ممکنہ خدمت تو ہر مومن کو بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کو عرب شریف سے روحانی اور قلبی رابطہ تھا۔ حجاز مقدس کی عموماً اور حرمین شریفین کی خصوصاً فلاح و بہبود اور ترقی و بہتری کے لئے سعی کرنا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے مقدم فریضہ تھا۔ چنانچہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی خدمت اور رفاہِ عام کا آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خصوصی اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ اور آپ ہر ایسے کام کی شرکت میں مسرت وطمانیت محسوس فرماتے تھے۔ اور ان امور

کی انجام دہی اور کامیابی میں خاص طور پر سرگرم عمل ہوتے تھے جن سے دیار پاک کے باشندوں کے لئے کسی قسم کی بھی آسانی اور فلاح بہم پہنچ سکے۔ (۶۴)

اصلاحی وفلاحی خدمات:

فوجیوں میں تبلیغ وارشاد: آپؒ فوجی چھاؤنیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں مختلف حیثیتوں اور طرح طرح کے خیالات کے جو افسر اور جوان ہوتے تھے، آپ ان کو اللہ کے احکام سناتے اور مسائل شریعت بتاتے تھے ۔آپؒ ان کو سمجھاتے کہ ''تم سب فوج کے نظام کے قائل اور اس پر عامل ہو۔تم افسروں کا حکم ماننا لازم جانتے ہو۔ تو کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ احکم الحاکمین، جس نے تمہیں پیدا کیا، جو تمہارا رزاقِ حقیقی ہے۔ جسے ہر قدرت اور طاقت حاصل ہے۔کیا اس کا حکم ماننا ہم تم سب پر فرض نہیں ہے۔ دیکھو وہ سب حاکموں کا حاکم اور سب افسروں کا مالک ہے۔اس کے حکم سے سرتابی بہت ہی خطرناک ہوسکتی ہے۔لازم ہے کہ اس کے احکام پر سر جھکاؤ۔اس کے بتائے راستوں پر چلو اس طرح تمہاری دنیا بھی سدھرے گی اور تم اپنی عاقبت بھی سنوار سکو گے۔ چنانچہ فوجیوں میں بہت لوگ آپؒ کا حکم مانتے ،سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے ،اور پابند شریعت بن کر فلاح دارین حاصل کرتے تھے۔فوجیوں کے فرائض بہت سخت ہوتے ہیں۔ان کو اپنے فرائض کے سلسلے میں خطروں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔آپؒ عام طور پر ارادت مند فوجیوں کو قرآن مجید کی ایک آیت کی اجازت عطا کرتے۔اور ہدایت فرماتے کہ نماز عشاء کے بعد ہدایت کے مطابق، اس آیت کا حصار کرلیا کرو۔اس طرح تم ہر قسم کی بلا آفت اور گولی تک سے محفوظ رہو گے۔ وہ حضور رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت پر عمل کرتے اور حضور رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ اور فیضان کا عملی تجربہ ان کے سامنے آتا تو ان کے ذوق وشوق میں اضافہ ہوتا تھا۔کئی فوجیوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ وہ اپنے فرائض کے سلسلے میں کسی جنگل میں یا کسی ویران مقام میں جا پھنسے ہیں۔ بھوک پیاس سے تنگ ہیں۔ اور دور دور تک کچھ کھانے پینے کو دستیاب نہیں۔انہوں نے حضور رحمتہ اللہ علیہ کو یاد کیا تو ان کی مشکل آسان ہوئی۔غیبی طور پر ان کو کھانے پینے کو مل گیا۔یا وہ اور کسی قسم کی مشکل میں پھنس گئے اور انہوں نے حضور رحمتہ اللہ علیہ کو یاد کیا تو بروقت

غیب سے ان کو امداد میسر آئی اور انکی مشکل دور ہوگئی۔ (٦٥)

خلیفہ مجاز حاجی نصیب خان کی روداد: حاجی نصیب خان صاحبؒ جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ مجاز ہوئے، کہتے تھے کہ ہم چند دوست سیالکوٹ چھاؤنی سے شہر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی حضور رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی ہم سب نے داخل سلسلہ ہونے کا ارادہ کر لیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا حضور نے ہم سب پر شفقت فرمائی۔ اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھلایا، عشاء کی نماز کے بعد توبہ کرائی اور داخل سلسلہ فرمایا۔ حضور رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ میں برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا میرے ساتھی مجھے سہارا دیئے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب چھاؤنی کی طرف جا رہے ہیں۔ راستے میں مجھے سگریٹ پینے کی خواہش ہوئی میں نے جیب میں سے ڈبیہ نکالی۔ مگر فوراً ہی یاد آیا کہ حضور رحمتہ اللہ علیہ نے حکم دیا ہے کہ سگریٹ حقہ تما کو ہرگز کبھی مت پینا۔ میں نے ڈبیہ پھینک دی۔ اور الحمد اللہ اس کے بعد کبھی نہیں پیا۔

ہزاروں فوجیوں کی اصلاح: اس طرح سینکڑوں ہزاروں فوجیوں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے داخل سلسلہ فرمایا اور ان کی اصلاح ہوئی۔ فوجی لوگ حضرت قبلہ عالمؒ کے فیض و توجہ اور تصرفِ روحانی کی بدولت عملی طور پر اچھے مسلمان بن جاتے۔ اس طرح سلسلہ عالیہ میں داخل ہو کر متقی اور پارسا بن گئے اور مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ ان کے دنیوی کام بھی سدھر گئے اور ان کو دینی و روحانی کمالات بھی حاصل ہوئے۔ (٦٦)

کند ذہن بچہ کو تین ماہ میں حفظ کرا دیا: محمد بخش ساکن چچکانہ چک ضلع جھنگ ان کا بڑا بیٹا تین سال سے تیسرے پارے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میرا بیٹا کند ذہن ہے دعا کیجئے یہ بچہ حافظ بن جائے آپؒ نے اپنی انگلی پر زبان مبارک سے لب لگا کر انگلی اس بچہ کی زبان پر لگائی اور فرمایا لے جاؤ بچہ حافظ ہو جائیگا۔ بچہ نے تین ماہ میں سارا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ (٦٧)

عورتوں کی اصلاح اور تلقین: عورتیں عموماً مسائل شرعیہ کے بارے میں تساہل اور حیلے کیا کرتی ہیں۔ آپؒ کی خدمت میں جو عورتیں آتیں، خواہ داخل سلسلہ ہونے آئیں، یا تعویذ لینے، یا دعا کرانے یا کسی اور دنیاوی احتیاج

کی حل برآری کے لئے، آپ انکی درخواست پوری کرنے سے قبل، ان کو نماز روزے کے مسائل اور شریعت کے احکام سکھاتے۔ اور ان سے ارکان وفرائض پر پابندی سے عامل بننے کا وعدہ لیتے، تب انکے لئے دعا فرماتے یا ان کو تعویذ عطا کرتے۔ چنانچہ تجربہ ومشاہدہ ہے کہ بے شمار عورتیں حضور رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم وتلقین کی بدولت پابند شریعت بن گئیں نماز، روزہ، تہجد ان کا شعار بن گیا۔ اور انکی نیکی وراستبازی کی بدولت ان کے گھروں کی اصلاح ہوگئی۔ جو پشت در پشت سے جاری ہے۔

شبانہ روز محنت اور اصلاح احوال: حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی ذات والا صفات میں ایسی کشش تھی کہ لوگ جوق در جوق حاضری دیتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تو ظاہری وباطنی محاسن سے آراستہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ بے ایمان آتے تو ایمان دار بن کر لوٹتے۔ بے نمازی آتے تو نمازی بن کر واپس جاتے۔ روزہ خور ہوتے تو روزہ دار بن جاتے۔ چور ڈاکو بدمعاش آتے اور توبہ کر کے نیکوکار پرہیزگار بن جاتے۔ غرض حضور والا کا یہ فیض عام تقریباً سو سال تک پورے ملک میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک جاری رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ اطراف واکناف میں دین متین کی تجدید واحیاء کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت بھی کامیابی کے ساتھ جاری وساری رہی ہے۔ (۶۸)

مہمانداری میں اصلاح احوال: آپ رحمتہ اللہ علیہ سنت نبوی ﷺ پر عامل اور خلق عظیم کے حامل تھے۔ اپنے یاران طریقت سے ہی نہیں، غیروں کے ساتھ بھی انتہائی خلق ومدارت سے پیش آتے تھے۔ اس لئے جو آپ کی خدمت میں آجاتا آپ کا گرویدہ بن جاتا تھا۔ آپ کی مہمانداری اور مہمان نوازی ضرب المثل کے درجے تک پہنچ چکی تھی۔ جتنے زیادہ مہمان ہو جاتے آپ اتنے ہی زیادہ مسرور ہوتے تھے۔ آپ کے اسوۂ پاک اور اخلاق حسنہ کو دیکھ کر ہزاروں لاکھوں انسان آپ کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اور آپؒ کے اوصاف وکمالات کے گرویدہ بن کر آپ کے فرامین پر عمل کرتے تھے۔ (۶۹) آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اقدس علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۷۰)

ترن تارن میں نعرہ حق: پنجاب کے علاقوں میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی اور وہ بڑے سرکش اور جنگجو واقع ہوئے تھے۔ مسلمان سکھوں کے زمانہ حکومت سے ان کے مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔ اسی دوران آپؒ امرتسر میں میاں غلام جیلانی کے گھر تشریف فرما تھے کہ ترن تارن سے ایک وفد آیا اور انکے بیحد اصرار پر آپؒ نے ترن تارن کا دورہ فرمانے کا وعدہ کرلیا۔ یاران طریقت نے آپؒ کو ترنتارن کے ارادے سے منع فرمایا اور عرض کی وہاں سکھوں کا مرکز ہے۔ وہ اسلام کے دشمن ہیں ایسا نہ ہو کہ سکھ کوئی فساد برپا کردیں۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ تم مجھے کافروں سے ڈراتے ہو۔ میں سید ہوں جو سید ہے وہ ڈرتا نہیں ۔ جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں۔ میں اسلام کی حقانیت بیان کرنے اور تبلیغ کرنے کیلئے ضرور جاؤں گا۔ اور میرے ساتھ رحمت علی جائے گا۔ حافظ رحمت علی جو حضرت صاحب کے ہمراہ تھے کا بیان ہے کہ ہر اسٹیشن پر لوگ زیارت کیلئے آتے جن میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہوتی۔ اور وہ لوگ آپؒ کے قدموں کو ہاتھ لگاتے اور سلام پیش کرتے اور کہتے ''یہ سچ کا گُرو ہے'' سکھوں نے کہا کہ حضور ہمارے گُرو ہمیشہ آتے رہتے ہیں آپ کا گُرو پہلی دفعہ یہاں آیا ہے۔ پہلے ہمیں درشن کراؤ جب گاڑی کے دروازے پر آئے تو تمام سکھ ادب سے قدموں کو ہاتھ لگا کر سلام بجالاتے تھے۔ ہر طرف یہ آواز گونج رہی تھی کہ ''یہ سچ کا گُرو ہے'' غرض ترن تارن اسٹیشن سے قیام گاہ تک حضور کو ایک بڑے جلوس کی شکل میں لایا گیا۔ اور جلوس میں مسلمانوں سے زیادہ سکھوں کی تعداد تھی۔ آپؒ نے اس روز شام کو ایک عظیم الشان جلسہ سے تین گھنٹے تک تبلیغی خطاب کیا۔ اور تمام سکھ حضور رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی خطاب خاموشی سے سنتے رہے۔ خطاب کے آخر پر آپؒ نے سکھوں سے کہا کہ آپ اپنی تیز تلوار لے آؤ میں اس قرآن کریم کی آیات پڑھ کر دم کرتا ہوں وہ کسی کو نہیں کاٹے گی۔ یا کوئی لاعلاج مریض لے آؤ میں اس پر دم کرتا ہوں وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس پر ایک سکھ زیلدار نے ایک تیز دھار والی تلوار حضور کی خدمت میں پیش کی ہم دیکھنا چاہتے کہ یہ کیسے نہیں کاٹتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تلوار پر دم فرمایا اور ایک سنگترہ سامنے میز پر رکھ کر اس پر بہت زور سے تلوار کا ہاتھ مارا۔ سنگترہ کٹنا تو کیا اس

کے چھلکے پر بھی ذرا اثر نہ ہوا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔(۷۱)

افغانستان میں تبلیغ وارشاد: حدیث نبویؐ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (۷۲)(ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ'' ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے بڑے جہادوں میں ایک جہاد ہے۔'' حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اسی پر تھا۔ شریف مکہ ہو یا شاہ افغانستان نظام کا حیدر آباد ہو یا مہاراجہ میسور، آپؒ دین کے معاملے میں کسی کے بھی روبرو حق گوئی میں تامل نہ فرماتے تھے۔ اور برملا ٹوکتے اور نصیحت فرماتے تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (۷۳)

تبلیغ اور ارشاد حضرت قبلہ عالمؒ کے فرائض منصبی تھے۔ جب تک آپؒ حیات رہے شبانہ روز اسی میں مصروف رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس دن میں اپنے فرائض منصبی کو ادا نہ کرلوں اور اسلام کی خدمت نہ کرلوں۔ میرے لئے کھانا بھی حرام ہے چنانچہ اس مقصد خیر کے لئے آپ نے غیر ممالک کے سفر بھی اختیار کئے ہیں۔

افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ کی دعوت: حضرت نادر شاہ بادشاہ افغانستان کی دعوت پر آپؒ کوئٹہ، قندھار کے راستے کابل تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں جہاں جہاں قیام ہوتا آپؒ حسب عادت زائرین اور حاضرین کو وعظ و تذکیر اور پند و نصائح سے سرفراز کرتے اور جو لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ان کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل کرتے تھے۔

شاہی دعوت میں باحسن وجو تبلیغ: پہلی شاہی دعوت میں جب حضور رحمتہ اللہ علیہ شامل ہوئے تو دستر خوان پر چھریاں کانٹے وغیر موجود تھے۔ آپؒ نے نادر شاہ کو متوجہ کر کے فرمایا کہ میں ایک دفعہ احرام باندھے ہوئے شریف مکہ کی دعوت میں شریک ہوا۔ سب لوگ انگریزی طرز سے چھری کانٹوں سے کھانے لگے مگر میں سنت کے مطابق ہاتھ سے کھاتا رہا شریف مکہ کے ولی عہد نے میرے معلم سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے اور کس طرح

کھاتا ہے۔ معلّم نے جواب دیا ''شریف نے خاص طور پر اس شخص کی دعوت کی ہے۔ اصل مہمان تو یہی ہے۔ ہم سب تو طفیلی ہیں۔'' آپؒ نے فرمایا کہ ''میں عربی سمجھتا ہوں۔ یہ گفتگو سمجھ کر میں نے عربی میں کہا'' میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں گا۔ مسلمانوں کی طرح سنت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔'' شریف مکہ ساتھ بیٹھا ہوا کھا رہا تھا اس نے فوراً چھری کانٹے ہاتھ سے رکھ دیئے اور حکم دیا۔'' یہ اٹھالو اور آج کے بعد کبھی دسترخوان پر مت رکھو۔ سب ہاتھ سے کھایا کرو۔'' نادر شاہ نے یہ بات سنتے ہی فوراً چھری کانٹے اٹھوا دیئے۔ اور حکم دیا کہ آئندہ کبھی بھی دسترخوان پر نہ لائے جائیں۔ (۴۷)

جوتے اتار کر نماز پڑھوانا اور شاہی نذرانہ: حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کابل کے قیام کے دوران جمعہ پڑھایا۔ نورانی وعظ فرمائے اور حسب عادت لوگوں کو مسئلے سناتے اور ہدایت فرماتے رہے۔ رخصت کے وقت افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ نے نقد وجنس ہر طرح کے تحائف، شاہی شان کے مطابق پیش خدمت کیے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں نے سب تحفے قبول کیے اور آپکو واپس بطور عطیہ بخش دیئے'' پھر کہا کہ ''میری ایک خواہش ہے'' اگر آپ مان لیں تو کہوں۔'' بادشاہ نے وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا'' کہ آپ کے فوجی جوتوں سمیت نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہے ان کو حکم دیجئے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھا کریں۔'' نادر شاہ نے کہا'' آپ میرا یہ حقیر ہدیہ قبول فرمالیجئے۔ میں ان کو جوتے اتار کر نماز پڑھوانے کا پختہ وعدہ کرتا ہوں۔'' حضرت صاحب نے فرمایا کہ ''اگر میں روپیہ قبول کرلوں تو جوتے اتروانے کے ثواب سے محروم ہو جاؤں گا۔'' بادشاہ نے پھر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا'' اچھا مجھے آپ کا تحفہ قبول ہے۔ اب آپ میری طرف سے یہ سب فوج میں تقسیم کروا دیجئے۔'' چنانچہ گرانقدر شاہانہ نذرانہ کی ساری رقم فوجیوں میں تقسیم کردی گئی۔

چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ درویش اور فقیر آدمی تھے۔ آپ کے مزاج میں استغنا بدرجہ کمال پایا جاتا تھا۔ جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء رؤساد یکھ کر حیران ہوتے تھے۔ سلاطین وامراء کی ملاقاتوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ صفات عالیہ اور نمایاں ہو کر سامنے آجاتی تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہمارا ہاتھ

اس شہنشاہ کے خزانے میں ہے جو ساری دنیا کا داتا اور پروردگار ہے۔ پھر ہمیں کسی کی کیا پروا۔" (۷۵)

چوروں ڈاکوؤں کو اہل اللہ بنانا: حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے صدہا عقیدت مند غلام ایسے ہیں جن کو ابتدا میں برے کاموں کی عادت تھی۔ چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوری، بدکاری، بدمعاشی میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو تمام بری عادتیں چھوٹ گئیں۔ نیک اعمال اختیار کئے۔ نماز روزہ کے پابند بنے۔ حج کئے اور خلق خدا کی ایذا رسانی کے بجائے مخلوق کی خدمت کرنے لگے آپ کی ادنیٰ توجہ سے ان کی دنیا بھی بنی اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ اور مرد صالح بن گئے۔ (۷۶)

جنات کو مرید کرنا: حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کا فیض وارشاد انسانوں کے علاوہ جنات کے لئے بھی عام تھا۔ چنانچہ آپ نے برے اور سرکش جنوں کو راہ راست دکھائی۔ مشرف با اسلام کیا۔ اور نماز روزے اور احکام شرعیہ کا پابند بنایا۔ (۷۷)

امیر حلقہ کا تقرر: علاوہ ازیں آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر شہر میں ایک خلیفہ کو امیر حلقہ بنا کر ہدایت فرماتے تھے کہ سب پیر بھائی ہر ہفتے ایک جگہ جمع ہو کر تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھیں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ اصحاب کو امیر حلقہ مقرر کرتے تاکہ دوری کی وجہ سے پیر بھائیوں کو دقت نہ ہو۔ اور سب کی ہر ہفتہ شرکت آسان ہو جائے۔ ہدایت ہوتی کہ جمع ہو کر اول ختم شریف پڑھیں۔ ختم خواجگان، ختم مجددیہ، ختم معصومیہ اور حلقہ ذکر ہوتا۔ ان حلقہ ہائے ذکر کی رودادیں رسالہ انوار الصوفیہ میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر مقام پر کسی خلیفہ کو امیر حلقہ بنا دیتے تھے۔ جیسا کہ پشاور میں پہلے حافظ علی احمد جانؒ تھے۔ اب حافظ سلطان احمد صاحب ہیں۔ راولپنڈی میں پہلے مستری محمد شفیع صاحب تھے۔ پھر شیخ زین العابدین صاحب ہوئے اب ڈاکٹر حکیم محمد یسین صاحب ہیں۔ گجرات میں حاجی منشی احمد دین سیالکوٹ میں حافظ عبداللطیف صاحب فیصل آباد میں چوہدری عطا محمد، حاجی پیر سید طفیل شاہ۔ ملتان میں ولی محمد شاہ صاحب اور حافظ صدیق انور صاحب، کراچی میں نور محمد صاحب اور بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب، پروفیسر حاجی مولانا حامد حسن صاحب قادری اور بھائی حاجی ذاکر علی صاحب لاہور میں

حاجی ذاکر علی صاحب۔ اور حاجی غلام جیلانی صاحب، شیخ مشتاق احمد صاحب، حاجی ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب کنجاہی، سانگلاہل میں ڈاکٹر غلام حیدر صاحب، کوہاٹ میں حاجی سرور خان صاحب اور سید سعید شاہ صاحب بنوری۔ شیخو پورہ میں ڈاکٹر محمد ظریف صاحب۔ مراد آباد (بھارت) میں محمد طاہر صاحب غرض برصغیر کے طول وعرض میں ہر جگہ حضرت کسی یارانِ طریقت کو امیر مقرر فرماتے تھے تاکہ پیر بھائیوں کا باہمی میل ملاقات اور ذکر وفکر جاری رہے۔ امیر حلقہ حضرات میں جن کو حضور رحمتہ اللہ علیہ نے تعلیم وتلقین کے قابل پایا، ان کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ تاکہ تبلیغ وارشاد کا سلسلہ وسیع تر ہو سکے۔(۷۸)

خدام خاص: سفر وحضر میں ایک دو خادم ضرور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ علی پور شریف میں تو ہر وقت لوگ خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور کسی قسم کا بھی کام کرنے کا موقع پاتے تو سعادت جانتے تھے۔ مگر خدمت کیلئے خاص درویش متعین ہوتے جو منشائے مبارک کو سمجھتے اور کاموں کی نوعیت سے واقف ہوتے تھے۔ آپؒ اپنے خادموں اور درویشوں کی ضروریات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ اوران کے اہل وعیال اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری پر نظر رکھتے تھے تاکہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔(۷۹)

مکاشفات: حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِتَّقُوْ امِنْ فِرَ اسَةِ الْمُوْ مِنِ لاَ نَّهٗ یَنْظُرُو بِنُوْ رِ اللّٰهِ تَعَالٰی (۸۰) (ترجمہ: مومن کی فراست سے بچتے رہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی وساطت سے دیکھتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کے حکم سے ہر چیز پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طاقت عطا فرماتے ہیں۔ یہ ان کا فضل وکرم ہوتا ہے۔ مشاہدات اور تجربات اس بات پر شاید عادل ہیں۔ اس لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔ ''لوح محفوظ است پیش اولیا''۔ یہ کمال انسان کا اپنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔

مکاشفات کی قسمیں: تمام اولیائے کرام کا مکاشفہ ان کے مدارج کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مکاشفہ کی سب قسمیں عطا ہوئی تھیں۔

۱۔ گزشتہ اور آئندہ کے حالات جان لینا۔

۲۔ دوسروں کے دل کے خیالات سے مطلع ہو جانا۔

۳۔ نزدیک ہو یا دور سب احوال سے باخبر ہونا۔

۴۔ مشکلات میں امداد کرنا۔

۵۔ آنے والی آفات سے متنبہ کرنا۔

۶۔ مدت مدید اور عرصہ دراز کی باتیں بالکل صحیح بیان کر دینا۔

۷۔ کتابی علوم کو بروقت بتانا۔

حالانکہ کتابوں سے آپ کو عرصہ دراز سے کوئی ظاہری تعلق نہ رہا تھا۔ واضح رہے کہ علم غیب اور چیز ہے اور مکاشفہ دوسری بات ہے۔ کشف و کرامت ولایت کی دلیل ضرور ہیں مگر ان کا اظہار بے ضرورت پسندیدہ نہیں۔ اولیاءاللہ اس وقت کشف و کرامت کا اظہار کرتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی کے دین، ایمان، جان یا عزت کو ضرر پہنچنے والا ہے۔ ہر وقت اظہار نہیں کرتے۔ حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ولی سے اگر کرامت کا اظہار ہوتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی ولایت کو طاعون ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ اسے ریا سمجھتے ہیں اور شہرت کا سبب پاتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان اس سے گریز کرتے ہیں۔" (۸۱) آپ رحمتہ اللہ علیہ کو وقت اور کائنات پر تصرف حاصل تھا۔ آپؒ کی بے شمار کرامات میں۔ آپؒ کے سینکڑوں یارانِ طریقت آپ بیتے واقعات دہراتے رہتے ہیں۔ حجازِ مقدس میں لاکھوں روپیہ ضرورتمندوں کو دینا۔ جنات کی تسخیر اور ان کو مشرف باسلام کرنا۔ احیائے دین اور تبلیغ وارشاد کے لئے مافوق العادات صعوبتیں برداشت کرنا اور ان گنت مشکلات کے ہوتے ہوئے کامیاب ہونا۔ ترن تارن جیسے سکھوں کے مرکز میں حقانیت اسلام کا ڈنکا بجانا۔ فتنہ ارتداد کا سد باب فرمانا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو شریعت کا پابند متبع سنت بنا دینا۔ اور اس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں جو سب خرقِ عادات اور کرامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ (۸۲) آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آج تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کا ہر فرد حافظِ قرآن، عالم وفاضل اور پابند شریعت ہے۔ (۸۳)

آریوں کے جال: اللہ کے فضل و کرم سے ہر ہر قدم پر تائید ربانی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شامل حال رہی اور میدان ارتداد کے سادہ مسلمانوں کو اللہ نے سیاہ وسفید میں تمیز کی توفیق دی کہ وہ آریوں کی طرح مرزائیوں کے شر سے بھی محفوظ رہے۔ دین متین کا علم بلند ہوا۔ اور ملکانے جوق در جوق دولت ایمان سے مالا مال ہوتے رہے۔ آریوں کے مبلغین باقاعدہ تربیت حاصل کر کے میدان عمل میں سرگرم تھے۔ ننگے سر، لمبی لمبی چوٹیاں، موٹا سالٹھ، نیچی دھوتیاں اوپر کا جسم برہنہ نہ سردی کا خیال نہ گرمی کی فکر، نہ بھوک نہ پیاس نہ، نیند نہ آرام اس حلیے اور کردار کے ساتھ وہ گاؤں گاؤں جاتے کتھا اور جلسے کا اہتمام کرتے۔ ان کی منظم جماعتیں پیچھے پیچھے پہنچ جاتیں۔ حلوا پوری تیار ہو جاتا۔ گاؤں والوں کی عام ضیافت ہوتی۔ تقریریں کرتے اور اسلامی دور کے مظالم کی فرضی اور جھوٹی کہانیاں سناتے۔ اسلام کا بزور شمشیر پھیلایا جانا۔ لونڈی غلام بنانا، ذبیحہ گاؤ کی مذمت اور ایسی دوسری جھوٹی اور مفروضہ حکایات ایسے درد بھرے لہجے اور نفرت انگیز طریقے سے سناتے کہ بے خبر بے علم، ناواقف دیہاتی مسلمانوں کو کوئی جواب بن نہ پڑتا۔ اپنا وقار قائم کرنے اور بھرم رکھنے کے لئے قدم قدم پر مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیتے غرض مکاری عیاری سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو اس طرح پھانسنے کی کوشش کرتے تھے جن کا کاٹ آسان نہ تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس فتنہ کی خبر ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دین متین کی تبلیغ اور شدھی کے انسداد کا کام شروع فرمایا اور مبلغین کی ایسی جماعت تیار کی اور انہی پر مشتمل وفود پیہم اور متواتر اور بہ کثرت روانہ کیے، جو ان کی ہرزہ سرائیوں کا مدلل جواب دے سکیں اور ان کے بیان کردہ جھوٹے انسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید کر کے تصویر کا دوسرا اور صحیح سچا رُخ پیش کریں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مبلغین نے ہر مقام پر مناظرہ کے چیلنج کا جواب دیا۔ مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی۔ بعض مقامات پر آریوں نے مناظرہ کی دعوت قبول کی مگر مقررہ دِن اور وقت پر بھاگ گئے اور سامنے نہ آئے۔ بعض جگہ مناظرے ہوئے اور ہندوؤں کے برہمچاری اور پنڈت مقابلے پر آ گئے۔ مگر مبلغین دین متین اور مخلص علماء و واعظین کے مقابلے میں اُن کو منہ کی کھانی پڑی۔ جس کا ان بھولے بھالے دیہاتی مسلمانوں پر بڑا اچھا اثر ہوا اور دور دور تک پہنچا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان والا شان

میں سے حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب سراج الملت الحاج حافظ مولانا محمد حسین شاہ چھوٹے صاحبزدہ شمس الملت الحاج حافظ مولانا نور حسین شاہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء بھی بذاتِ خود میدان عمل میں پہنچ کر ان تحریکوں کا مقابلہ کیا اور ان نفوس قدسی کی مساعی جمیلہ اور فیوضات روحانی نے کایا پلٹ دی۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں وہ درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ کافروں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور علاقہ ارتداء کے دوروں نے اس کامیابی کو چار چاند لگا دیئے۔ اور میدان ارتداد اللہ جل شانہٗ کے نام کلمہ طیبہ اور اذان کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ ہر طرف اسلام کی حقانیت کا دبدبہ قائم ہو گیا اور کفر و ضلالت کا نام و نشان مٹ گیا۔ (۸۴)

ملکانوں کی تعلیم و تربیت: حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے بھولے بھالے سادہ دل اور سادہ مزاج دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ مرکوز فرمائی۔ اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جگہ جگہ مدارس قائم اور جاری فرمائے مسجدین قائم اور آباد کیں۔ اسلامی اور دینی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور حفظ کا انتظام کیا۔ نماز اور ارکان اسلام کی پابندی پر زور دیا۔ مساجد میں باجماعت نماز کی اہمیت جتا کر مسلمانوں میں اخوت و مساوات کو عام کیا۔ مراسم و شعائر اسلام پر عمل پیرا ہو گئے۔ اب وہ خود اس قابل ہو گئے کہ آریوں کے دام تزویر میں نہ آئیں اور ان کی مکاریوں، دروغ بیانیوں اور افترا پردازیوں کا جواب دے سکیں۔ مدارس سے جو طلبہ تعلیم پا کر نکلتے وہ خود اپنے گاؤں میں اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیتے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ چند سال کی مساعی جمیلہ سے جرأت ناک کامیابی حاصل ہوئی۔ ہزاروں مسلمان جو غیر مسلم ہو چکے تھے، دوبارہ آغوش اسلام میں آ گئے اور لاکھوں مسلمان مرتد ہونے سے بچ گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ خدائے عزوجل کا شکر ہے کہ یہ ملکانے ایسے راسخ العقیدہ اور پکے مسلمان بن گئے کہ ہندو پنڈتوں اور شدھی کے کارکنوں کو منہ توڑ جواب دینے لگے تھے اور ہندوؤں کو دعوت اسلام دیتے اور انہیں اس بات پر قائل کرتے کہ یہ سچا دین ہے آپ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ (۸۵)

نظام و تنظیم: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت الحاج مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمتہ

اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) اپنے حسن تدبر اور تصرف باطن کے تحت علی پور سیداں کے مرکزی دفتر سے مبلغین کو تفصیلی اور جزئی ہدایات جاری فرماتے تھے۔ اور مرکزی دفتر سے سارے تبلیغی اور اصلاحی امور کی نگرانی فرماتے رہتے تھے۔ مبلغ، امام، مؤذن، ڈاکٹر کمپونڈر مدرس جملہ افراد کے لئے معاوضے اور مشاہرے معین تھے۔ جو پابندی کے ساتھ مرکزی دفتر علی پور سیداں سے ارسال کئے جاتے تھے۔ اس طرح تمام مسلم مخالف تنظیمیں دم توڑ گئیں اسی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا لگایا ہوا درخت بار آور ہوا اور حضور رحمتہ اللہ علیہ کے فیض و کرم سے مبلغین کی کوششیں پھل لائیں۔ (۸۶)

تعمیر مساجد: صحیح حدیث ہے۔ مَنْ بَنىٰ مَسْجِدًا فِي الدُّنيا بَنىٰ لَهُ اللّٰه تَعَالىٰ دَارٌ فِي الْجَنَّهِ (۸۷)

ترجمہ: جس شخص نے دنیا میں مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے (اس کے صلے میں اس کیلئے جنت میں ایک محل تعمیر فرمایا۔

مساجد کی تعمیر کا شوق: حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے جو مساجد تعمیر کرائیں ان کا احاطہ ممکن نہیں حضرت نے کتنی اور کہاں کہاں مسجدیں تعمیر کروائیں۔ البتہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے دور افتادہ دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہر جگہ وعظ و تبلیغ کے ساتھ نماز کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔ جہاں مسجد ہوتی تھی اس کی مرمت اور آرائش میں اہتمام فرماتے تھے۔ جہاں مسجد نہ ہوتی تھی وہاں نئی مسجد تعمیر کراتے تھے۔ یا گاؤں کے لوگوں کو پختہ مسجد تیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کا کام شروع کرا دیتے تھے۔ مساجد کی تعمیر میں اپنے ہاتھ سے بھی کام کرتے۔ گارا بنانا مٹی کھودنا۔ مٹی اور گارا ڈھونا، اینٹیں اٹھانا سارے کام اپنے ہاتھ سے ضرور انجام دیتے۔ اگر لوگ مانع آتے اور باادب عرض کرتے کہ ''آپ تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے خادم یہ کام کرلیں گے''۔ تو نہ مانتے اور فرماتے ''تم اپنی قبر میں جاؤ گے اور میں اپنی قبر میں مجھے تمہارے کام سے کیا ملے گا''۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کام میں خود ہاتھ لگاتے تو لوگ زیادہ ذوق و شوق دکھاتے اور تعمیر کا کام جلد مکمل ہو جاتا اور مہینوں کا کام دنوں میں ختم ہو جاتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ مسجد کو مکمل کرنے والوں سے بڑی خوشنودی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے۔ اس گاؤں میں دوران وعظ مسجد کو ہمیشہ آباد

رکھنے کی ترغیب دلاتے ۔نماز باجماعت کی بڑائی اوراحکام بیان فرماتے ۔نتیجہ یہی ہوتا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت میں آتے اور مسجدیں آباد ہوجاتیں ۔مردوں کے علاوہ عورتیں بھی نماز کی پابند بن جاتیں ۔ مشائدہ ہے کہ خدا کے فضل سے یہ مسجدیں اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہیں ۔حالانکہ وقت تعمیر سے اب تک ان لوگوں کی کئی پشتیں گذر چکی ہیں ۔گویا حضور کی مساعی سے اولا در اولا د آج تک نمازی نبی ہوئی ہے۔جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مساجد کا پورا علم کسی کو نہیں کیونکہ دوسرے اعمال حسنہ کی مانند حضور اپنی ان دینی خدمات کی نہ کوئی یاداشت محفوظ رکھتے تھے اور نہ ہمیشہ ذکر فرماتے تھے ۔ایک بار حضرت والد صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) دریائے جہلم کے کنارے ایک غیر آباد جگہ پہنچے تو وہاں آپکو ایک مسجد نظر آئی تو خیال کیا کہ ''نماز یہیں ادا کرلیں ۔اللہ جانے کس بزرگ نے اس دورافتادہ مقام پر مسجد تعمیر کرائی تھی ۔'' مسجد میں گئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ تعمیر کردہ ہے ۔بڑی حیرت ہوئی اور فرمایا''حضرت نے دین کی کتنی خدمت کی ہے۔کہاں کہاں اپنے باقیات الصالحات چھوڑے ہیں ۔یہ سعادت کسی اور کو کاہے نصیب ہوگی ۔لیکن چند مساجد کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں ان میں تاریخی مسجد نور رہے ۔(۸۸)

مسجد نور علی پور سیداں :ا۔ مسجد نور ،سنگ مرمر کی یہ عظیم الشان اور خوبصورت مسجد علی پور سیداں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے صرف خاص سے تعمیر کی ہے اس کی تعمیر کیلئے کبھی کسی سے ایک پیسہ چندہ نہیں لیا ۔ایسی مزین اور منقش مسجد دور دور نہ ملے گی ۔اس مسجد کی شان وشوکت اور قدرو قیمت بیان سے نہیں سمجھ میں آسکتی ، دیکھنے ہی سے اندازہ ممکن ہے ۔اس کی تعمیر کے دوران حضور والا خود اپنے دست مبارک سے تعمیر کی خدمات میں ہاتھ بٹاتے تھے سامان اٹھا اٹھا کر مستریوں کو دینا اور اپنے ہاتھ سے پتھروں کی اور صحن مسجد کی رگڑائی کرنا حضور کا شیوہ طریق کار تھا جس کے بہت سے عینی شاہد بقید حیات ہیں ۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جب اسکی تعمیر کا آغاز کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک حبہّ نہ تھا۔اسی طرح دوران تعمیر اکثر و بیشتر کوئی پیسہ پاس نہ ہوتا تھا۔مگر حضور رحمتہ اللہ علیہ کا سارا کام توکل پر تھا۔اورخدا خود میر سامان است ارباب توکل را چنانچہ یہ مسجد شریف بھی اس آن بان سے تکمیل کو پہنچی

کی بابید وشاید ساری مسجد خالص سنگ مرمر کی ہے۔سنگ مرمر ریاست جودھپور سے منگوا کر لگایا گیا تھا۔مسجد کی کھڑکیاں صندل کی ہیں۔مسجد کے پانچ دروازے ہیں جوکواڑ آبنوس کے ہیں درمیان کے دروازے کے کواڑوں پر ہاتھی دانت کا نہایت باریک نفیس کام ہے۔بازو کے دونوں دروازوں کے کواڑوں پر سیپ کا نہایت خوبصورت کام کیا گیا ہے اور دونوں طرف کے آخری دروازوں پر پیتل کا کام کر کے اُوپر خالص سونے کے پترے چڑھائے گئے ہیں۔صندل اور آبنوس کی لکڑی ریاست میسور سے منگوائی گئی تھی اور گلکاری کا کام مستری نبی بخش رحمتہ اللہ علیہ ساکن نارووال نے کیا ہے۔مستری صاحب مرحوم بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔انہوں نے ساری عمر حضرت کے قدموں میں گزاری حضرت بھی اُن پر خصوصی شفقت اور نوازش کرتے تھے۔مسجد کی اندرونی دیواروں پر اور محراب میں مینا کاری کا کام جموں،میسور اور بنگلور کے کاریگروں نے کیا ہے۔یہ نقاشی،گل کاری اور مینا کاری نہایت اعلیٰ درجے کی خوبصورت ہے۔بعض جگہ نقاشی اور مینا کاری میں خالص سونا بھی استعمال ہوا ہے۔مسجد کے شیشے کا کام مہاراجہ جموں کے خاص کاریگر میراں بخش مرحوم نے کیا ہے۔مسجد کے اندر اور باہر دالان برآمدے اور صحن میں سنگ مرمر کے مصلے بنائے گئے ہیں۔جن میں محراب اور حاشیے سنگ موسیٰ کے ہیں۔محراب مسجد میں سنگ مرمر کا جو مصلیٰ بنایا گیا ہے اس میں یاقوت اور زمرد کی گلکاری کی گئی ہے۔محراب کے مصلے کی قیمت کا اب تو اندازہ بھی ممکن نہیں۔جودھپور کے کاریگروں کو اس کی اُجرت اس سستے زمانے میں بھی کئی ہزاروں روپے دی گئی تھی۔محراب کا پردہ مخمل کا ہے جس پر کئی ہزار روپے کا سلمہ ستارہ کا کام ارزانی کے ان ایام میں کرایا گیا تھا۔اس طرح تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے نہایت قیمتی پردے بمبئی سے بنوا کر منگوائے گئے تھے۔

مسجد کے اندرونی دالان میں تین صفین ہیں۔ہر صف میں سنگ مرمر کے انیس جانماز بنے ہوئیں ہیں اور چاروں طرف ایک فٹ کا حاشیہ ہے۔پورے دالان کے لئے ایک طویل وعریض سالم قالین امرتسر میں تیار کر وایا تھا۔اس قالین میں بھی انیس جانماز ہیں۔قالین کی زمین سرخ ہے۔گویا مسجد نبوی کے ترکی قالینوں کی یادگار اور تقلید مقصود ہے۔ہر جانماز کے محراب میں گلاب کے سات سات پھولوں کا خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے۔

محراب اوراس کے چاروں طرف بھی نقش نگار ہیں۔ یہ قالین بے حد حسین، خوش نما اور یادگار چیز ہے۔ اس زمانے میں بیش قرار رقم لگی تھی۔ اور آج تو اس کی قیمت کا تخمینہ لگانا بھی دشوار ہے۔ مسجد کے اندرونی دالان کی جنوبی سمت چھت سے متصل دونوں دیواروں میں وہیل مچھلی کا ایک سولہ فٹ لمبا ایک فٹ چوڑا کانٹا نصب کیا ہوا ہے جو لسبیلہ کے جام صاحب نے تحفۃً ارسال کیا تھا۔ مشرق کی جانب دو الماریاں ہیں جن میں دو نہایت قیمتی قد آدم شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ان شیشوں میں مسجد شریف کے مسقّف حصے کی تمام چیزوں کا عکس نظر آتا ہے۔ جس سے لطف حاصل ہوتا ہے۔ مسجد کا گھنٹہ دس فٹ لمبا ہے۔ گراں قیمت پر خاص طور سے بمبئی سے لاکر لگایا گیا تھا۔ مسجد کے اندرونی دالان کی چھت پر بھی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ دیواروں میں خاص کعبہ کے غلاف کا فریم کیا ہوا ٹکڑا اور بہت سی آیات قرآن مجید کے طغرے کلمہ طیبہ خطاطی کے اعلیٰ نمونوں میں عربی اور فارسی اشعار کے نفیس کتبے لگے ہوئے ہیں۔ اس مسجد میں لاکھوں کا تو محض سنگ مرمر صرف ہوا ہے۔ دوسرے اخراجات کا آج کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام مصارف حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے رہے۔ یہ مسجد اس برصغیر کے عجائبات میں شامل ہے۔ دُور دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے جن میں غیر مسلم بھی تھے۔ انگریز حکام اور سیاح بھی زیارت کے لئے آتے رہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ ان مہمانوں کی مدارت فرماتے اور مسجد کی زیارت کراتے۔ جو شخص حضور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے حضرت خود ان سے فرماتے کہ مسجد کی زیارت کر کے واپس جانا۔ بہت سے ہندو از خود مسجد کی زیارت کو جاتے اور کہتے کہ مسجد کی زیارت سے پاپ جھڑ جاتے ہیں۔ کشن چند مجسٹریٹ نے مسجد کی زیارت کی اور کہا کہ میں حضرت کو جانتا ہوں آپ رحمتہ اللہ علیہ برگزیدہ ہستی ہیں اللہ کے گھر پر اتنا روپیہ خرچ کرنا کسی دُنیادار شخص کا کام نہیں، اللہ کے نیک بندے ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ غرض مسجد نور کی تعمیر حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا ایسا زبردست کارنامہ ہے کہ اس کا مختصر بیان بھی آسان کام نہیں اور بیان سے اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ پس دیکھنے سے ہی پوری حقیقت اور قدر و قیمت آشکار ہوسکتی ہے۔ سرینگر کے خواجہ صاحب نے مسجد کی زیارت کی تو کہنے لگے کوئی دنیادار بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ خانہ خدا پر اتنا روپیہ صرف نہیں کرسکتا

اسے تو اپنے محلات کی تعمیر کے علاوہ کوئی اور فکر ہی نہیں ہوتی۔ حضرت بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ تب ہی تو آپ نے اللہ کا گھر ایسا اعلیٰ حسین اور خوشنما تعمیر فرمایا ہے۔ جو اللہ کے محبوب ہوں اُنہی کے ہاتھوں ایسا کارنامہ انجام پا سکتا ہے۔(۸۹)

دیگر مساجد کی تعمیر و ترقی:

۲۔ **آبائی قبرستان کی مسجد:** آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے گاؤں علی پور سیداں میں پانچ خوبصورت مسجدیں تعمیر فرمائی ہیں۔ اس مسجد کے ساتھ جنازہ گاہ ہے اور ساتھ ہی دو حجرے مسافروں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ عام راستے والی مسجد یہ دیکھنے کے قابل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت حجرہ بنایا ہے تا کہ مسافروں کے کام آئے۔ عرس شریف پر جو عرب حضرات آتے تھے۔ اُنہیں یہیں ٹھہرایا جاتا تھا۔ کنوئیں والی مسجد: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی کنوئیں پر نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کروائی تا کہ کام کاج کرنے والے درویش مسجد میں نماز ادا کر سکیں آپ رحمتہ اللہ علیہ ظہر سے عشاء تک نمازیں یہیں ادا فرماتے تھے۔ مسجد ریلوے اسٹیشن: پانچویں مسجد آپ رحمتہ اللہ علیہ علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن سے متصل تعمیر کرائی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مسجد کے ساتھ ایک کنواں بنوایا اور اس کے ساتھ وسیع مسجد تعمیر فرمائی۔ اس سے ملحق مسافروں کے آرام کے لئے ایک بڑی دو منزلہ سرائے بنائی۔ ملحقہ زمین میں باغ لگوایا۔ بعد میں نصف مربع زمین بلو والی کے لوگوں سے اور خرید فرمائی۔ تا کہ مسجد اور سرائے کے محافظ اور مسافروں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اللہ کے فضل سے اب تک سارے انتظامات حسب دل خواہ انجام پا رہے ہیں۔ سادھو کی مسجد: علی پور شریف سے تین میل کے فاصلہ پر گاؤں سادھو میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی اس مسجد کا کام بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے کیا۔ اس گاؤں میں زمین خرید کر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لنگر خانہ بھی تعمیر کرایا۔

۳۔ **چک نمبر ۱۶۴ کی مسجد:** موضع مہلس چک نمبر ۱۶۴ ضلع فیصل آباد میں حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عالی شان تین منزلہ مسجد بنائی ہے۔ نیچے خوب گہرا اور بہت وسیع تہہ خانہ بنایا ہے تا کہ روزہ دار اور نمازی گرمیوں

میں آرام فرمائیں۔ خوبصورت اور عالی شان مسجد ہے اور اللہ کے فضل اور حضور کے تصرف سے اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ نماز تراویح اور نماز جمع میں تینوں منزلیں بھر جاتی ہیں۔ الحمد للہ۔

قدیم جامع مسجد فیصل آباد: فیصل آباد کی قدیم جامع مسجد حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی تعمیر فرمودہ ہے۔ اللہ کے فضل سے آج بھی یہ جامع مسجد خوب آباد اور بارونق ہے۔

۴۔ جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد: فیصل آباد جھنگ بازار میں دوسری جامع مسجد کی ابتدا بھی قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی تھی اور قیام پاکستان کے بعد مکمل ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک عظیم الشان مدرسہ بھی بن چکا ہے۔ جہاں ہر سال بیسیوں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور پچاسوں حافظ اور عالم بن کر نکلتے ہیں۔ ان کے علاوہ فیصل آباد کی دوسری مسجدوں میں بھی حضور کا حصہ ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ ان مساجد کی بنیاد کے محرک اور ان کی تکمیل کے ساعی رہے ہیں۔

۵۔ مسجد شاہ جماعت نارووال: مسجد شاہ جماعت کی بنیاد بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے رکھی تھی اور اس کی تکمیل آپ رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہوئی یہ بھی ایک عظیم الشان مسجد ہے اس کے علاوہ مسجد موضع پنواں، مسجد اعظم میسور، ریاست میسور کے دارالحکومت شہر میسور میں قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے ساتھ مدرسہ نقشبندیہ قائم کر رکھا ہے جہاں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کئی دوسری مساجد کی تعمیر و ترقی میں بھی خطیر رقم عطا کی۔ غرض اس طرح متفرق مساجد کی خدمات آپ رحمتہ اللہ علیہ مختلف مقامات پر جو حصہ لیا اُس کو ضبط میں لانا دشوار ہے۔ مساجد کی تعمیر اور آرائش، پختگی اور مرمت میں آپ جس ذوق وشوق سے حصہ لیتے تھے اس کے اظہار کے لئے یہ تفصیل بھی کافی نہیں۔ (۹۰)

مساجد علاقہ ارتداد: فتنہ ارتداد کے زمانے میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ دین کی خدمت کی اور پینتالیس سے زیادہ مدارس جاری کئے تھے اور ہر مدرسہ کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی اور ہر مسجد میں موذن کا انتظام فرماتے تاکہ مستقل طور پر آباد رہے۔ یہ مساجد تعلیم و تبلیغ اور تلقین وارشاد کے مرکز کا کام انجام دیتی رہیں اور ہزاروں لوگ

حضور کے اس اقدام کی بدولت دولت ایمان سے مالا مال ہوئے اور پکے نمازی بن گئے۔ (۹۱)

دیگر عمارات: حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو سرائے اور کنوئیں بنوانے کا اہتمام بھی بطور خاص ملحوظ خاطر ہوتا تھا۔ جو کنوئیں اور سرائے بنوائیں اُن کی تعداد کا تو کسی کو علم نہیں لیکن چند ایک کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ علی پور ریلوے اسٹیشن کے ساتھ ایک دو منزلہ عمارت مسافروں کے لئے تعمیر کرائی تھی جماعت منزلہ سیالکوٹ، محلہ میانہ پورہ میں جماعت منزل کے نام سے ایک مکان تعمیر فرمایا ہے۔ جس کا رقبہ دو کنال ہے۔

جماعت منزل مدینہ منورہ: حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ، مہاجر مدنی خلیفہ مجاز نے کمزوری اور ضعیف العمری کے باوجود سعی بلیغ اور جانفشانی سے حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ''جماعت منزل'' کے نام سے ایک دو منزلہ عمارت بنوائی ہے جس میں بہت سے کمرے ہیں۔ اس منزل پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یارانِ طریقت نے اس کی تکمیل میں حصہ لیا ہے۔ اس عمارت میں غربا اور مساکین مستقل رہائش رکھتے ہیں اور زائرین بھی اس عمارت میں قیام کرتے ہیں۔ دوسری جماعت منزل کے لئے بھی بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ نے جگہ خرید رکھی ہے اور اس کی تعمیر کیلئے بھی کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے۔

دو منزلہ زنانہ حویلی: علی پور سیداں میں ایک زنانہ حویلی دو منزلہ تعمیر فرمائی ہے جس کے چالیس کمرے ہیں دور سے آنے والی مہمان خواتین کے لئے ٹھہرنے کا انتظام ہے۔ تاکہ وہ آرام کر سکیں۔

شیش محل: مردوں کے قیام و آرام کے لئے بھی حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک وسیع دو منزلہ مکان بنایا ہے جو عُرفِ عام میں شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں پچیس کمرے ہیں۔ یہ بھی دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے لئے وقف ہیں۔ اس شیش محل میں ایک کمرہ باب رحمت کے نام سے موسوم ہے جس میں قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ خود فروکش ہوتے تھے۔ اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جانشین باب رحمت میں فروکش ہوتے ہیں۔

جلسہ گاہ: مسجد نور کے مشرق میں حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک وسیع وعریض جلسہ گاہ تعمیر فرمائی ہے جس

کے صحن میں ہزاروں کا مجمع سما جاتا ہے۔ یہ حویلی ایک منزلہ ہے اس میں ایک تہہ خانہ اور پندرہ کمرے بنے ہوئے ہیں عرس شریف کے موقع پر صحن میں فرش کر دیا جاتا ہے۔ جس پر کئی ہزار افراد بیٹھ جاتے ہیں۔

دو منزلہ مہمان خانہ: مسجد نور سے شمال کی طرف قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور دو منزلہ عمارت مہمانوں کے لئے تعمیر کروائی جس کے پندرہ کمرے ہیں جسمیں عرس کے دنوں میں مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

کنوئیں والی حویلی: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کنوئیں پر بھی چار کنال پر ایک بڑی حویلی تعمیر کروائی۔ یہاں بھی مہمان قیام کرتے ہیں۔

تین تالاب: علی پور سیداں کا علاقہ بارانی ہے۔ ایک دفعہ پنجاب میں قحط پڑا تھا۔ علی پور سیداں اور نواحی دیہات سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ بعض جگہ مویشوں تک کے لئے پانی نایاب تھا۔ سب مرد و زن قحط سے پریشان تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں تین تالاب کھدوانے شروع کئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو مزدوری حاصل ہونے لگی۔ چند ماہ میں تالاب کھد کر تیار ہو گئے۔ بارش کے موسم میں یہ تالاب پانی سے بھر جاتے ہیں اور سال بھر مال مویشی آ کر پانی پیتے ہیں۔ (۹۲)

رفاہِ عام کے کام محض رضائے الٰہی کے لئے: حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی دین کی خدمت اور رفاہِ عام کے کاموں میں صرف فرمائی ہے۔ ان مختصر تفصیلات سے یہ اندازہ کرانا مقصود ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کس کس طرح عام خلقت کی بہبود کا انتظام فرماتے تھے۔ ورنہ سرائیں، مہمان خانے، کنوئیں وغیرہ جو آپ رحمتہ اللہ علیہ مدت العمر میں تعمیر کروائے ان کا تفصیل سے اندراج کرنا ممکن نہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ محض توکل پر تکیہ کر کے کام شروع فرما دیتے تھے۔ اور رب العزت خود اس کی تکمیل کیلئے ذرائع و وسائل مہیا فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آج تک کوئی چیز اپنی اولاد کے لئے نہیں بنائی ہر کام اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُس کے بندوں کے لئے کیا ہے۔ وہی قبول فرمانے والا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی طویل حیات مبارک میں کروڑوں روپے کے صرف سے کیا کچھ نہیں کیا جیسا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے بیان

صلہ بارگاہ رب العزت میں ملا اور ملتا رہے گا۔ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے دنیا والے اس سے اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ والوں کی باتیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ (۹۳)

ملی اور فلاحی ادارے: آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کام میں شرکت کیلئے پورے انہماک کے ساتھ اقدام فرماتے تھے جو اسلامیانِ برصغیر کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ تبلیغ دین اور تحفظ شعائر اسلام کے لئے آپ کسی مشکل اور رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور مذہبی، تعلیمی اور فلاحی اداروں کی امداد اور سرپرستی پورے ذوق شوق سے انجام دیتے تھے۔ ایسے تمام اداروں کی تفصیلات آج ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ لیکن پنجاب ہی نہیں، سارے برصغیر میں جس جوش و جذبے کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دینی، ملی اور قومی خدمات انجام دی ہیں، وہ سب کے پیش نظر ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ملک بھر کے قابل ذکر اور مقتدر ادارے اور انجمنیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اعانت اور فیض سے بار آور اور مستفید ہوئیں۔ (۹۴)

سیاسی خدمات:

قرار دادِ پاکستان اور امیر ملت: ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی تو آپؒ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی حمایت اور استحکام کے لئے کام شروع کر دیا اور سفر و حضر میں تلقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جانا چاہئے۔ (۹۵)

امیر ملت کا خط قائداعظم کے نام: ۱۹۴۳ء میں جب قائداعظم پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپؒ اُس وقت حیدر آباد دکن میں فروکش تھے۔ وہاں سے آپؒ نے اپنے خلیفہ خاص حضرت بخشی مصطفیٰ علی خانؒ ڈی ایس پی بنگلور (ف ۱۹۴۷ء) کے ہاتھ مزاج پرسی کا خط لکھا اور مندرجہ ذیل تحائف بھی ارسال فرمائے۔

۱۔ نادر قلمی نسخہ قرآن مجید ۲۔ تسبیح ۳۔ مخملی جانماز

۴۔ شال ۵۔ آبِ زمزم کی زمزمی ۶۔ و دیگر متفرق اشیاء

اپنے مکتوب گرامی میں حضرت اقدسؒ نے سلام و دُعا کے بعد قائداعظمؒ کو یہ تحریر فرمایا۔

''قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اُس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابرہیم علیہ السلام کے دین کی۔ فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دین کی۔ ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم ﷺ کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ اَب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے آپ کی کامیابی کے لئے نیک فال ہے۔ آپ کو اصولِ مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواری کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے اُس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔'' میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے زرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔ (۹۶)

قائداعظمؒ کا خط امیر ملت کے نام: جب آپ جیسے بزرگوں کی دُعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لئے عنائت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانماز آپ نے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا، تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں، جو شخص اپنے پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اُس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے۔ میں اس اشارے کی تعمیل بھی کروں گا۔ (۹۷)

امیر ملت کی دعوت پر قائداعظم کی کامیابی کی پیش گوئی: ۱۹۴۴ء میں آپؒ سری نگر (کشمیر) تشریف لے گئے تو

دستر خوان پر چنے گئے کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتابہ نامی کھانا بھی پیش کیا، اس کے لئے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ قائد اعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی فرمائی اور دو جھنڈے عطا فرمائے۔ اُن میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ نقد روپیہ بھی پھر فرمایا سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا کفر کا بعدازاں قدآور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس پیشگوئی پر کامل یقین کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ ''میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔ (۹۸)

دوقومی نظریہ: ۱۹۴۵ء میں جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی تو حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کی حمایت میں ملک کے کونے کونے کے دورے کیے اور قائداعظم اور پاکستان کے حق میں فضا سازگار بنائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پنجاب مسلم لیگ کے اجلاس عام کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا۔ دوقومی نظریہ سب سے پہلے سرسیدؒ نے پیش کیا تھا اور اقبالؒ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا۔ اَب قائداعظمؒ نے اسی دوقومی نظریہ کے بارآور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب جیسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی خدمتِ اسلام بجالا رہا ہو۔ جنوری ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کا ایک اجلاس آپ رحمتہ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپؒ نے اپنے صدارتی تقریر میں ارشاد فرمایا۔ ''حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لو اَب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی منزلِ مقصود متعین کر لی ہے۔ اَب دُنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو گالیاں دیتے ہیں لیکن

اُنہوں نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا یہ اُن کے سچا رہنما ہونے کا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دیں ہیں میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں اور سیّد کبھی موت سے نہیں ڈرتا"۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا کہ مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب کرائیں۔ (۹۹) حضرت امیر ملتؒ نے تقریر کی ابتدا کی تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شبنم غنچوں پر گر رہی ہے۔ چند منٹ بعد حضرت جوش وخروش سے خطاب کر رہے تھے۔ ان کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ وجوش سے بھر دیا۔ حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے برطانوی سامراج اور اُن کی حاشیہ برداروں کو خبردار کیا اور فرمایا کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے۔ حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے۔ کانفرنس سے حضرتؒ کے تاریخی خطاب سے پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ظلمت کے بادل چھٹ گئے اور اُمید کا آفتاب طلوع ہوا۔ جنگ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے جیت لیا۔ (۱۰۰) ۲۷ اپریل ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا فقید المثال اجلاس شروع ہوا۔ جلسہ سے صدارتی خطاب میں آپؒ نے ارشاد فرمایا" جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے کوئی ملعون ٹھہراتا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں وہ ولی اللہ ہے۔ آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن وحدیث کی رو سے کہتا ہوں (۱۰۱) اس موقعہ پر آپ نے یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۱۰۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کیے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے محبت اُن کی۔

آپؒ نے فرمایا کہ تم بتلاؤ: ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائداعظمؒ ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت تم اُس کو کافر کہو میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔ آپؒ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ ۱۹۴۶ء کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو آپؒ نے جس قدر سرگرمی دکھائی عقل اُس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ آپؒ نے اخبار میں فتویٰ شائع کروایا کہ جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا اُس کا جنازہ مت پڑھو اور مسلمانوں کے قبرستان میں

مت دفن ہونے دو۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی رؤف ورحیم ﷺ کی نظر عنایت کے طفیل آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پر خلوص مساعی رنگ لائیں۔ اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سورج سے بھی روشن منزل پاکستان شکل میں مل گئی۔ آپؒ کی حق گوئی و بے باکی ایک مسلّم امر ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ۔ سیّد کے معنی یہ ہیں جو سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرے۔ (۱۰۳) چنانچہ حضرت اقدسؒ کی ساری زندگی و بیباکی کی آئینہ دار ہے۔ آپ باطل کے لئے برہنہ تلوار تھے۔ ویسے تو ہزاروں واقعات ہیں قاری کو کتاب دیکھنی چاہیئے۔ ذیل میں اسی نوع کے چند واقعا پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار: سعودی حکومت کے برسر اقدار آنے کے بعد جب امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ حج پر تشریف لے گئے تو ابن سعود نے ایک خاص ایلچی کے ذریعے آپؒ کو مدعو کیا۔ چونکہ آپ کو ابن سعود (ف۔ ۱۹۵۳ء) سے اختلاف مسلک وعقائد تھا لہٰذا آپ نے یہ دعوت سختی سے رد فرمادی۔

۲۔ وزیر اعظم حیدر آباد دکن کی گوش مالی: حضرت مولانا مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو اُن کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی تدفین کے وقت مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے بڑھا تو آپؒ نے ناراض ہو کر کہا۔

''اوہ مردود! دُور ہو کیا مسلمان مر گئے ہیں کہ ایک کافر مسلمان کی میت کو مٹی دے رہا ہے'' ہزاروں کے اجتماع میں وزیر اعظم نہایت شرمندہ ہوا اور مسلمانوں کی صف سے باہر نکل گیا۔

۳۔ حادثہ جلیانوالہ باغ امرتسر کے سلسلہ میں محضر نامے پر دستخط کرنے سے انکار: ۱۹۱۹ء جنرل ڈائر نے جلیانوالا باغ امرتسر کے اجلاس میں مشین گن سے فائرنگ کر کے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تو عیار انگریزی حکومت نے مسلمانوں کی اشک شوئی کے لئے ایک محضر نامہ تیار کر کے پنجاب کے مشہور سجادہ نشینوں سے دستخط کروائے۔ لیکن حضرت امیر ملتؒ نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

''وہ باطل کی حمایت کسی قیمت پر نہیں کرسکتے''۔

۴۔**سفیر کابل متعینہ انڈیا کی دہلی میں سرزنش:** مارچ ۱۹۲۳ء میں حضرت امیر ملت دہلی میں حضرت ابوالخیر نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے چہلم پر تشریف لے گئے۔اس مبارک تقریب میں برصغیر کے مشاہیر نقشبندی سجادگان رونق افروز تھے۔شاہ کابل امیر امان اللہ خان، حضرت شاہ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ بدیں وجہ تقریب کا اہتمام و انتظام سفیر کابل سردار غلام حیدر خان کے ہاتھ میں تھا جو صاحبزادگان (حضرت شاہ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان) کی مجوزہ مسند پر جوتوں سمیت پھرتا تھا۔حضرت امیر ملتؒ نے مسند کے دائیں جناب جلوہ افروز تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جب اُس گستاخ سفیر کو جوتوں سمیت پھرتا دیکھا تو نہایت جلال سے فرمایا''یہ کون ہے؟''کسی نے کہا''سفیر کابل''اس پر آپؒ نے فرمایا۔فقیر کی مسند پر اس گستاخ سفیر کا جوتوں سمیت پھرنا میں نہیں برداشت کر سکتا۔ایسا بے ادب میری آنکھوں کے سامنے نہ آئے ورنہ میں یہاں سے اُٹھ کر چلا جاؤں گا''۔چنانچہ سفیر کابل باقی تقریب میں سامنے نہ آیا اور حضور امیر ملّتؒ نے اپنے دست مبارک سے صاحبزادگان کی دستار بندی فرمائی۔

آنکھوں میں بس رہا ہے جس کی جلال تیرا ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی

۵۔ **مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندو نوازی پر ڈانٹ ڈپٹ:** ۱۹۲۴ء میں آپ بمبئی سے بذریعہ ٹرین پنجاب واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں مسیح الملک حکیم اجمل خان (ف۔ ۱۹۲۷ء) نے آپ سے مولانا ابوالکلام آزاد (ف۔۱۹۵۸ء) کا تعارف کرایا۔آپ نے ابوالکلام آزاد سے فرمایا کہ''آپ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ہندو شردھانند مسلمانوں کو کافر بنانے کی شدھی تحریک بڑی شدومد سے شروع کئے ہوئے ہیں''۔یہ سن کر ابوالکلام آزاد نے نہایت طنز سے کہا کہ''شاہ صاحب!تیرہ سو برس سے آپ ہندو کو مسلمان بناتے آ رہے ہیں اُن کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار کریں''۔اس غیر متوقع جواب پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:مسلمانوں کے دلوں سے متاعِ ایمان چھینی جائے اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں۔یہ حمیت کے خلاف ہے اور قیامت کے روز اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے موجب رسوائی''یہ سن کو ابوالکلام آزاد پر سناٹا چھا گیا اور تمام راستہ میں دہلی تک

کوئی کلام نہ کیا۔(۱۰۴)

حضرت پیر مانکی شریف کی آمد: حضور رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت کے جواب میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمتہ اللہ علیہ کے علی پور سیداں آنے کا واقعہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ اس لئے محفوظ کئے دیتا ہوں۔ شدید سردی کی رات تھی۔ بارش ہو رہی تھی ایسے میں حضرت پیر صاحب قبلہ کے رُفقا سب کے سب رائفلوں پستولوں سے مسلح تھے۔ علی پور سیداں میں وارد ہوئے۔ اسٹیشن پر جس نے اس مسلح جماعت کو دیکھا وہ بھی حیران ہوا اور گاؤں میں جنہوں نے آتے دیکھا وہ بھی اس لئے کہ پنجاب میں اس طرح رائفلوں اور پستولوں سے مسلح ہو کر چلنے کا رواج نہیں ہے۔ جب حضرت پیر صاحب بابِ رحمت میں داخل ہوئے تو حضور نے آہٹ سن کر پوچھا کون؟ پیر صاحب نے جواباً کہا ''مانکی کا فقیر'' حضور اُٹھ کر کھڑے ہو گئے، معانقہ کیا اور فرمایا ''فقیر کے گھر بادشاہ آ گیا ہے۔ پیر صاحب آپ نے اطلاع تو دی ہوتی۔ پیر صاحب نے فرمایا ''چھوٹوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ بزرگوں کو اطلاع دیں۔ چھوٹوں کا کام ہے خدمت میں حاضر ہونا۔ پھر کھانا آ گیا۔ سب نے کھانا کھایا۔ غرض تین دِن حضور رحمتہ اللہ علیہ نے پیر صاحب کو مہمان رکھا۔ آپؒ نے فرمایا۔ اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے۔ جو کام جناح صاحب کر رہے ہیں ہم سب کا ہے آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں۔ پیر صاحب مانکی شریف نے وعدہ کیا اور چوتھے دِن بڑے پرتپاک طریقے سے رخصت کیا گیا۔(۱۰۵)

خطبہ صدارت سنی کانفرنس مراد آباد: کل ہند سنی کانفرنس (جمیۃ العلمائے ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرۃ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹، مارچ ۱۹۲۶ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ فقیر کو ایک پرانا واقعہ یاد آیا کرنل ہالرائنڈ صاحب لاہور میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب تھے نے کہا کہ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں اور ردّ و بدل شروع ہو جاتا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا بنایا ہوا

قانون تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو اللہ کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔ (۱۰۶)

حقانیت اسلام: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کیا دُنیا میں کوئی اور مذہب ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اوّل سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپکے سامنے جو بار ہا اس کی صداقت کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقع گزرا کہ فقیر کو نیند سے بیخودی آ گئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔ قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس۔ سورتیں ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اوّل سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔

جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی دوسری سریانی جو توریت شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اُٹھا لیا بلکہ اُن کی زبانوں کو بھی اُٹھا لیا۔ آج اُن تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔ قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ (۱۰۷)

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا معمول: آپؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت خداوندی اور غلامی رسول ﷺ

میں بسر ہوا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ بعض نماز فجر تا اشراق اور بعض نماز عصر تا مغرب دُنیاوی بات بالکل نہیں کرتے تھے۔اور بعض نماز عصر ختم شریف حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔تمام یاران طریقت کو بھی تہجد پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔طالب علموں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔جب کوئی بزرگ آپؒ کے پاس آتا تو اُسے اپنی جگہ پر بٹھاتے۔جب آپ کسی بزرگ کے پاس جاتے تو دوزانوں ہو کر بیٹھتے تھے۔حق گوئی و بیباکی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔(۱۰۸)

سنوسی ہند کا لقب: ۳/۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو فیصل آباد میں تاریخی جلسہ کی صدارت امیر ملت نے کی جس میں برصغیر کے تمام مشائخ اور پیرزادگان نے شرکت کی۔مولانا شوکت علی نے اپنے خطبے میں امیر ملت کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو سنوسی ہند کے لقب سے یاد کیا۔شیخ سنوسی سید محمد بن علی (سنوسی تحریک اور سلسلہ سنوسیہ کے بانی) الجیریا کے معروف رہنما اور اپنے عہد کے مشہور مجاہد صوفی تھے۔براعظم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت میں آپ نے بے پناہ کام کیا۔سنوسی سادات سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ان کے صاحب زادوں سید محمد المہدی سنوسی اور سید محمد الشریف سنوسی نے بھی بے پناہ خدمات انجام دیں۔انگریز دشمنی میں کمال حاصل کیا چونکہ حضرت امیر ملتؒ بھی ہندوستان میں سرفروشانہ خدمات انجام دے رہے تھے۔لہٰذا اُن کی نسبت سے حضرت کو ''سنوسی ہند'' کے لقب سے ملقب کیا گیا۔(۱۰۹) ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول ﷺ کو عزیز سمجھیں۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۱۱۰) یہ نبی ﷺ مسلمانوں کی جان سے زیادہ مالک ہے

حدیث شریف: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (۱۱۱)

ترجمہ:''تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لئے اُس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔ جب اُصول ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبر خدا ﷺ کی اہانت کرے بزرگان دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے اُس سے ہمارا کیا تعلق۔مرزائی ہوں یا چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم

کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور الزام اُلٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم اُن سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ (۱۱۲)

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ اور تحریک پاکستان: یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نظریہ پاکستان کی خشت اوّل آفتاب ہند امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (ف۔ ۱۶۲۴ء) قدس سرہٗ النورانی نے دین اکبری کا قلع قمع کر کے رکھی تھی لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہوتے ہی فرنگی سامراج نے اپنا تسلط جما کر اسلامیان برصغیر کے قلب وجگر سے رُوح جہاد ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں تاکہ یہاں پر کفر وظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہی چھائے رہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے اسی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا　　　رُوح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات　　　اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو (۱۱۳)

۱۸۵۷ء میں مجاہد کبیر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ء) نے فرنگیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا لیکن برادران وطن نے ان کے مشن کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ مگر عرصہ تک علماء ومشائخ خاموش رہے۔ مگر بیسویں صدی کے شروع میں انگریز اور ہندو نے اسلام دشمنی شروع کی اور مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تو اسلام کے بطل جلیل سنوسی ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) میدان جہاد میں آ کھڑے ہوئے اور پھر دوسرے علماء مشائخ کو بھی حجروں سے نکال کر اسلام کی ازلی و ابدی دشمنوں کے مقابل لا کھڑا کیا۔ (۱۱۴)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؓ　　　کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ ودلگیری

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ جلوت پسند تھے اُن کی زندگی حرکی (Dynamic) تھی سکونی (Stitic) نہ تھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد تحریک خلافت وہ پہلی منظم تحریک تھی جس میں مسلمانوں نے کھل کر اور ڈٹ کر سفید سامراج کے خلاف اعلان بیزاری کیا اور کفن بردوش ہو کر میدان عمل میں نکلے۔ اس تحریک کی قیادت قیام الدین والملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (ف۔ ۱۹۲۶ء) اور اُن کے سرفروش مریدوں علی برادران

نے کی جبکہ سرپرستی سنوسئی ہند امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدثِ علی پوری رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء) نے فرمائی۔ اس تحریک نے اکناف واطرافِ ملک میں ایک ایسی آگ لگا دی جس کے نتائج تحریک پاکستان کی شکل میں نمودار ہوئے اور بالآخر بابائے قوم حضرت قائد اعظم (ف۔ ۱۹۴۸ء) کو اپنا علیحدہ اسلامی ملک پاکستان کی شکل میں حاصل کرلیا۔ حصول پاکستان کی جنگ میں علماء ومشائخ نے سب سے زیادہ کردار ادا کیا۔ جس میں امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ پیش پیش تھے۔ (۱۱۶) پاکستان بننے کے بعد آپؒ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے بہت کام کیا۔ لٹے پٹے قافلوں اور مہاجرین کی ہر طرح سے امداد کی ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کی رحلت ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپؒ نے حضرت قائداعظم کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی اور یاران طریقت کو بھی دُعائے مغفرت کے لئے ارشاد کیا۔ آپؒ نے قائداعظم کی رحلت کا سن کہ یوں ارشاد فرمایا۔ ابھی ابھی جناح صاحب کی وصال کی خبر سن کر جس قدر صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس وقت سارے پاکستان میں مرحوم کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔ (۱۱۷)

تحریک پاکستان ایوارڈ: ۱۹۸۷ء کو حکومت پنجاب نے حضرت امیر ملت کی تحریک پاکستان میں عدیم النظیر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''تحریک پاکستان کا ایوارڈ'' کا اعزاز دیا۔ ایوارڈ کی اپنی مسلمہ اہمیت وحیثیت سہی مگر اصل کام وطن عزیز میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور مقام مصطفےٰ کا تحفظ ہے۔ ملک کو امن وآشتی کا گہوارہ بنانا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایوارڈ اور اعزاز سب بے مقصد اور بے سود ہیں۔ (۱۱۸)

یہ قد آور شخصیتیں اور بلند ہستیاں اسی لئے طاقِ نسیاں کی نذر کی جارہی ہیں۔ ان علماء ومشائخ کی کوششوں سے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔ (۱۱۹) قیام پاکستان کے بعد آپؒ اسلامی آئین کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی جگہ جگہ جلسوں اور یاداشتوں کے ذریعہ حکومت کو اسلامی آئین کا وعدہ یاد دلایا۔ پیر صاحب مانکی شریف رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالستار نیازی رحمتہ اللہ علیہ نے آپؒ کی معیت میں تمام ملک کا دورہ کیا مگر افسوس کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جس کا حضرت کو تادمِ زیست سخت صدمہ رہا۔ (۱۲۰)

بیسویں صدی عیسوی کے محدث: آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے اُن مشائخ عظام میں ہوتا ہے رہنمائی کے ساتھ ہی ساتھ خود کو سیاسی منظر پر بھی ہمیشہ متحرک وفعال رکھا۔(۱۱۵)

وصال مبارک

دریں حدیقہ بہار و خزاں زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوشت است

ایک عربی مکتوب: انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ جلسہ ۱۰، ۱۱ مئی ۱۹۵۱ء کے بخیر وخوبی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے سید اختر حسین، حاجی خوشی محمد صاحب ملتانی اور شیخ نذیر صاحب کھیم کرنی (ملتانی) حضور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا کہ بھائی جلدی جلدی آ کر ملا کرو کل ایک خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے تمہاری زندگی اب تھوڑی رہ گئی ہے۔ اس لئے خوب عبادت کیا کرو سب لوگ غمگین ہو گئے اور آہ وافغان کرنے لگے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہنس کر فرمایا موت کا کیا ڈر ہے۔ موت کا سن کر کیا رونا ہے۔ آخر ایک روز تو سبھی کو مرنا ہے۔(۱۲۲)

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت وایاس ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ/ ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات ایک سو دس برس کی عمر میں ہوئی اور علی پور سیدان میں آخری آرام گاہ بنی۔(۱۲۳) آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال ۲۸، ۲۹ بیساکھ کو علی پور سیدان ضلع نارووال میں بڑی تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔(۱۲۴) بہت سے شعرائے نے قطعات تاریخ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ از مولانا ضیاء القادریؒ ــــــــــــــــ کراچی

ہوئے واصل بحق وہ پیر طریق	تھا ولایت کا جن کی ذات پہ حصر
پرتو نورِ نقشبند کی شان	لکھ ضیاء ''مہدئ مشائخ عصر''

۲۔ حضرت مائل بنگلوریؒ ــــــــــــــــــــ بنگلور (انڈیا)

عارف حق مرشد روشن ضمیر پائے ہیں اَب قُرب ربِّ ذُوالجلال
آہ شیخ عصر موجود گئے کہد یا مائل نے یہ سال وِسال

۳۔ حضرت صابر براری ــــــــــــــــــــ کراچی

ہوئے آج راہی وہ خلد بریں کو علی پور کے تھے جومعروف صوفی
اِدھر پیشوا تھے وہ دین ہدیٰ کے اُدھر رہنما بھی تھے وہ اک سیاسی

۴۔ حضرت طارق سلطان پوری حسن ابدال ضلع اٹک

بہارِ بوستان، دین وایمان مکرم، شاہِ جماعت شیخ دوراں
زروئے "اوج" سالِ وصل اُس کا کہا "خورشید بامِ فقر وعرفان"

۵۔ حضرت علیم الدین علیم صدیقیؒ ــــــــــــــــــــ حیدرآباد دکن

گئے دارِ دُنیا سے ملک عدم کو صفا باطن و پیر کامل حق آگاہ
علیم دل افگار تاریخ لکھ دے جنان میں ہیں ساقی جماعت علی شاہؒ

۶۔ محمد صادق قصوری ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت۔ بروج کلاں ضلع قصور

حضرت شاہِ جماعت ہم سے رخصت ہوگئے اُن کی فرقت میں ہیں اہل سلسلہ اندوہگیں
فکر تھی تاریخ رحلت کی تو آئی یہ صدا کہدے صادق "افتخارِ اولیا روشن جبیں" (۱۲۵)

وصال مبارک کی اطلاع: اسی وقت سائیکل سواروں کو سیالکوٹ بھیجا گیا تاکہ اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع اطراف و اکناف میں پہنچائی جائے۔ چنانچہ دوسرے دن اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوگئی۔ ریڈیو پاکستان کی صبح کی خبروں میں بھی یہ سانحہ نشر کیا گیا۔ اس طرح پاکستان اور بیرون ملک ہر جگہ سب کو اس حادثہ فاجعہ کا علم ہوگیا۔ لوگ دور دور سے آنے لگے۔

روضہ مبارک: روضہ مبارک مسجد نور کے جنوب میں باغ کی طرف جگہ پسند کر لی گئی۔

تجہیز و تکفین: سنت کے مطابق غسل دے کر آخری لباس (کفن) زیب تن کیا گیا معطر دستار سر پر پہنائی گئی۔

آخری دیدار: بعد ازاں جسدِ خاکی بڑی حویلی میں رکھ دیا گیا تا کہ لوگ دیدار سے مشرف ہو سکیں۔ نماز جمعہ کے بعد ڈھائی بجے جسدِ خاکی زنانہ حویلی میں پہنچایا گیا تا کہ خاندان کی مستورات اور دوسری خواتین زیارت کر سکیں پھر جسدِ خاکی مسجد نور میں لایا گیا۔

نماز اور تدفین: جسدِ خاکی کے ساتھ لمبے لمبے بانس مضبوطی سے باندھ دیئے گئے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دے سکیں۔ ہجوم کی زیادتی کی وجہ سے گاؤں سے دور کھلے میدان میں رکھا گیا تا کہ سب نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ چورہ شریف کے سجادہ نشین۔ حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نمازیوں کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا بس لوگوں کا جم غفیر تھا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ پھر ہزاروں عقیدت مندوں نے رُوئے انور کی زیارت کی، جسد مبارک صندوق میں رکھ کر لحد میں اُتارا گیا مگر صندوق کو بند نہیں کیا چنانچہ زیارت کا یہ سلسلہ دوسرے دِن تک جاری رہا۔ (۱۲۶) حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی چھوڑی سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ (ف ۱۹۶۱ء مخدوم الملت پیر سید خادم حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۸ء) اور صاحبزادی سیدہ بنت رسول (ف ۱۹۶۲ء)۔ (۱۲۷)

سجادہ نشینی: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہلم پر صاحبزادگان چورہ شریف بھی شرکت کے لئے تشریف لائے اس موقع پر آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سراج الملت حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہ سجادہ نشین اول مقرر ہوئے اور آپ کی دستار بندی صاحبزادہ چورہ شریف نے کی۔ (۱۲۸)

پیغامات تعزیت: حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر شائع ہوئی تو پورے برصغیر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماء اور زعما نے تعزیت کی۔ اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ لکھے۔ دینی اور اسلامی

اداروں نے قرار دادیں منظور کیں۔ جا بجا جلسے ہوئے، جن میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت اور خدمات پر تقریریں کی گئیں۔ مختلف شہروں میں ایصال ثواب کے اجتماعات ہوئے، ہزاروں قرآن مجید ختم ہوئے اور ہزاروں ہی ختم شریف پڑھے گئے۔ جگہ جگہ ہزاروں بندگان خدا میں کھانے تقسیم کئے گئے۔ ان گنت خطوط تعزیت موصول ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مداح اور ارادت مند لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ اس لئے ہر شہر اور ہر گاؤں میں سبھی نے اپنے اپنے طور پر اظہارِ عقیدت اور ایصال ثواب کے طریقے اختیار کئے گئے۔ یہ سب تفصیلات اخبارات ورسائل میں شائع ہوتی رہیں۔ یہاں ان سب کا استقصا کیا جائے تو طول لا طائل ہوگا۔ اس لئے چند خطوط تعزیت نقل کئے جاتے ہیں۔ (۱۲۹) حضرت الحاج مولانا غلام محمد ترنم رحمتہ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد سول سکیر یٹریٹ لاہور مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ: ترجمہ عالم دین کی موت تمام جہان کی موت ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال نے عالمِ اسلام کو نا قابل تلافی صدمہ پہنچایا ہے۔ آج آسمان بھی یقیناً رو رہا ہے۔ اس لا ثانی شخصیت نے کون سی اسلامی اور ملی تحریک تھی کہ اُس کو چار چاند نہ لگا دیئے ہوں۔ شدھی کے خلاف بے مثال جہاد، ہندو کی شاطرانہ چالوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا، خلافت کی تحریک میں بہت بڑی قربانیاں کیں۔ مسلم لیگ میں رُوح ڈالی۔ خالص حنفیت کی عدیم النظیر خدمات انجام دیں۔ محبت رسول ﷺ کا جذبہ لاکھوں انسانوں میں پیدا کیا۔ رات دِن عبادت، نعت کے اشغال، صبح وشام اوراد، صرف خود ہی نہیں ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسلمانوں کے جمِ غفیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ میں نہ گزرا ہو۔ صدہا مدارس اسلامیہ کی سرپرستی، پیران عظام کی خدمت (اللہ کے ہمسایے رسول ﷺ کے درِ اقدس کے گدا) کی مدنی لوگوں کے ساتھ بیسو برس نیک سلوک دشمنوں کے ساتھ احسان، گناہگاروں کے غلطیوں پر قلم عفو، مواعظت کے دریا بہائے پند ونصائح کی مجلس میں ساری عمر بسر فرمائی، سنت نبوی پر عمل اور جود وسخا میں اپنی مثال آپ، لاکھوں کی رہنمائی، گمراہوں کی دستگیری خالص عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے غمخوار اور عقیدت مندوں کے دلدار۔ غرض یہ روشن زندگی لکھوں تو ہزار صفحہ کی کتاب بلا مبالغہ لکھ ڈالوں۔ ہر عنوان اپنے اندر واقعات وسیر کی دُنیا رکھتا ہے۔

باقیات الصالحات میں ادارے ہی نہیں، مساجد و معابد ہی نہیں، بلکہ نیک، متقی اور صالح اولاد چھوڑی جس کی آج نظیر نہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے صدقے میں مجھ سے راضی ہو جائے اور ہمارے گناہ معاف فرمائے اور اس نیک اولاد کا سایہ تا قیامت ملت اسلامیہ پر قائم رکھے۔ (۱۳۰)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ (۱۳۱)

ترجمہ: کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہیں

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس راہ پر چل کر کے دکھا دیا۔

نامور شخصیات کے نام: الحاج حافظ پیر امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے وصال مبارک پر جن نامور شخصیات نے تعزیت کے خطوط لکھے ان کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا الحاج پیر سید فضل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جلال پور شریف

پیر سید نذر محی الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین بٹالوی

عالی جناب حضرت دیوان سید آل رسول علی خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین و نبیرہٗ

سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اجمیر شریف

حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہور علی شاہ صاحب قبلہ چورہ شریف

عالی جناب سردار عبد الرب نشتر گورنر پنجاب

حضرت مولانا ضیاء القادری، صدر جمعیت المشائخ کراچی

مولانا سید احمد سعید کاظمی مہتمم و صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان۔

جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب بھلیرہ چک نمبر ۱۱۹

جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک، سابق مدیر انقلاب لاہور

جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی اسلامیہ کالج پشاور (۱۳۲)

انشاء و خطابت: آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے مواعظ و خطبات اور مکالمات و مسائل سننے والے آج بھی لاکھوں کی تعداد میں بقید حیات ہیں۔ اور وہ شاہد ہیں کہ حضور کی سادہ باتوں میں جو اثر و تاثیر اور لطف و دل

نشینی ہوتی تھی وہ بڑی سحر آفرین تقریروں اور فصیح و بلیغ خطبات میں بھی نہیں پائی گئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے علمی اور ادبی کمالات جتنے بھی تھے یقیناً اس سے کچھ زیادہ ہی وہبی بھی تھے۔ (۱۳۳)

ارشاداتِ قدسیہ: ا۔ ایک وقت بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو وہ زبان کا ذکر ہوا۔ دِل سے ایک مرتبہ اللہ کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ ذکر زبان کے برابر ہوگا۔ یہ دِل کا ذکر ہے۔

۲۔ دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہوگا اتنا ہی کشتی کو آرام ملے گا۔ اگر وہی پانی کشتی میں آ گیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دِل کشتی ہے اور دُنیا کے رنج و غم پانی، سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی ہے۔

۳۔ جو لوگ حضور پرنور سید عالم ﷺ کے دشمن ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم بنائی ہے اور جو آپ کی محبت والے ہیں ان کے لئے جنت۔ جو لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد جہنم میں جائیں گے یا جنت میں۔ ان کو سوچ لینا چاہیے کہ وہ حضور ﷺ کے دشمن ہیں یا ان کے ساتھ محبت کرنے والے۔

۴۔ دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو مگر دین وہی پرانا، قدیم اختیار کرو جس کو تمہارے باپ دادا نے اختیار کیا۔

۵۔ انسان بد عمل ہو تو ہو لیکن اللہ کرے کہ بد عقیدہ نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔ بد عقیدہ لوگ دل کے کوڑھی ہوتے ہیں۔ ان سے بچو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

۶۔ نماز کی فکر کا کام نماز ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی کام میں لگا رہے مگر دل اس کا نماز میں ہے۔ یعنی ہر وقت نماز کی فکر کرے۔

۷۔ کسان عمر بھر ہل چلاتا رہے اور بیج نہ ڈالے تو کھیتی ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی ہل چلانا، روزہ، نماز، حج ہے اور بیج ڈالنا زکواۃ ہے۔ زکواۃ ادا نہ کرے تو نماز، روزہ حج سب بیکار رہے۔

۸۔ دو کام کرنے ہوں ایک دین کا ایک دنیا کا۔ تو پہلے دین کا کام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دنیا کا کام بھی پورا کر دیں گے۔

۹۔ دعا کے دو پر ہیں۔ اکل حلال، صدق مقال، جو حلال کمائے کھائے اور سچ بولے اس کی دعا ضرور قبول

ہوتی ہے۔

۱۰۔ جو شخص تم سے مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے اس وجہ سے کہ ایک پیسہ تم سے مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تم کو سات سو تک دیتا ہے۔

۱۱۔ فقط لا الـــہ الا اللہ پڑھ لیا تو موحد بن گیا۔ مومن نہیں بنا، مومن کب بنے گا؟ جب لا الـــہ الا اللہ محمدر سول اللہ پڑھے۔ ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت، ایمان کی نعمت ہے۔

۱۲۔ سرکار دو عالم ﷺ کا نام مبارک زبان پر آجانے سے تمام عمر کا فکر و شرک اور تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

۱۳۔ آج کل عام بات مشہور ہے کہ حضور ﷺ کی ذات کو حد سے نہ بڑھاؤ؟ حد سے وہی بڑھا سکتا ہے جس کو حد معلوم ہو، جس کو حد معلوم ہی نہ ہو وہ کیا بڑھائے گا۔ آپ ﷺ کی حد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں اس قدر حد تو ہم کو معلوم ہے۔

محمد مصطفیٰ اے کیف ممدوح الٰہی ہیں بشر کیا کوئی بھی ان کا ثنا خواں ہو نہیں سکتا

محمد سر قدرت ہیں کوئی رمز انکی کیا جانے شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

۱۴۔ انبیاء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی اور نہ چھوتی ہے۔ انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ سرور انبیاء کی نسبت قیاس کرد کیا درجہ ہوگا۔

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

۱۶۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

۱۷۔ حضور اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بے شک زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہیں۔ اپنی امت کی اطاعت و نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ و نافرمانی سے غمگین۔

۱۸۔ جسم برتنے کے لئے دیا گیا ہے نہ کہ پالنے اور موٹا کرنے کیلئے۔

جاگنا ہے جاگ کے افلاک کے سایہ تلے حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

۱۹۔ سر خاک پہ رکھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے

کیا حق ہے ہمیں زمیں پر پاؤں رکھنے کا جب رکھا نہیں سر سجدہ میں کبھی

۲۰۔ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں نہ رہو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

۲۱۔ سب لوگوں کی قبروں میں اندھیرا ہوگا لیکن تہجد پڑھنے والے کی قبر میں روشنی ہوگی آیت الکرسی ہر نماز کے بعد اور سورۃ تبارک الذی ہر رات کی وجہ سے قبر میں عذاب ہرگز نہ ہوگا۔

۲۲۔ نماز میں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس طرح آپ ﷺ کی آل پر بھی درود شریف پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

۲۳۔ بیش از قسمت و پیش از وقت کچھ نہیں ملتا۔

۲۴۔ دِل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ پریشانیوں کے لئے۔

۲۵۔ قیامت اس وقت آئے گی جب اللہ کا کوئی بندہ اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔

۲۶۔ بزرگوں کا ادب کرو اگر وہ ناراض ہو جائیں پھر کہیں بھلائی کی اُمید نہیں۔

۲۷۔ جس میں غیرت نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں۔

۲۸۔ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین میل کے فاصلے پر بھی کوئی دعوت دے اور پکی ہوئی معمولی چیز ہو تب بھی اُس کی دعوت میں جانا چاہئے۔

۲۹۔ مدینہ شریف کی حاضری میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے کم از کم صورت مسلمان کی بنانی چاہئے۔

۳۰۔ راہ خدا میں جو کچھ دینا ہو وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے دینا چاہئے مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی دے گی نہ بچے۔ بلکہ ہماری قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے آنا مشکل ہوگا۔

۳۱۔ اگر دس ذاکر ہوں اور ایک غافل ہو تو ذاکر غافل کو بھی نورانی کر دیں گے اللہ کا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں رہنے سے اطمینان ملے گا۔

۳۲۔ کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ حال یہ ہے کہ روح نہیں مرتا جب روح نہیں مرتا تو اُسے ثواب کیوں نہیں پہنچتا۔ (۱۳۴) اقبالؒ کہتے ہیں۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں   حقیقت میں وہ ہم سے جدا ہوتے نہیں

مرنے والوں کی جبیں چمکتی ہے کبر ظلمات میں   جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں (۱۳۵)

مکتوبات شریف: حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی طویل عمر مبارک میں ہزاروں چھوڑ لاکھوں مکتوبات سپرد قلم کیے تھے۔ ابتداء میں بیشتر خط قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے تھے۔ کام زیادہ ہوتا تو کسی یار کو حکم دیتے اور وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے املا کے مطابق لکھ دیا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ بعد کو سنانے کا حکم دیتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔ عمر مبارک کے آخر میں عموماً دوسروں سے خطوط لکھوائے ہیں۔ اور کمتر خود تحریر فرمائے ہیں۔ یاران طریقت کے پاس حضور کے نامہ ہائے مبارک بطور تبرک بکثرت اب بھی محفوظ ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطوط میں علاوہ خیر خیریت کے اور بہت سی کام کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ سفر کے حالات، عام مفید معلومات، علمی مسائل، امر بالمعروف نہی عن المنکر، دینی، اخلاقی اور تصوف کی باتیں۔ غرض آپ کے خطوط علم وحکمت اور دلچسپی وافادیت کا نادر ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو شائع کر دیا جائے تو یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین سب کے لئے یکساں فیض اور برکت کا سامان فراہم کریں گے۔ روزمرہ گفتگو اور خطبات ومواعظ میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اسلوب یہی تھا اور مکتوبات میں بھی بہ کثرت اشعار تحریر فرماتے تھے۔ (۱۳۶)

اخلاف کرام: حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ تینوں صاحب زادگان گرامی شان کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔ (۱۳۷)

سراج الملت حضرت الحاج مولوی سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین اوّل: آپ حضور رحمتہ اللہ علیہ کے خلف اکبر تھے۔ تذکرہ اولیاء علی پور سیداں کے آپ کی تاریخ پیدائش ۷ شوال ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۸۷۸ء کو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں عالم اسلام کے مشہور ومعروف روحانی مرکز علی پور سیداں ضلع نارووال میں صبح صادق کی ساعتِ سعید میں ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ حضرت امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے چاند سے بڑھ کر حسین چہرے کو دیکھا تو جامے پھولے نہ سمائے اور بے اختیار ہو کر گود میں اُٹھا لیا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور دُعا خیر کی۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور مڈل پاس کرنے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد نقشبندی امرتسری رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۳۰ء کے پاس امرتسر میں تحصیل علم حاصل کیا، درس نظامی کی تمام اعلیٰ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی سے حاصل کی۔ حصول علم کے بعد آپ

واپس علی پور سیداں شریف آئے۔ بیس برس کی عمر میں آپ کی شادی آپ کے تایا پیر سید نجابت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے انجام پائی۔ اور آپ کو مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے علاوہ طلباء کو علوم وفنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ عربی فارسی پر آپ کو مہارت تامہ اور شہرتِ عامہ حاصل تھی۔ شروع میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہیؒ (ف ۱۳۱۵ء) کے دست اقدس پر بیعت حاصل کی تھی اور اجازت وخلافت سے بھی سرفراز کئے گئے تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد اپنے والد امیر ملت قدس سرہ سے بیعت ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ عالم، فاضل، پیر، ادیب اور حکیم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ جتنے جلیل القدر عالم تھے اتنے ہی پابندی شریعت اور اتباع سنت کے عامل تھے۔ عشق رسول ﷺ تو رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ آپؒ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی زیر قیادت تمام دینی، ملی مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ (۱۳۸)

وصال مبارک: آپ کی وفات حسرت آیات ۶ جمادی الاوّل ۱۳۸۱ھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام بعمر شریف تراسی سال ۶ ماہ ۱۲ یوم ہوئی نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۶۶ء) نے پڑھائی اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے پہلو مبارک میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں دو صاحبزادے جو ہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۰ء)، حضرت پیر سید انور حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۲ء) اور ایک صاحبزادی سردار فاطمہ چھوڑی۔ (۱۳۹)

خادم الملت حضرت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ: آپ منجھلے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں علی پور سیداں میں ہوئی۔ آپ بچپن ہی سے ذہین، متقی اور پرہیزگار تھے۔ اتباع شریعت مطہرہ کا آپ کو ابتدا سے خاص اہتمام مدِ نظر رہتا تھا۔ حضرت قاری شہاب الدین علی پوری رحمتہ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو کی ابتدائی تعلیم علی پور سیداں ہی میں حاصل کرنے کے بعد تشنگی علم کشاں کشاں لاہور لے گئی۔ یہاں آپ نے مسجد چنولیاں اندرونِ لوہاری گیٹ کے ایک حجرے میں قیام کیا اور علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ ازاں بعد اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہوکر مولوی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ کانپور میں آپ نے مدرسہ جامع العلوم میں باقاعدہ درسِ نظامیہ کی تکمیل کی۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور

دیگر معقولی علوم حاصل کیئے اور دورہ حدیث کی سند حاصل کی اس زمانے میں گھر سے دور رہ کر آپ کو مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن حصول علم کے شوق وذوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر واپس آ ئے ۔(۱۴۰)

شادی اور اولاد: آپ کی پہلی شادی اپنی پھوپھی صاحبہ کی لڑکی سے ہوئی جن سے ایک لڑکا حامد حسین پیدا ہوا۔ مگر آٹھ سال کا ہو کر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ چند سال بعد زوجہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی دوسری شادی آپ کے تایا پیر سید نجابت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی جن سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام نامی حضرت حافظ سید نذر حسین شاہ ہے۔

کتب خانہ: آپ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے تبلیغی، دینی، ملی اور فلاحی کاموں میں پوری مستعدی سے حصہ لیتے تھے۔ آپ کو تین دفعہ فریضہ حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔(۱۴۱)

وفات: اکتوبر ۱۹۵۱ء کچھا کھوہ ضلع ملتان کے قریب ایک پیر بھائی صوبیدار غازی خان کی اہلیہ کے چہلم پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے اور ریل گاڑی سے اُترتے وقت گر کر زخمی ہو گئے خانیوال ہسپتال پہنچایا گیا لیکن زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ڈاکٹر بھی کچھ نہ کر سکے اور وہیں آپ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء/ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ بروز پیر جام شہادت نوش فرمایا۔ میت شریف علی پور سیداں لائی گئی تو کہرام برپا ہو گیا۔ چنانچہ تابوت مبارک کو روضہ امیر ملت پر لایا گیا حضرت سراج الملت قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت امیر ملت کے روضہ شریف میں مرقد منور کے بائیں طرف مشرق میں آخری آرام گاہ بنی۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے بڑے صاحبزادے سید حامد حسین آٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ دوسرے صاحبزادے سید نظر حسین شاہ جو کہ عالم فاضل متقی اور پرہیزگار ہیں۔(۱۴۲)

حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ثانی: آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں ہوئی تاریخی نام اعظم شاہ ہے جس سے ۱۳۱۷ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ آپ حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ شکل و

صورت میں حضرت قبلہ عالم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ جوانی میں حسین وجمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت خوش پوش، سیاہ شیروانی اور سفید بلند عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان و شوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں اور دِل آپ کی جانب کھنچ جاتے۔ حضرت امیر ملت آپ کو لاڈلا پیر کہہ کر پکارا کر تے تھے۔ آپ نے حافظ عبدالرحمٰن (ف ۱۹۲۳ء) سے قرآن پاک حفظ کیا۔ پرائمری سکول علی پور سیداں سے پرائمری کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کے بعد مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں سے درس نظامی کی تکمیل کر کے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ پھر والد گرامی حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت کی اور خلعتِ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کی شادی ۱۱ مئی ۱۹۱۶ء کو ہوئی۔ آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ساتھ تمام دینی، ملی، سیاسی اور رفاہی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ اپنے برادرِ اکبر حضرت سراج الملت پیر سید حافظ محمد حسین (ف ۱۹۶۱ء) کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور سجادگی کی ذمہ داریاں تازیست بحسن وخوبی سر انجام دیں۔ عشق رسول ﷺ تو آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔

وفات: آپ کی وفات حسرت آیات ۱۱ مئی ۱۹۷۸ء/۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ بروز جمعرات بوقت عصر ہوئی۔ ۱۲ مئی کو صبح ۸ بجے حضرت پیر غلام نقشبندی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۸۵ء) نے نمازہ جنازہ پڑھائی اور والد گرامی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ (۱۴۳)

آپ کے چند اقوال درج ذیل ہیں جو قارئین کے لئے حضرِ راہ ہیں۔

۱۔ عشق رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور دولت نہیں۔

۲۔ مہمانوں کی خدمت کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔

۳۔ صفائی، ایمان کی علامت ہے۔

۴۔ دُنیاوی مال ودولت سے پیار آخرت کی تباہی ہے۔

۵۔ اللہ کے راستے پر خرچ کرنا جنت خریدنا ہے۔

۶۔ درود شریف سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔

۷۔ سلسلہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور سرتاج ہے۔

۸۔ تصورِ شیخ گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ اور ذریعہ ہے۔ (۱۴۴)

سجادہ نشینانِ علی پور سیداں شریف: حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہٗ نے ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو انتقال فرمایا تو اکتوبر ۱۹۵۱ء میں اُن کے چہلم شریف پر پہلے سجادہ نشین کا انتخاب ہوا۔ اس وقت چوتھے سجادہ نشین مسندِ رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہیں۔ ترتیب سجادہ نشینی درج ذیل ہے۔

۱۔ سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۱ء ۔ ۱۹۶۱ء

۲۔ شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۱ء ۔ ۱۹۷۸ء

۳۔ جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۸ ۔ ۱۹۸۰ء

۴۔ فخر ملت پیر سید افضل حسین شاہ مدظلہ ۱۹۸۰ ۔ تاحال (۱۴۵)

امیر ملت کے خلفاء کثیر تھے مندرجہ ذیل کا تذکرہ عام طور پر کتابوں میں ملتا ہے۔

خلفائے عظام کے اسمائے گرامی:

۱۔ حضرت سراج الملت الحاج حافظ مولانا سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول

۲۔ حضرت خادم الملت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرزند دوم

۳۔ حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ثانی

۴۔ حضرت الحاج مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ۔ بی۔ اے۔

۵۔ حضرت الحاج حافظ ظفر علی صاحب پسروری

۶۔ حضرت الحاج مولانا محبوب احمد صاحب المقلب بہ خیر شاہ۔ امرتسری

۷۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری

۸۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر امرتسری

۹۔ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری

۱۰۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب الہ آبادی

۱۱۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب یاغستانی

۱۲۔ حضرت مولانا میر محمد حسین صاحب میسوری

۱۳۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب کابلی

۱۴۔ حضرت مولانا حافظ سید عبداللہ صاحب بنگلوری

۱۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب المخاطب بہ نواب محاسب جنگ

۱۶۔ حضرت مولانا سید میر یحیٰ صاحب بنگلوری

۱۷۔ حضرت سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری

۱۸۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری

۱۹۔ حضرت پیر حیات محمد صاحب سیالکوٹی

۲۰۔ حضرت کریم بخش صاحب قصوری۔ بی۔اے۔

۲۱۔ حضرت محمد ایوب صاحب مردانی۔

۲۲۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری

۲۳۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی

۲۴۔ حضرت ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب کنجاہی

۲۵۔ حضرت مولانا قطب الدین صاحب جھنگی

۲۶۔ حضرت ماسٹر کرم الٰہی صاحب سیالکوٹی۔ بی اے۔ایل۔ایل۔بی۔

۲۷۔ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی

۲۸۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصوری (جھجر)

۲۹۔ حضرت الحاج نصیب خان صاحب (رہتکی)

۳۰۔ حضرت مولانا عابد حسین صاحب فریدی ایم۔ایل۔ایل۔بی۔ پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ

۳۱۔ حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری۔ پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ

۳۲۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی

۳۳۔ حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب بنگلوری۔ بی۔ اے۔ ریٹائرڈ۔ ڈی۔ ایس۔ پی۔ مہاجر مدنی۔

۳۴۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب کشمیری

۳۵۔ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاوری

۳۶۔ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری

۳۷۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی

۳۸۔ حضرت سید عبد القاضی صاحب ہزاروی

۳۹۔ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی

۴۰۔ حضرت محمد اکبر خان صاحب ہزاروی

۴۱۔ حضرت محبوب عالم صاحب بجنوری (بھارت)

۴۲۔ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصوری

۴۳۔ حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب ملتانی

۴۴۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی

۴۵۔ حضرت صوفی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ بی۔ اے۔

۴۶۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب خطیب کھاریاں چھاؤنی۔ میر پوری۔

۴۷۔ حضرت مولانا شاہ امین اللہ صاحب آلہ آبادی

۴۸۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری۔

۴۹۔ حضرت مولانا محمد مقصود صاحب بنگالی۔

۵۰۔ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری (درین)

۵۱۔ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری (درین)

۵۲۔ حضرت پیر عبد الرحمٰن صاحب ہزاروی

۵۳۔ حضرت بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی (کراچی)

۵۴۔ حضرت الحاج سرور خان صاحب کوہاٹی۔

۵۵۔ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی

۵۶۔ حضرت مولوی محمد شریف صاحب سیالکوٹی (کوٹلی لوہاروں)

۵۷۔ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری

۵۸۔ حضرت حافظ عبدالحمید صاحب (روپو چک ضلع سیالکوٹ)

۵۹۔ حضرت صوفی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان)

۶۰۔ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدر آبادی۔

۶۱۔ حضرت مولانا محمد واصل صاحب جھنگوی۔

۶۲۔ حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی۔

۶۳۔ حضرت بابا فیروز الدین صاحب۔

۶۴۔ حضرت الحاج منشی احمد الدین صاحب گجرات۔(۱۴۶)

علی پور سیداں تک پہنچ کے راستے اور جغرافیائی اہمیت: علی پور سیداں، سیالکوٹ سے جنوب مشرق میں ۴۸ کلومیٹر نارووال سے بطرف سیالکوٹ ۱۴ کلومیٹر لاہور سے شمال مشرق میں ۱۰۱ کلومیٹر دور وزیر آباد، نارووال ریلوے لائن واقع ہے۔علی پور سیداں کا ریلوے اسٹیشن آبادی سے تین کلومیٹر اور نارووال سیالکوٹ روڈ سے تین/چار کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنی موجودگی کا احساس دلاتا ہے کہ علی پور سیداں کی مقدس سرزمین سادات کرام کی ملکیت ہے اور اُس کی آبادی تقریباً پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔(۱۴۷)

امیر ملتؒ تاریخ کے آئینے میں

۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء سے ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

۱۔	ولادت باسعادت	۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء
۲۔	حفظ قرآن مجید	۱۲۶۴ھ/۱۸۵۰ء
۳۔	فراغت از جملہ علوم اسلامیہ	۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء
۴۔	ولادت خلفِ اکبر سراج الملت سید محمد حسین شاہؒ	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۵۔	ولادت خلف دوم سید خادم حسین شاہؒ	۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء
۶۔	تاسیس انجمن نعمانیہ العلماء لاہور	جمادی الاول ۱۳۰۴ھ/ جنوری ۱۸۸۷ء
۷۔	حضرت بابا جی فقیر محمد فاروقی چوراہی نقشبندی کے دست اقدس پر بیعت ☆	رجب ۱۳۰۷ھ/ مارچ ۱۸۹۰ء
۸۔	پہلا حج	ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ/ جون ۱۸۹۳ء
۹۔	تاسیس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف	۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء
۱۰۔	ولادت خلف سوم شمس الملت سید نور حسین شاہؒ	۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء
۱۱۔	انجمن نعمانیہ العلماء کا امرتسر میں تعارفی دورہ	۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء
۱۲۔	تاسیس انجمن خدام الصوفیہ ہند	ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ/ مارچ ۱۹۰۱ء
۱۳۔	وفات والد ماجد (حضرت سید کریم شاہؒ)	صفر ۱۳۲۰ھ/ مئی ۱۹۰۲ء
۱۴۔	ماہنامہ انوار الصوفیہ کا لاہور سے اجراء	ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ/ اکتوبر ۱۹۰۴ء
۱۵۔	فتنہ مرزائیت پر پہلی کاری ضرب	شعبان ۱۳۲۲ھ/ اکتوبر ۱۹۰۴ء
۱۶۔	ریاست میسور کا پہلا تبلیغی دورہ	۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء
۱۷۔	دوسرا حج و اجازت حدیث، دلائل الخیرات از شاہ عبدالحق الہ آبادیؒ	۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء
۱۸۔	مسلم لیگ کی طرف پہلی توجہ مبارک	۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء
۱۹۔	مرزائیت کی سرکوبی و مرزا کی ہلاکت کی پیشگوئی	ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ/ مئی ۱۹۰۸ء

☆ اس سے قبل والد گرامی سے سلسلہ قادریہ میں اجازت و خلافت تھی۔

۲۰۔	اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی ہڑتال ختم کرانا	جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ/ جولائی ۱۹۱۰ء
۲۱۔	حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ	۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
۲۲۔	تیسرا حج	۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
۲۳۔	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے تین لاکھ روپیہ کا عطیہ	۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء
۲۴۔	لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلسہ کی تاسیس	۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء
۲۵۔	تحریک مسجد مچھلی بازار کانپور میں قائدانہ کردار	۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء
۲۶۔	مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا دور تعمیر و ترقی	۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
۲۷۔	تعمیر مسجد نور علی پور سیداں	۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
۲۸۔	تحریک ترک موالات کی مخالفت	۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
۲۹۔	علی پور سیداں ریلوے سٹیشن کی بنیاد	ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء
۳۰۔	حافظ پیلی بھیتیؒ کی نعت سن کر بحالت بخار حج کو روانگی	۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
۳۱۔	تعمیر شیش محل علی پور سیداں	۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
۳۲۔	مہاراجہ کرشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن کی گوش مالی	صفر ۱۳۳۵ھ/ دسمبر ۱۹۱۶ء
۳۳۔	حادثہ جلیانوالہ باغ امرتسر کے سلسلہ میں محضر نامے پر دستخط کرنے سے انکار	۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء
۳۴۔	تحریک خلافت میں قائدانہ کردار	۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
۳۵۔	لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس میں تاریخی خطبہ صدارت	رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۶۔	قائد تحریک خلافت مولانا شوکت علی خاں کی طرف سے سنوسئ ہند کا لقب	رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۷۔	مولانا ظفر علی خاں کا بھر پور ہدیۂ عقیدت	رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۸۔	جھنگ کے مشہور ڈاکو میاں رجب علی کا تائب ہونا	۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
۳۹۔	سفیر کابل متعینہ انڈیا کی دہلی میں سرزنش	شعبان ۱۳۴۲ھ/ مارچ ۱۹۲۳ء
۴۰۔	شدھی تحریک میں سرفروشانہ کردار	۱۳۴۱ـ۴۲ھ/ ۱۹۲۳ـ۲۴ء

۴۱۔	کشمیر میں آریہ سماجیوں کے فتنہ کی سرکوبی	شوال ۱۳۴۲ھ/ مئی ۱۹۲۴ء
۴۲۔	مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندونوازی پر ڈانٹ ڈپٹ	۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء
۴۳۔	بریلی شریف میں تشریف آوری وشاندار استقبال	ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ/ نومبر ۱۹۲۴ء
۴۴۔	فتنہ ارتداد کا قلع قمع	ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ/ نومبر ۱۹۲۴ء
۴۵۔	تعمیر مسجد و باغ اسٹیشن علی پور سیداں برائے مہمانانِ گرامی	۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء
۴۶۔	آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کا انعقاد وصدارت	شعبان ۱۳۴۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء
۴۷۔	جمعیت خدام الحرمین کے اجلاس لاہور میں خصوصی شرکت	جمادی الاوّل ۱۳۴۸ھ/ اکتوبر ۱۹۲۹ء
۴۸۔	مدینہ شریف میں مولانا ضیاء الدینؒ کے ہاں پہلا قیام	۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء
۴۹۔	شاردا ایکٹ کی خلاف ورزی وسرکوبی	۴۹۔۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء
۵۰۔	کشمیر ایجی ٹیشن میں مجاہدانہ کردار	۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء
۵۱۔	سابق امیر کابل امان اللہ خاں کی بر موقعہ حج آپ کی خدمت میں حاضری وتوبہ	۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء
۵۲۔	ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء
۵۳۔	مجلس اتحادِ ملت کی سرپرستی	۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء
۵۴۔	تحریک مجلس شہید گنج کی قیادت	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء
۵۵۔	علامہ اقبال کا خراج عقیدت	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء
۵۶۔	شہید گنج کانفرنس راولپنڈی کی صدارت	جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ/ ستمبر ۱۹۳۵ء
۵۷۔	امیر ملت کا اعزاز وخطاب	جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ/ ستمبر ۱۹۳۵ء
۵۸۔	آل انڈیا سنی کانفرنس بدایوں کی صدارت	رجب ۱۳۵۴ھ/ اکتوبر ۱۹۳۵ء
۵۹۔	وائسرائے ہند کو ڈانٹ ڈپٹ	شوال ۱۳۵۴ھ/ دسمبر ۱۹۳۵ء
۶۰۔	میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد دکن کو مجلس عام میں شہزادیوں کے بے پردہ لانے پر تنبیہ و نظام کی توبہ	ربیع الاوّل ۱۳۵۶ھ/ جون ۱۹۳۷ء

۶۱۔	مہاراجہ میسور سرسری کرشنا راو چندر کی دعوت قبول کرنے سے انکار	۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء
۶۲۔	علامہ اقبال سے آخری ملاقات	۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء
۶۳۔	قائداعظمؒ کی اپیل پر مسلم لیگ کی حمایت میں یوم نجات منایا	شعبان ۱۳۵۸ھ/ جون ۱۹۳۹ء
۶۴۔	قرارداد پاکستان کے موقعہ پر قائداعظمؒ کو تہنیتی تار	صفر ۱۳۵۹ھ/ مارچ ۱۹۴۰ء
۶۵۔	نادرشاہ کی دعوت پر دورۂ کابل	شعبان ۱۳۵۹ھ/ ستمبر ۱۹۴۰ء
۶۶۔	مدینہ فنڈ کا قیام و سرپرستی	۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء
۶۷۔	قائداعظمؒ کو ولی اللہ کا لقب و خطاب عطا فرمایا	رجب ۱۳۶۲ھ/ جولائی ۱۹۴۳ء
۶۸۔	قائداعظمؒ پر خاکساروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کے بعد مزاج پرسی و دُعائے کامیابی	رجب ۱۳۶۲ھ/ جولائی ۱۹۴۳ء
۶۹۔	میجر مبارک علی شاہ آف شاہ جیونہ (جھنگ) کی میسور میں شاندار دعوت	۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء
۷۰۔	مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے اجلاس کی لاہور میں صدارت و اہم صدارتی خطاب	صفر ۱۳۶۵ھ/ جنوری ۱۹۴۶ء
۷۱۔	آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت و مسلم لیگ کی حمایت میں تاریخی اعلان	جمادی الاوّل ۱۳۶۵ھ/ اپریل ۱۹۴۶ء
۷۲۔	قائداعظمؒ کو عطاء کردہ لقب ولی اللہ کا اعلان عام	جمادی الاوّل ۱۳۶۵ھ/ اپریل ۱۹۴۶ء
۷۳۔	تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر طوفانی دورے	۱۳۶۵۔۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء
۷۴۔	قیام پاکستان پر قائداعظمؒ کی طرف سے شکریہ کا خط	۱۳۶۶ھ/ اگست ۱۹۴۷ء
۷۵۔	مہاجرین کی بھرپور امداد	۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء
۷۶۔	مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی دربار شریف میں پہلی حاضری	۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء
۷۷۔	آخری حج مبارک (۵۵واں حج)	ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ/ ستمبر ۱۹۴۹ء
۷۸۔	آخری حج کے موقع پر پیر سید غلام محی الدین کی شاندار دعوت	ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ/ ستمبر ۱۹۴۹ء
۷۹۔	مدینہ منورہ میں مولانا ضیاءالدینؒ کے ہاں آخری قیام	۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء

۸۰۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی دوسری اور آخری حاضری	۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء
۸۱۔ لائل پور (فیصل آباد) میں غیر مقلدین کی سرکوبی	۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء
۸۲۔ وصال مبارک وتدفین در علی پور سیداں ضلع نارووال	ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء
۸۳۔ چہلم شریف پر ملک بھر کے نامور علماء ومشائخ کا اجتماع	۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء (۱۴۸)

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان''، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۹۷۰ء ص ۱۱۴

۲۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں''، قصور، مرکزی مجلس امیر ملت، ۱۹۹۸ء، ص ۲۶

۳۔ القرآن: ۵۲:۲۱

۴۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت''، کراچی، اے اے اینڈ ایس پرنٹر، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱

۵۔ القرآن، ۲۴:۱۴

۶۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت''، محولہ بالا، ص۔ ۴۱

۷۔ القرآن، ۵۷:۲۱

۸۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت''، محولہ بالا، ص ۴۲

۹۔ ایضاً، ص ۴۳

۱۰۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں''، محولہ بالا، ص۔ ۲۶

۱۱۔ ایضاً، ص۔ ۱۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶۔ ۲۷۔

۱۳۔ ایضاً، ص۔ ۲۸

۱۴۔ محمد صادق قصوری، ''تعارف امیر ملت''، قصور، گوہر حیدری، ۱۹۹۴ء، ص ۲۔

۱۵۔ ایضاً، ص۔ ۶

۱۶۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں''، محولہ بالا۔ ص۔ ۲۸

۱۷۔ ایضاً۔ ص، ۲۹۔ ۳۰

۱۸۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۱۳۴۔ ۱۳۵۔

۱۹۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص، ۳۰۔ ۳۱

۲۰۔ اس اللہ خان گالب، ''دیوان غالب'' لاہور،، ندیم یونس پرنٹر، ص۔ ۱۲۹

۲۱۔ محمد طاہر فاروقی، ''سیرت اقبال'' لاہور، مظفر پرنٹر، ۱۹۶۶ء، ص ۱۰۸۔

۲۲۔ اقبال، ''ضرب کلیم''، لاہور، غلامی علی پبلشرز، ۱۹۷۳ء، ص۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰

۲۳۔ اقبال، ''بال جبریل''، لاہور، گلام پبلشرز، ۱۹۷۳ء ص۔ ۱۵

۲۴۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں''، محولہ بالا ص ۳۲۔ ۳۳۔

۲۵۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۷۵۔ ۹۰۔

۲۶۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں''، محولہ بالا، ص۔ ۳۴۔ ۳۵۔

۲۷۔ محمد نور بخش توکلی، ''مشائخ نقشبند'' لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۷۰ء، ص ۵۸۲

۲۸۔ محمد صادق قصوری، ''جہانِ امیر ملت''، قصور، گوہر حیدری، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۔

۲۹۔ علامہ اقبال، ''ضرب کلیم'' محولہ بالا ص ۱۴۶۔

۳۰۔ مولانا عنائت اللہ چشتی ''مشاہدات قادیان'' ملتان ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۶

(i) مولانا محمد عالم آسی امرتسری، ''الکاویہ علیٰ الغاویہ'' ۱۹۳۴ء ص۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰، ج۔ دوم

(ii) مولوی نجم الغنی رامپوری، ''مذاہب الاسلام''، ۱۹۷۸ء۔ ص۔ ۶۵۸

۳۱۔ پروفیسر الیاس برنی، ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' مطبوعہ لاہور، ص ۹۱

(i) شیخ محمد ابو زہرہ مصری (مترجم پروفیسر غلام احمد حریری) ''اسلامی مذاہب''، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۳۷۵۔ ۳۸۸

(ii) ماہنامہ ''انوار الصوفیہ''، قصور، ۱۹۶۱ء، ص ۳۳

(iii) ماہنامہ، ''ضیائے حرم'' لاہور (ختم نبوت نمبر) ۱۹۷۴ء، ص۔ ۴۵

۳۲۔ شورش کاشمیری، ''تحریک ختم نبوت'' مطبوعہ ۱۹۷۶ء، ص ۲۳۔ ۲۴

(i) مولانا فیض احمد فیض، ''مہر منیر''، ص ۴۰۶

(ii) ایضاً، ''برکات علی پور''، ص ۱۵۸، ۱۵۹۔

(iii) ایضاً ''صوفیہ نقشبند'' ص ۳۵۶

۳۳۔ مولانا محمد عالم آسی، ''الکادیہ علی الغاویہ'' مطبوعہ امرتسر، ۱۹۳۱ء ص۔۳، ج۔اوّل

۳۴۔ مولوی اللہ وسایا دیوبندی، ''ایمان پرور یادیں'' مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء، ص ۳۶

۳۵۔ محمد صادق قصوری، ''جہان امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔۱۶

۳۶۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۲۴۴، ۲۴۵۔

۳۷۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص ۳۵۔۳۶۔

۳۸۔ ایضاً، ص۔۳۶

۳۹۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔۲۴۹، ۲۵۰۔

۴۰۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص ۳۶

۴۱۔ ایضاً، ص ۳۶۔۳۷

۴۲۔ ایضاً، ص ۳۸

۴۳۔ ایضاً، ص ۳۹۔۴۰

۴۴۔ ایضاً، ص ۴۰۔۴۱

۴۵۔ ایضاً، ص ۴۲۔۴۳

۴۶۔ ایضاً، ص ۴۳۔۴۴

۴۷۔ ایضاً، ص ۴۴۔۴۵

۴۸۔ ایضاً، ص ۴۵۔۴۶

۴۹۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔۱۵۴۔

۵۰۔ ایضاً، ص ۱۵۴۔۱۵۷

۵۱۔ ایضاً، ص ۱۵۹۔۱۶۰

۵۲۔ ایضاً، ص ۱۶۱۔۱۶۲

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۶۳۔۱۶۴

۵۴۔ القرآن، ۲۲:۵۸

۵۵۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۱۶۳، ۱۶۴۔

۵۶۔ ایضاً، ص ۱۶۸۔۱۶۹

۵۷۔ ایضاً، ص ۱۷۰

۵۸۔ ایضاً، ص ۱۷۴۔۱۷۷

۵۹۔ ایضاً، ص ۱۷۷۔۱۸۰

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۹۱۔۱۹۲

۶۱۔ ایضاً، ص ۳۵۰

۶۲۔ ایضاً، ص ۳۶۱۔۳۶۸

۶۳۔ ایضاً، ص ۳۶۸

۶۴۔ ایضاً، ص ۳۶۸۔۳۷۵

۶۵۔ ایضاً، ص ۲۳۸۔۲۳۹

۶۶۔ ایضاً، ص ۲۳۹۔۲۴۱

۶۷۔ ایضاً، ص ۳۴۴۔۳۴۵

۶۸۔ ایضاً، ص ۱۸۰، ۱۸۱

۶۹۔ ایضاً، ص ۱۸۳۔۱۸۶

۷۰۔ محمد طاہر فاروقی، ''سیرت اقبال'' محولہ بالا، ص ۳۵۹۔

۷۱۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۱۸۶۔۱۸۸۔

۷۲۔ سلیمان بن الاشعث ابی داوٗد السجستانی ''ابوداوٗد''، کراچی، ایچ ایم سعید، ص ۲۴۱، ج۔ دوم

۷۳۔ اقبال، ''بال جبریل'' محولہ بالا ص۔ ۵۷

۷۴۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۲۴۲۔۲۴۳۔

۷۵۔ ایضاً،ص۲۴۴

۷۶۔ ایضاً،ص۲۵۷

۷۷۔ ایضاً،ص۲۶۵

۷۸۔ ایضاً،ص۲۹۴۔۲۹۵

۷۹۔ ایضاً،ص۲۹۶

۸۰۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''جامع ترمذی'' کراچی ایچ، ایم سعید، ص۱۴۵، ج۔دوم

۸۱۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا ص۲۹۷، ۲۹۸۔

۸۲۔ ایضاً،ص۳۴۸

۸۳۔ محمد صادق قصوری، ''تعارف امیر ملت'' محولہ بالا، ص۱۸

۸۴۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' کراچی محولہ بالا، ص۴۴۰، ۴۴۱۔

۸۵۔ ایضا،ص۴۴۱۔۴۴۲

۸۶۔ ایضاً،ص، ۴۴۳۔۴۴۴

۸۷۔ بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل، ''الصحیح البخاری'' کراچی قدیمی کتب خانہ، ۱۹۶۱ء، ص۔۲۴، ج اوّل

۸۸۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت''، محولہ بالا، ص۔۳۷۵۔۳۷۶۔

۸۹۔ ایضاً،ص۳۷۶۔۳۸۰

۹۰۔ ایضاً،ص۔۳۸۰۔۳۹۲

۹۱۔ ایضاً،ص۔۳۹۳

۹۲۔ ایضاً،ص۔۳۹۳۔۳۹۶

۹۳۔ ایضاً،ص۔۳۹۷

۹۴۔ ایضاً،ص۔۳۹۷۔۴۲۳

۹۵۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص۲۸

۹۶۔ ایضاً،ص ۴۸۔۴۹

۹۹۔ ایضاً،ص۔۵۰۔۵۱

۱۰۰۔ حکیم آفتاب احمد قریشی، ''کاروان شوق''،ص ۲۳۴

۱۰۱۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں،'' محولہ بالا،ص ۵۲

۱۰۲۔ القرآن، ۹۶:۱۹

۱۰۳۔ محمد صادق قصوری، تذکرۂ ''اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص ۵۳

۱۰۴۔ ایضاً،ص۔۵۳۔۵۵

۱۰۵۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۴۸۲۔۴۸۳

۱۰۶۔ ایضاً،ص ۲۰۰۔۲۰۴

۱۰۷۔ ایضاً،ص ۶۰۴۔۶۰۷

۱۰۸۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص۔ ۵۶

۱۰۹۔ محمد صادق قصوری، ''جہانِ امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۴۸

۱۱۰۔ القرآن، ۶:۳۳

۱۱۱۔ بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل، ''الصحیح البخاری'' کراچی، قدیم کتب خانہ، ۱۹۶۱ء، ص۔ ۷۔ ج۔ اول

۱۱۲۔ محمد صادق قصوری، ''جہانِ امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۷۶

۱۱۳۔ اقبال، ''ضرب کلیم'' محولہ بالا، ص۔ ۱۴۶

۱۱۴۔ محمد صادق قصوری، ''جہانِ امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۱۱۶

۱۱۵۔ اقبال، ''ارمغان حجاز''، لاہور، غلام علی پبلشرز، ۱۹۷۳ء ص۔ ۳۸

۱۱۶۔ محمد صادق قصوری، ''امیر ملت اور تحریک پاکستان''، لاہور، مرکزی مجلس جماعتیہ، ۱۹۹۴ء، ص ۴۔۵۔

۱۱۷۔ محمد صادق قصوری، ''تحریک پاکستان اور مشائخ عظام'' لاہور، ریاض برادرز، ۱۹۹۷ء، ص ۶۹۔۷۰۔

۱۱۸۔ ایضاً، ص ۷۱۔

۱۱۹۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان'' محولہ بالا، ص۔ ۳۶

۱۲۰۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔

۱۲۱۔ محمد صادق قصوری، ''امیر ملت اور تحریک پاکستان''، محولہ بالا، ص۔ ۸۔

۱۲۲۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص ۴۹۲۔

۱۲۳۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرہ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص۔ ۵۷۔

۱۲۴۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان'' محولہ بالا، ص۔ ۱۳۲۔

۱۲۵۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرہ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص ۵۷۔۵۸۔

۱۲۶۔ سید اختر حسین، ''سید امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۵۰۳۔۵۰۴۔

۱۲۷۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرہ اولیائے علی پور سیداں''، محولہ بالا، ص ۶۳۔

۱۲۸۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۵۰۶۔

۱۲۹۔ ایضاً، ص ۵۰۹۔

۱۳۰۔ ایضاً، ص ۵۰۹، ۵۱۰

۱۳۱۔ القرآن، ۶: ۱۶۳

۱۳۲۔ سید اختر حسین، ''سیر امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۵۱۰۔۵۲۱

۱۳۳۔ ایضاً، ص ۵۴۲

۱۳۴۔ محمد صادق قصوری، ''ملفوظات نقشبندیہ'' لاہور، زاویہ، ۱۹۹۸ء، ص۔ ۱۴۶۔۱۵۰

۱۳۵۔ اقبال، ''بانگ درا''، لاہور، غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵ء، ص۔ ۱۵۷

۱۳۶۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۵۵۷۔

۱۳۷۔ ایضاً، ص۔ ۶۷۰

۱۳۸۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا ص۔ ۶۷۔ ۷۱۔

۱۳۹۔ ایضاً، ص ۷۴۔ ۷۷۔

۱۴۰۔ ایضاً، ص۔ ۶۳۔ ۶۵

۱۴۱۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۴۹۱

۱۴۲۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص۔ ۶۵۔ ۶۷

۱۴۳۔ ایضاً، ص ۸۸۔ ۹۴

۱۴۴۔ ایضاً، ص ۹۴۔

۱۴۵۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔

۱۴۶۔ سید اختر حسین، ''سیرت امیر ملت'' محولہ بالا، ص۔ ۷۰۰۔ ۷۰۲

۱۴۷۔ محمد صادق قصوری، ''تذکرۂ اولیائے علی پور سیداں'' محولہ بالا، ص۔ ۱۲

۱۴۸۔ محمد صادق قصوری، ''امیر ملت اور تحریک پاکستان'' محولہ بالا، ص۔ ۱۴۔ ۱۹

باب: چہارم

الحاج پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ موہڑوی سرکار۔

تعارف: الحاج پیر نظیر احمد المعروف بہ سرکار موہڑوی کے والد حضرت پیر محمد قاسم المعروف باباجیؒ اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو آپ نے اپنے قلبی و عکسی انوار سے مستفیض فرما کر رشد و ہدایت کی راہ پر چلایا۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آپ کے خلفا و متوسلین موجود ہیں۔ ان کے غلاموں کا سلسلہ برصغیر سے پھیلتا ہوا ایران، عرب اور کشمیر کے راستہ سے تبت، چین اور روسی ترکستان تک جا پہنچا، آپ سلسلہء نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر چشم و چراغ ہیں اور چودہ (۱۴) واسطوں سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ خلوت و جلوت میں مجاہدہ و طریقہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ سلف کا اتباع کیا اور اسی پاک طریقہ پر اپنی پوری زندگی وقف کردی اور مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دی۔

خاندانی حالات: حضرت خواجہ محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب ایران کے مشہور کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ ایران فتح ہونے کے بعد ان کے آباؤ اجداد افغانستان کے راستے تبت میں پہنچے جو انہی کے مورث اعلیٰ تبت شاہ کے نام تبت مشہور ہوا اور کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد ان کی اولاد کشمیر آ گئی ان دونوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حکمرانی سے سرفراز رکھا پھر حالاتِ زمانہ کے تقاضے سے افغانستان میں چلے گئے۔ اور ان کے بزرگ اعلیٰ کابل شاہ کے نام پر شہر کابل مشہور ہوا کچھ مدت گذارنے کے بعد ان کے جدِ اعلیٰ کابل سے بسلسلہ تجارت کشمیر کے علاقے میں وارد ہوئے حضرت سلطان جیون خان کے ہاں حضرت پیر محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی تو مسنون طریقے سے خوشی منائی گئی مگر آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار کا سایہء عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ جو ایک عالمہ اور عارفہ خاتون تھیں اُنہوں نے بڑے صبر و تحمل سے اپنے لختِ جگر کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی چنانچہ گھریلو تعلیم کے ساتھ ساتھ مکتب میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ مقامی مکتب سے فارغ ہو کر پسوال میں چند برس زیرِ تعلیم رہ کر موضع ملوٹ ستیاں میں مولانا نعمت اللہ خان صاحب علی گڑھ والوں کی زیر تربیت مختلف دینی علوم حاصل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن رسا اور تعلیم کا انتہائی شوق عطا فرمایا تھا۔ اس لئے اٹھارہ سال کی عمر تک معروف دینی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ مولانا صاحب نے ان کی دستار بندی بھی کی اور

ایک کتاب ''شرح چغمینی'' بطور تحفہ عطا فرمائی۔

عالم شباب اور تحصیل علم: آپ کو بچپن سے ہی کشتی لڑنے کا شوق تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر اکھاڑوں میں پہنچ جاتے اور کشتی لڑتے آپ ہمیشہ حریف کو پچھاڑ دیتے۔ جب کشتی سے فارغ ہوئے تو ایک درویش نے کہا اے جوان اپنی قیمتی عمر کو ضایع مت کرو جاؤ اپنی تعلیم مکمل کرو تم سے بہت بڑا کام لیا جائے گا۔ چنانچہ والدہ محترمہ کی ہدایت پر اعلیٰ تعلیم کی غرض تعلیمی مرکز دہلی تشریف لے گئے۔ تقریباً تین سال کے بعد فارغ التحصیل ہوکر واپس تشریف لائے اور تبلیغ دین میں مشغول ہوگئے۔ چونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود یتیمی کی حالت میں تعلیم حاصل کی اور یتیموں کے لئے موضع جکیوٹ میں دینی مکتب کا اجرا فرمایا۔ گردونواح سے طلبہ علوم دین کی پیاس بجھانے کے لئے پروانہ وار حاضر ہونے لگے یتامیٰ کے لئے خصوصی رعایت رکھی گئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہایت محنت سے علوم دینیہ کی تدریس فرماتے تھے۔

قلبی تڑپ: آپ رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ درجہ کے عالم دین تھے شب و روز بچوں اور بڑوں کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے آپؒ اکثر گوشہء تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے سوچتے کہ یہ سارا علم تو ایک لباس ہے اس کے اندر کیا ہے۔ آپ رحمتہ علیہ اکثر اہلِ علم اور درویشوں سے ملاقاتیں بھی کرتے مگر تسلی نہ ہوئی۔

زہر دیئے جانے کا واقعہ: آپؒ کو آپ کے مخالفوں نے زہر بھی دیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زہر کا اثر نہ ہوا۔

تلاش مرشد: پرخار وادیاں اور دشوار گذار گھٹیاں طے کر کے دس روز بعد دربار عالیہ کہیاں شریف پہنچے حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے پہلی نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی شہباز طریقت ہے جو ہمارے زیر دام آنے کے بعد ایک عالم کو منور کریگا۔ (۱)

شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری، بیعت اور خلافت: آپ رحمتہ اللہ علیہ قبلہء عالم حضرت خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رات گذاری دوسرے دن بیعت اور خلافت دے کر رخصت کیا اپنے سر مبارک سے ٹوپی اُتار کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی اور فرمایا کہ جاؤ علاقہ مسیاڑی میں ڈیرہ رکھو اور مخلوقِ خدا کو خدا کی طرف بلاؤ اس واقع سے آپؒ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگیا۔ قلبی کیفیت بدل گئی اپنے مرشد کی محبت میں محو ہوگئے۔ قبلہ ٴعالم کی ایک ہی نظر تلطف سے فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچ گئے۔ صد کتاب وصد ورق در نار کن جان

ودل را جانب دلدار کن آخر دس روز سفر طے کر کے واپس مسیاڑی کے جنگل میں پہنچ کر اللہ کا ذکر شروع کر دیا اور درختوں کے پتے کھا لیتے اور ندی کا پانی پی کر گذارہ کرتے۔ چھ ماہ کے بعد لوگوں کو علم ہوا کہ اس جنگل میں اللہ کا کوئی بندہ مصروف عبادت ہے۔ پھر تو ایک تانتا بندھ گیا۔ ضروریات اور گنجائش کے مطابق موجودہ موہڑہ شریف کی ابتداء ہوئی اور کچھ سکونت کی جگہیں بننا شروع ہوئیں۔ برصغیر پاک وہند کے اطراف د جوانب سے خلق خدا دربار عالیہ میں حاضر ہوتی اور گوہر مراد سے اپنا دامن بھرتی، بیرون ملک، ایران، افغانستان اور عرب سے بھی لوگ حاضر ہوتے اور بامراد ہو کر جاتے ایک اندازے کے مطابق وابستگان دامن کی تعداد چودہ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ایسے لوگ بھی آتے جنہوں نے کبھی ایک نماز بھی نہیں پڑھی واپس جاتے تو تہجد گذار بن جاتے آپ کی عادت مبارک تھی غلط اور فاسد خیال والوں کے لئے ایسے انداز میں اصلاحی کلمات ارشاد فرماتے کہ ایسے لوگ دل ہی میں توبہ کر لیتے وہ کبھی کسی کا نام اظہار نہ فرماتے۔ چوبیس گھنٹے جبہ شریف پہنے رہتے آسکی وجہ یہ تھی کہ کل قیامت کے دن میری زندگی کا ایک ایک منٹ مخلوق خدا کو خدا سے ملانے کے حساب میں درج ہو جائے۔

آخری وصیت: دراصل آپؒ نے اپنی زندگی میں ہی تمام امور تعلیم وطریقت اپنے صاحبزادے وجانشین پیر نظر احمد کے سپرد کر دیئے تھے۔ آپؒ نے اپنے صاحب زداگان کو بلا کر حکم دیا کہ آئندہ کیلئے پر نظیر احمد سے ہر معاملہ میں مشورہ کرنا ان سے مخالفت نہ کرنا۔ وصال سے تھوڑی دیر پہلے حضرت پیر نظیر احمدؒ کو بلایا اور فرمایا آپکو پانچ احکام ضروری دیئے جاتے ہیں۔

ا۔ صاحب زادگان آپ سے مخالفت کریں۔ وہ کم سمجھ ہیں آپ اُن پر مہربانی کرنا۔

۲۔ اس جنگل میں میں نے ڈیرہ لگایا چودہ لاکھ کے قریب اشخاص نے یہاں سے ذکر الٰہی حاصل کیا اور با خدا بن گئے یہ سلسلہ قائم رکھنا۔

۳۔ غریب لوگوں کی روٹی بند نہ کرنا۔ ۴۔ غریب اور امیر کا امتیاز نہ کرنا۔

۵۔ جو میں نے امانت آپ کے سپرد کی ہے اس کی حفاظت رکھنا۔

وصال شریف: یہ سانحہ ارتحال مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۳ء بمطابق ۱۳ ذیقعد ۱۳۶۲ھ بروز ہفتہ بوقت دس بجے رات پیش آیا وصال شریف کے وقت آپؒ کا سن مبارک شمسی حساب سے تقریباً ۹۸ برس اور قمری حساب سے ۱۰۱ برس تھا۔

مزار اقدس موہڑہ شریف میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (۲)

ولادت باسعادت: حضرت غوث الامت باواجی خواجہ محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ۱۸۷۹ء میں ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ جو آگے چل کر غوث المعظم سرکار موہڑوی کے نام سے مشہور ہوئے۔ (پیر نظیر احمد کی اپنی تحریر نسبت رسولی میں تاریخ ولادت ۱۸۸۰ء درج ہے۔

اسم گرامی: آپؒ کا نام مبارک نظیر احمد رکھا گیا۔

لقب: آپؒ کا لقب ولی عہد ہوا۔

مقام ادب: حضرت خواجہ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت سے قبل ہی آپ کے والد محترم غوث الامت خواجہ محمد قاسمؒ کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اس گھر میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو آگے چل کر اسلام کا عظیم داعی اور معرفت وطریقت کا بہت بڑا راہنما ہوگا۔

تعلیم: حضرت پیر خواجہ نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد خواجہ محمد قاسم موہڑویؒ کے زیر سایہ مکمل فرمائی۔ لیکن جب انتہائی علوم کی تکمیل کا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی تعلیم کے لئے غیب سے سامان مہیا فرمادیئے۔ آپ کے اساتذہ کرام نہ صرف علماء تھے بلکہ اولیائے کاملین میں سے تھے۔ مولانا غلام کبریا بہاری، شمس العلماء مدارس عالیہ کلکتہ میں عربی ادب کے پروفیسر تھے۔ اعلیٰ درجے کے قاری، فن تجوید، ریاض اور علم ادب کے ماہر تھے۔ مولانا صاحب دل کی پیاس بجھانے مرشد کامل کی تلاش میں نکلے مگر پیاس نہ بجھی۔ آخر غیبی بشارت ہوئی کہ تمہارا گوہر مقصود دربار عالیہ نقشبندیہ نظیریہ رشیدیہ موہڑہ شریف میں ہے۔ آپ طویل سفر طے کر کے حضرت پیر محمد قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ نے حلقہ طریقت میں داخل کیا۔ آپؒ چھ سال تک صرف و نحو، ادب، ریاض اور تجوید کے فنون حاصل کئے۔ آپؒ کے دوسرے استاد مولانا عبدالرحمٰن مدنی تھے جن سے آپؒ نے فقہ حدیث تفسیر اور علوم اسرار حاصل کئے۔ مولانا عبدالرحمٰن مدنی صاحب ابتداء میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں دینیات کے پروفیسر تھے جنہوں نے بعد میں کئی سال مسجد نبویؐ میں درس دیا۔ خواجہ پیر نظیر احمدؒ موقوف علیہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو دعا کی یاالٰہی! کسی ایسے عالمِ دین کو ادھر متوجہ کر جو تیری بارگاہ میں مقبول ہوتا کہ میں اُس سے مزید علم حاصل کرسکوں۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مدنی صاحب کو رسولِ مقبول ﷺ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ موہڑہ شریف جاکر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرو۔ مولانا صاحب دربار شریف میں حاضر ہوکر غوث الامت قدس

سرہٗ سے اجازت وخلافت حاصل کی اور چھ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر خواجہ پیر نظیر احمد کو تمام علوم و معارف کی تعلیم دی۔قبلہ عالم نے خود نوشت میں آپ کے حالات لکھے ہیں۔(۳)

استاد صاحبان: آپؒ نے جن استاد صاحبان سے علمی استفادہ کیا اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

استاد صاحبان	تحصیل علوم
۱۔مولوی فضل داد خان صاحبؒ سکنہ سانج مری	اُردو، گلستان فارسی، حساب و کتابت
۲۔حافظ غلام محمد صاحبؒ ضلع اٹک	بوستان فارسی زلیخا، سکندر نامہ، مثنوی شریف
۳۔مولوی غلام رسول صاحبؒ چمکنہ ضلع ہزارہ	فارسی کتب صرف اور نحو کی کتابیں فقہ شریف منیۃ المصلی قدوری، شرح الیاس، کیسری کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، درالمختار قانونچہ، کھیوالی
۴۔شمس العلماء مولانا غلام کبریا خان صاحب	علم وادب، صرف، نحو، عروض کی کتابیں، قصیدہ بردہ شریف، بانت سعاد، قلیوبی، دیوان علی، دیوان متنبی وغیرہ۔
۵۔مولانا گل احمد صاحبؒ، ڈنڈوت، مردان	قصائد ایام جاہلیت، حماسہ، سبع معلقات، قلیوبی۔
۶۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب، وحید العصر	معقول، سلّم العلوم، معانی، ریاضی تفسیر و حدیث اور اجتہادی اصول، تصریح ہیت، شرح چغمینی

۷۔حضرت مولانا حاجی سید محمد ہاشم صاحب قادریؒ، قرأت، قرآن خوانی

سید البواب، باب النساء، مسجد نبوی ﷺ مدینہ شریف آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام اصحاب حق تھے۔ان علوم کے بعد دوسری آسمانی کتابیں بھی پڑھیں۔انجیل کی تعلیم پادری رام سنگھ نے دی تورات اور زبور کا بھی مطالعہ کیا ۔اس طرح آپؒ نے تمام آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا۔(۴)

مجاہدانہ فنون کی تربیت: آپؒ نے فن شہسواری سیکھا، نیزہ بازی اور تلوار سے لیموں کاٹنا وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ آپؒ گھوڑوں کے امراض سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔

تعارف دربار عالیہ موہڑہ شریف: موہڑ شریف ضلع راولپنڈی میں کوہ مری کے قریب واقع ہے۔راولپنڈی سے

بذریعہ بس یا کار مری جائیں تو سنی بینک پر اُتر کر براستہ کلڈنہ تقریباً چار میل پہاڑی راستے سے ہوتے ہوئے دربار موہڑہ شریف پہنچ جائیں گے۔ پہلے کچہ راستہ تھا اب پکی سڑک ہے۔ دوسرا راستہ کشمیری بازار سے پیر ہارون الرشید روڈ بائیں طرف جنگل میں اترتی ہے اور موڑ پر دربار موہڑہ شریف کا بورڈ نصب ہے یہاں سے تقریباً پانچ کلو میٹر ڈھلوان طے کر کے موہڑہ شریف پہنچتے ہیں۔ موہڑہ شریف مختصر سی آبادی کے گاؤں کو کہتے ہیں لیکن اللہ والوں کی برکت سے یہ آبادی یمن وسعادت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ موہڑہ شریف کہلاتا ہے۔ سرسبز پہاڑوں میں اللہ والوں کی یہ بستی آباد ہے۔ قدرتی چشمے جاری ہیں۔ قریب ہی ایک پہاڑی ندی بہہ رہی ہے۔ زائرین کے لئے رہائش و طعام کا اعلیٰ انتظام ہے لنگر جاری ہے۔ ہر وقت ذکر و فکر کی محفلیں لگی رہتی ہیں۔ یہ مقام ''ھو'' ہے۔ یہ جنگل اور پہاڑ ایک گلستان وگلزار بنے ہوئے ہیں۔ یہاں خواجہ محمد قاسمؒ اور پیر نظیر احمدؒ کے مزارات زیارت گاہِ خاص وعام ہیں جن کی برکت سے اللہ کریم نے موہڑہ شریف کو سرچشمہ معرفت الٰہی بنایا ہوا ہے۔ اس وقت مرجع خلائق اعلیٰ حضرت پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین کا چشمہ فیض وکرم بڑی فیاضی سے جاری ہے۔ دربار کھلا ہے ہر طبقے کے امیر وغریب ہر وقت دینی ودنیاوی بخششوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ماشاء اللہ قرآنِ پاک اور سنتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق تبلیغ دین حقہ فرمائی جا رہی ہے اور مشرع طریق پر اصلاح خلق اور درستی اخلاق ہو رہی ہے۔ خصوصاً نسبت رسولی ﷺ کے اصول کے لئے عملی تعلیم دی جاتی ہے۔ موہڑہ شریف کی پرکیف وادی عرصہ ڈیڑھ صدی سے سرچشمہ فیض بنی ہوئی ہے۔ (۵)

شہرت سے نفرت اور عبادت وریاضت: علوم ظاہری کے بعد آپؒ نے تقریباً گیارہ سال تک جذب کی حالت جنگلوں میں عبادت کی۔ ہندوستان کے مشہور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی اور فیوض وبرکات حاصل کئے یہ تمام مدارج شہر سے دور رہ کر انتہائی گمنامی کی حالت میں طے کئے۔ آپؒ نمود ونمائش سے دور رہے آپؒ کی زندگی سابقین اوّلین کا نمونہ تھی۔ آپؒ اپنے نام کے ساتھ خاکِ نشین تحریر فرماتے تھے۔ (۶)

نسبت رسولی ﷺ: نسبت رسولی ﷺ کا نام اس لئے موسوم ہے کہ مرکزی اور حقیقی دائرہ یہی ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دائرہ ہے۔ باقی سب طریقوں اور سب مذاہب کو فروعاتی وجوہات پر امتیاز حاصل ہوا ہے۔ چونکہ پیر نظیر احمد صاحب فروعاتی اختلافات سے گزر کر مرکزی اور حقیقی دائرہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ

عنہم کے دائرہ پر نظر رکھتے تھے اور اسی حقیقت ضیائے ربانی میں رہ کر احباب کو بھی اسی دائرہ کے اثر رکھنا چاہتے تھے۔اس لئے اس حقیقت کے لحاظ اور واقعیت سے یہ سلسلہ طریقت نسبت رسولی ﷺ سے موسوم ہوا ہے۔پیر نظیر احمدؒ نے کبھی کسی فرقہ سے الجھاؤ پیدا نہیں کیا۔آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چہار مذاہب فقہ میں ہم حضرت امام اعظم کو ترجیح دیتے ہیں۔نسبت رسولی ﷺ سے مراد کہ اگر کوئی پانی کے تالاب میں کنکر یا پتھر ماریں تو اُس مقام سے باہر کی طرف دائروں کی صورت میں پانی کی لہریں پھیلتی ہیں مگر وہ کنکر یا پتھر اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔اسی طرح اس طریقہ حقہ نسبت رسولی ﷺ والے لوگ اس مرکز حقیقت کے مقام پر قائم ہیں اور بیرونی اثرات سے محفوظ ہیں۔اسی اصول پر ایک خلعت کربلائے معلیٰ سے اور ایک خلعت دربار عالیہ بغداد شریف کے سجادہ نشین صاحب نے حضرت پیر نظیر احمد کے لئے موہڑہ شریف روانہ کی تھی۔(۷)

غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ تاریخ کے آئینے میں:

ولادت باسعادت	۱۸۸۰ء
ابتدائی تعلیم	۱۸۸۵ء تا ۱۸۹۲ء
کہیاں شریف کی حاضری	۱۸۹۲ء
حالت جذب	۱۸۹۴ء تا ۱۹۰۶ء
پیرولی عہد کا خطاب	۱۹۱۲ء
دستار بندگی برائے سجادگی	۱۹۲۵ء
علاقہ یاغستان میں بادشاہت، صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی مخالفت، گورنر پیرزاور گورنر گرفتھ کی ہلاکت۔	۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۵ء
بادشاہت کو ترک کر دیا۔	۱۹۳۴ء
مسجد شہید گنج لاہور کا تنازعہ	۱۹۳۵ء
شہزادہ ہارون الرشید کی ولادت باسعادت۔	۱۹۳۶ء
ہندوستان میں بھوپال، حیدرآباد دکن، ترچناپلی اور دہلی وغیرہ کا سفر	۱۹۳۹ء
قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے دہلی میں ملاقات۔	۱۹۴۰ء
حضرت غوث الامت رحمتہ اللہ علیہ کا وصال اور اعلیٰ حضرت غوث المعظم سجادہ نشین مقرر ہوئے۔	۱۹۴۳ء
حج پر تشریف لے گئے۔	۱۹۵۸ء
وصال شریف	۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء

حضرت غوث المعظم رحمتہ اللہ علیہ کا چہلم اور غوث الزماں قطب دوراں شیر شاہ غازی

حضرت پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔(۸) ۲۸ اگست ۱۹۶۰ء

سلسلہ طریقت: آپؒ کا سلسلہ طریقت نقشبند ہے لہٰذا آپؒ نقشبندی ہیں۔

آپ کا رُتبہ اور روحانی کمالات: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی کمالات اور مدارج کو دیکھ کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ محترم موہڑوی سرکار آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے اس فرزند کو اولیاء اللہ کا بادشاہ بنایا ہے۔ حضرت باواجی صاحب نے اپنے وصال سے پہلے آپکو جانشین منتخب کر کے تمام خلفاء اور صاحبزادگان کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کرنے کا حکم دیا اور ان سب نے باواجی صاحب کے حکم کی تکمیل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیشہ ریا کار، جاہل اور خود نما قسم کے لوگوں کی تردید فرمائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا رضائے الٰہی کے لئے خلقِ خدا کی خدمت ولایت کی بنیاد ہے۔

مرشد کامل کا اسمِ گرامی اور اُن کا مقام: آپ رحمتہ اللہ علیہ مرشد پاک کا نام خواجہ پیر نظام الدین کیانی کہیاں شریف رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ جو کہ برگزیدہ اور مردِ کامل شخصیت تھی اور کیانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

تیرے در پر آنا میرا کام ہے میری بگڑی بنانا تیرا کام ہے۔

فیض روحانی و باطنی: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد کریم کہیاں شریف یہ مقام آزاد کشمیر ضلع مظفر آباد تحصیل کنڈل شاہی وادی نیلم میں واقع ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ۱۲ سال کی عمر میں بیعت فرمائی اور وہیں سے روحانی و باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد کریم پاک پیر نظام الدین اس قدر رحم دل اور مہربان ہوئے کہ سات پُشتوں تک رنگ چڑھا دیا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سات پُشتوں تک بغیر محنت و مشقت کے ولی پیدا ہوں گے۔ موج میں آ گئے قطرے کو دریا کر دیا۔ پڑ گئی جس پر نظر بندے کو مولا کر دیا۔ (۹)

کہیاں شریف کی حاضری: اعلیٰ حضرت غوث الامت پیر صاحب (والدم رحمتہ اللہ علیہ) کا دستور تھا کہ جب تک حضرت خواجہ نظام الدین حیات تھے وہ اُنکی خدمت میں حاضری کیلئے اکثر تشریف لے جاتے تھے سالانہ عرس شریف کی حاضری لازمی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد حضرت خواجہ محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ موہڑوی سرکار ۱۲ سال کی عمر میں ساتھ لے گئے اس زمانے میں راستہ سخت دشوار گذار تھا بے شمار لوگ نہایت عشق اور شوق سے جاتے تھے حالانکہ بیس بیس دن متواتر سفر میں رہتے تھے۔ الغرض آپ رحمتہ اللہ علیہ دربار مقدس میں

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد زاہرین کی رہائش گاہ میں چلے گئے ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین کیانوی رحمتہ اللہ علیہ طویل القامت تھے ہزاروں آدمیوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ علیحدہ اور نمایاں نظر آتے تھے اور لوگ ان کے سامنے چھوٹے بچے نظر آتے تھے۔ کشادہ پیشانی ، سفید گلابی رنگ ، برگ گل کی طرح خوبصورت جسم مبارک اور چھاتی بہت کشادہ موافق قد مبارک تھا ، ناک لمبی اور اونچی ، آنکھیں سیاہ اور دلکش ، وسعت جسم اس قدر تھی کہ پانچ چھ آدمی اکھٹے سینے سے لگ کر ملتے تھے ۔ ہاتھ بہت چوڑے ، اُنگلیاں لمبی اور نازک اور بالوں کا رنگ سیاہی مائل تھا سفید نہ تھا۔ داڑھی مبارک بہت لمبی نہ تھی سنت کے مطابق تھی ، سر پر بال گیسو نہ تھے ۔ ایک روئی دار بتیاں والی ٹوپی سر پر ہوتی تھی قمیض کی آستینیں بہت لمبی اور کشادہ ہوتی تھیں ۔ ایسا کوئی نہیں تھا جو ان کے چہرے مبارک کو نظر بھر کر دیکھ سکتا خصوصاً جب وہ بھی اس کی طرف نظر کریں ۔ ان کا جذبہ اور جوش ، حسن یوسفی ، رعب اور نوری وقار اس طرح تھا کہ کسی کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ انسانی وجود ہے بلکہ کوئی نوری جسم اور خدائی وقار کا مجسمہ تھا صحیح عمر کا اندازہ مشکل تھا غالباً ۱۴۰ کے قریب تھی ۔

دربار عالیہ کہیاں شریف کی کیفیات: دربار عموماً باہر ہوتا تھا۔ ایک لکڑی کا تخت دس مربع فٹ کا تھا جس پر قبلہ عالم تشریف فرما ہوتے تو وہ چھوٹا معلوم ہوتا تھا ۔ اس تخت کے اردگرد لوگوں کو بیٹھنے یا آرام کا خیال نہ ہوتا تھا دربار شریف کی مجلس کے کنارے پر ایک شخص معمور ہوتا تھا جس کے ہاتھ میں قینچی ہوتی جو لمبی مونچھوں والے شخص کی مونچھیں کاٹ لیتا اور اس طرح حقہ ، نسوار ، تماکو ، اور سگریٹ پینے والوں کو واپس کر دیتا اور ہدایت دیتا کہ نشہ ترک کر کے آؤ۔ مجلس میں لوگ خاموش رہتے حاضرین ہر قسم کی فریاد لے کے حاضر خدمت ہوتے اور اللہ کی رحمت کا دربار سمجھ کر ہر ایک اپنی مدعا لے کر حاضر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کے دُکھ تکلیف اپنے قبضے میں رکھے ہیں ۔ ہر وہ انسان جو تمام دنیا میں اپنی حکومت پیدا کرنے کا خواہشمند ہے وہ بڑے مدعا کے حاصل کرنے میں بے تابانہ بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتا ہے ۔ اس طرح وہ انسان جو روزی کمانے کے لئے پریشان ہے وہ بھی اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اختیاری طور پر بھی اور اضطراری طور پر بھی اللہ ہی کی طرف فریاد جاتی ہے ۔ اسی طرح ہر آنے والے انسان اپنی حاجت کو دل میں رکھ کر اس نائبِ رسول ﷺ مظہر قدرت الٰہی کی طرف جاتا تھا ۔ مگر تعجب اس امر پر ہے کہ نہ تو عرض کرنے والوں کے دل میں خیال آتا تھا دُعا فرمائی جائے اور نہ ہی پیر

صاحب نے کبھی کسی کے حق میں ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملا عرض کرنے والوں کے خیال میں بھی مطلق عرض کرنا ہی دُعا مقصود ہوتا اور حضور والا رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے بھی اس مدعا کی منظوری یا نہ منظوری کا اظہار ہو جاتا۔ دراصل عرض کرنا ہی کامیابی اور منظوری تھی۔ ہر انسان کا یہی یقین ہوتا تھا کہ میں نے جو عرض کی ہے وہ بارگاہ الٰہی میں کر دی ہے اور وہ رد نہیں ہوئی، گویا یہ سرکار رحمت الٰہی کا دروازہ تھا۔

مرشد کی خدمت میں دوسری حاضری: پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کو رات کے وقت اپنے والد حضرت پیر محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ نے اُٹھا کر صبح کی ملاقات کے آداب سمجھائے پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور کہا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے بلایا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں حاضر ہوئے حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی۔ قبلہ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ حضور کیانوی سرکار نے حکم دیا ہے کہ یہ تین صد روپیہ نقدی اور دو گھوڑے آپ کو بطور خلعت عطا کئے جائیں آپ منظور کریں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عطا و کرم مجھے منظور ہے اور فوراً جا کر گھوڑوں کے پاؤں میں بوسہ دیا اور عرض کیا کہ گھوڑے کیانوی رحمتہ اللہ علیہ سرکار کے ہمارے لئے واجب التعظیم ہیں یہی جواب تھا۔ آخر کار آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مرشد خواجہ نظام الدین کیانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پاس بلایا آپ رحمتہ اللہ علیہ حاضر ہوئے تو کیانوی سرکار ایک بڑی چارپائی پر تشریف فرما تھے فوراً ایک شخص کو حکم دیا کہ ایک چارپائی بچھاؤ حکم ہوا اس چارپائی پر بیٹھو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ سوئے ادب ہے پھر دوسرے شخص کو حکم ہوا کہ ریشمی کمبل زمین پر بچھا دے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ اس کمبل پر بیٹھو۔ مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کمبل کو اٹھا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کمبل تو آپ کے خادم کا ہے ہمارا نہیں (یہ اس طرف اشارہ تھا کہ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے (والدم رحمتہ اللہ علیہ) نے دو خادم کہیاں شریف میں مقرر کر رکھے تھے جو خدمت لنگر میں مصروف رہتے تھے اور یہ کمبل اس ایک خادم کا تھا) آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا اب یہ بھی ہمارے لئے جائے ادب ہے ہم خود ان کے خادم ہیں۔ اس کے بعد کیانوی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کو جوش کریمی آیا چہرہ سرخ ہو گیا اور بارہ سالہ بچے پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور بیعت کیا اور سات دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ''سات پشت بلا مشقت اولیاء'' اس وقت

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے آنسو بھی گرے کیانوی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد پیر محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ باقی تمام آپ کے خلیفہ ہیں۔مگر یہ بچہ (پیر نظیر احمد) میرا خلیفہ ہے اور واپسی کا حکم دیا۔

جنگل میں چلہ کشی: واپسی پر عبادت میں زیادہ توجہ دی اور پھر جنگل نشینی اختیار کر لی اکثر ہفتہ بھر کا روزہ ہوتا ایک دن صرف اتوار کو روٹی سے افطار کرتے باقی دن چائے یا قہوہ سے گزارا ہوتا اسی طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ بارہ سال تک جنگل میں چلہ کشی میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہے۔(۱۰)

شجرہ طریقت: حضرت پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ موہڑوی سرکار تک شجرہ طریقت نقشبندیہ اسطرح سے ہے۔

۱۔ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۔ حضرت بایزید بُسطامی رحمتہ اللہ علیہ
۷۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ
۸۔ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ
۹۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانوی رحمتہ اللہ علیہ
۱۰۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ
۱۱۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمتہ اللہ علیہ
۱۲۔ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ
۱۳۔ حضرت خواجہ عزیز علی رامیتنی رحمتہ اللہ علیہ
۱۴۔ حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ
۱۵۔ حضرت سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ
۱۶۔ امام طریقت حضرت خواجہ بہاءُالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ
۱۷۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ
۱۸۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ
۱۹۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ
۲۰۔ حضرت مولانا محمد زاہد ولی رحمتہ اللہ علیہ
۲۱۔ حضرمولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ
۲۲۔ حضرت خواجہ محمد اُملنگی حمتہ اللہ علیہ
۲۳۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ
۲۴۔ امام ربانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ
۲۵۔ حضرت خواجہ سید شاہ حسین رحمتہ اللہ علیہ
۲۶۔ حضرت خواجہ عبدالباسط رحمتہ اللہ علیہ
۲۷۔ حضرت سید عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ
۲۸۔ حضرت خواجہ سید محمود رحمتہ اللہ علیہ
۲۹۔ حضرت شیخ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ
۳۰۔ حضرت سید عنایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ

۳۱۔ حضرت خواجہ احمد رحمتہ اللہ علیہ ۳۲۔ حضرت خواجہ عبدالصبور رحمتہ اللہ علیہ

۳۳۔ حضرت خواجہ گل محمد رحمتہ اللہ علیہ ۳۴۔ حضرت عبدالمجید رحمتہ اللہ علیہ

۳۵۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ۳۶۔ حضرت سلطان محمد ملوک رحمتہ اللہ علیہ

۳۷۔ حضرت خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ (کہیاں شریف والے) ۳۸۔ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار رحمتہ اللہ علیہ

۳۹۔ حضرت پیر نظیر احمد صاحب رہبر اعظم طریقت نسبت رسولی ﷺ

۴۰۔ حضرت پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ سجادہ نشین دربارِ عالیہ موہڑہ شریف (۱۱)

اخوند محمد کبیرؒ: پیر نظیر احمد کہیاں شریف سے واپس آنے کے بعد سلسلہ عبادت غیر معمولی طور پر قائم کیا زہد کی طرف میلان بڑھا بلکہ تقشف اختیار کیا گیا۔ اس صورت سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم رحمتہ اللہ علیہ کو سخت رنج ہوا اور ایسی عبادت سے منع فرمایا لیکن نصیحت کا اثر نہ ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد کو کسی بزرگ نے ان کی شادی کا مشورہ دیا تا کہ ان کے حال میں تبدیلی آجائے گی۔ اس تجویز کے تھوڑے عرصے بعد ایک بزرگ اخوند محمد کبیرؒ تشریف لائے جو مجذوب حال تھے۔ ان کا علم، عبادت، دنیا داری سب مجذوبیت کے اندر داخل تھی ان کے حالات سے مری کے علاقے کے لوگ واقف تھے۔ موضع پوٹھہ شریف میں رہتے تھے اور علاقہ میں گھومتے بھی تھے۔ یہ امر مشہور تھا کہ ان کی دعا کم اور بددعا فوراً اثر کرتی تھی۔ ان کے چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔

بھینس کا مرجانا: حضرت اخوند محمد کبیر موضع وگہل ستیاں مولوی فتح محمد خان کے ہاں ٹھہرے اکثر لوگ دعا کیلئے حاضر ہوتے۔ ایک عورت دودھ لائی جب آپ نے تھوڑا سا دودھ پی کر فرمایا دودھ کھٹا ہے عورت نے کہا کہ اسی لئے دودھ لائی ہوں بھینس کا دودھ خراب ہے آپ دعا کریں تا کہ دودھ ٹھیک ہوجائے۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا کی یا اللہ اس کی بھینس کو دنیا سے نابود کر اور مار ڈال اس کا دودھ کھٹا ہے۔ اس عورت کے گھر پہنچنے سے پہلے بھینس کی زندگی ختم ہو چکی تھی۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں حضرت اخوند محمد کبیر جلالی ولی تھے جو بات منہ سے نکالتے اللہ اُن کی پوری کرتا۔

عقدِ اوّل: اخوند صاحبؒ موہڑہ شریف تشریف لائے اور پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے والدم رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی بہت خدمت اور تعظیم کی۔ دوسرے دن پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے والدم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے اور بہت

بڑی پگڑی پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ میری نواسی جو کہ مولوی محمد یاسین کی بیٹی ہے پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے نکاح میں دے دی اس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی شادی ہوگئی ۔ چونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق غالب تھا۔حضور غوث الامت (والدم رحمتہ اللہ علیہ) نے چند وظائف کا چلّہ جو رات کے وقت خلوت میں کئی ہفتے جنگل میں رہ کر پورا کرنا تھا آپؒ کے ذمہ لگا دیا اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے ہاں شہزادے کی ولادت ہوئی جسکا نام مبارک خان رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی زوجہ محترمہ نے اپنے والد محترم مولانا محمد یاسین خان صاحب سے عرض کی میرے شوہر پیر نظیر احمد اکثر جنگلوں میں رہتے ہیں نہ گھر آتے ہیں اور نہ ہی کوئی اطلاع دیتے ہیں ۔ میں چاہتی ہوں آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ اس طرح مولانا صاحب اپنی بیٹی صاحبہ کو ساتھ لے گئے اور قطع تعلقی پر اصرار کیا لہٰذا ۱۹۰۶ء میں قطع تعلق ہوگیا پیر نظیر احمد جنگل نشینی کے مجاہدے میں مشغول رہے۔

عقد ثانی: ۱۹۱۵ء میں پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کا عقد ثانی پوٹھوہار (اٹک تا جہلم) کے علاقے گکھڑ قبیلے کے آخری حکمران سلطان مقرب خان بادشاہ کی شہزادی سے طے پایا جو اخلاق حسنہ کا پیکر تھیں۔عبادت و ریاضت سے کمال شغف رکھتی تھیں اور صبر و قناعت سے کامل طور پر بہرہ ور تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو شہزادے اور پانچ شہزادیاں عطا فرمائیں۔سب سے بڑے پیر گل بادشاہ صاحب ۱۹۱۷ء میں تولّد ہوئے اور سب سے چھوٹے پیر ہارون الرشید صاحب کی ولادت ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ پیر نظیر احمدؒ کی خصوصی توجہ سے پیر ہارون الرشید صاحب نے دینی اور دنیوی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کئے۔ چنانچہ غوث المعظم رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۶۰ء میں وصال کے بعد مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور اُس وقت سے مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہیں۔

مہاراجہ کشمیر کے ساتھ مراسم: مہاراجہ کشمیر پرتاپ سنگھ کے مجسٹریٹ نے مصاحب خان قوم سدھن کو چھ برس جیل کی سزا دی۔مصاحب خان کے اقربا موہڑہ شریف پیر حضرت غوث الامت (والدم رحمتہ اللہ علیہ) کے پاس آئے اور عرض کیا ہمارے عزیز مصاحب خان کے لئے دعا فرمائیں اس وقت پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سائیں پیپے ناڑ کو حکم دیا کہ جاؤ مہاراجہ کو بولو کہ اس شخص پر ظلم نہ کرو، اس کو چھوڑ دو اور معاف کر دو خدا تم کو اس کا بدلہ دے گا۔ لہٰذا وہ شخص مہاراجہ کے پاس گیا اور پیر صاحب کا فرمان سنایا مہاراجہ نے مصاحب

خان کو چھوڑ دیا اس کی سزا بھی معاف کر دی، مہاراجہ نے مصاحب خان کو سائیں پیپے ناڑ کے حوالے کیا اور کہا کہ جاؤ پیر صاحب کے پاس کہو کہ مصاحب خان حاضر ہے۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ میرے گھر بچہ نہیں ہے پیر صاحب دعا فرمائیں کہ میرے گھر بچہ پیدا ہو۔ پیر صاحب نے مہاراجہ کشمیر کے لئے دو تعویز روانہ کر دیئے خدا کی قدرت کہ مہاراجہ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے اب مہاراجہ کا کامل یقین ہو گیا۔ ان لڑکوں کی طبیعت مزاج وغیرہ بتلانے اور دعا کیلئے ہر پندرہ دن بعد بڑے آفیسر موہڑہ شریف آتے تھے۔ (۱۲)

مولوی صاحب گورداس پوری: پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ رات دن میں چالیس ہزار وظیفہ اسمِ ذات اور ایک سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے دشوار گذار اور خطرناک جنگل میں اکیلا جانے سے بھی منع کیا اور عبدالرحمٰن کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حفاظت کیلئے جنگل میں جانے کو کہا اور مولوی عبدالرحمٰن گورداس پوری موہڑہ شریف آنے سے پہلے سکھ تھا کوٹ میاں گورداس پور سے کلکتہ چلا گیا وہاں ایک عورت جادوگرنی کے پاس ٹھہرا کچھ عرصہ اس عورت کے پاس رہا اور اس عورت سے جادو کا علم حاصل کیا۔ ایک گڑ کی چاکی (ٹکڑا) پر دم کر کے چاقو سے کاٹ دیا جائے تو آدمی کے کلیجے کے اتنے ہی ٹکڑے ہو جاتے ہیں جتنے گڑ کے ہوں۔ اور سفال آب نارسیدہ پر جادو کا دم کر کے پھینک دو تو سینکڑوں میل دور آدمی مر جاتا ہے۔ جن کی قوم اور جنوں کو شخصی طور پر تسخیر کرنے کا ظلمانی طریقہ اور کئی چیزوں کا ذکر کیا یہ سارے طریقے مولوی صاحب نے پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کو بھی بتائے۔ مولوی صاحب کو کلکتہ سے ایک دیوانی عورت نے کہا کہ آپ موہڑہ شریف جائیں چنانچہ مولوی صاحب پہلے لاہور آئے جلّو کے قریب فقیر لکھن شریف کے ساتھ موہڑہ شریف پہنچ کر مسلمان ہوا پھر واپس دہلی جا کر دینی تعلیم مکمل کی اور پھر موہڑہ شریف آکر بیعت کی سعادت حاصل کی اس طرح مولوی صاحب کو خواب میں حکم ہوا کہ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ سے سارے حالات ظاہر کروں اور رفاقت پیدا کروں چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جن کے معاملات اور جادوگری میں کامل تھے اور پیر نظیر احمد کو بھی ان کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

جنوں کی حقیقت اور چند واقعات: دراصل جنّات کی ایک قوم ہے جس میں خاص و عام عالم و جاہل، نیک و بد سب موجود ہیں۔ یہ تخیل اور حقیقت صرف اسلام نے ہی بیان نہیں کی بلکہ اسلام سے ہزارہا سال پہلے بھی آدمیوں میں یہ چرچا موجود تھا اور دنیا میں جنّوں کی کل آبادی اور حکومت کا ذکر کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب چاہیے

یہاں یہ معلوم کرنا ہی کافی ہے کہ جو تعریف علوم جنات کی ہے۔ کہ

هُوَا جِسْم" نَارِی " وَمُتَشَکِّل" بِه اَشکالِ المُختَلِفهُ

ترجمہ: یہ ناری عناصر کے غلبہ میں پیدا شدہ مخلوق ہے اور ہر مشکل اختیار کر سکتی ہے۔ یہ ملک میں ہر طرف آباد ہوتے ہیں اور انسان کو مال، جان اور اولاد کا نقصان پہنچاتے ہیں۔ چونکہ ان کو انسان دیکھ نہیں سکتا بدکردار جن زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں اور آدمی پر اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے

یَتَخَبَّطُهُ الشَّیطٰنُ مِنَ المَسِّ(۱۳)

ترجمہ "جیسے کسی کو لپیٹ کر دیوانہ بنا دیا"

اور کئی دوسروں موقعوں پر جنّوں کی حرکات کا ذکر کیا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں اس کی تفصیل بھی ہے۔

جنوں کو تابع کرنے کا طریقہ: جنّوں کو تابع کرنے کے قانونی دو طریقے ہیں ایک نورانی اور دوسرا ظلمانی نورانی طریقہ سے اسم الٰہی اور آیات قرآنی کے طریقہ سے جنّوں کو قابو کرتے ہیں پھر جن تابعداری بھی کرتے ہیں۔

دوسرا طریقہ ظلمانی ہے یہ طریقہ اسلام سے پہلے زمانے کے منتر پڑھنے سے جن اس عامل کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور خوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور جو کام اُنہیں بتلایا جائے وہ بجالاتے ہیں۔ یہ طریقے من قبیل جادو ہیں ان کے پڑھنے سے اور چلّے مکمل کرنے سے جن کی قوم تابع ہوسکتی ہے اور جنوں کا بادشاہ بھی تابع ہو جاتا ہے۔ چلّے کاٹنے کیلئے ویران جنگلوں میں جانا پڑھتا ہے وہاں طرح طرح کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں مثلاً خطرناک سانپ، اونٹ اور مست ہاتھی وغیرہ۔ چلّہ چالیس دن کا ہوتا ہے جب چلّہ مکمل ہو جائے تو جن اصلی صورت میں سامنے آئے گا وہ سوال کرے گا کیا چاہیے جن کو کہا جائے اپنے بدن کے بال کاٹ کر عامل کو دے دیں۔ جب جنوں کو حاضر کرنا ہو تو معمول کا وظیفہ پڑھنے اور سامنے آگ رکھ کر وہ بال آگ کے نزدیک کرے جنّوں کا قاصد آئے گا اور اسے جو حکم دیں وہ بجالائے گا۔

بعض پڑھنے کے الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے انسان کا ایمان نہیں رہتا مثلاً ایک منتر کا مضمون یہ ہے۔

بھوراہاتھی عمل عماری جس چڑھ آئی پنج ہزاری پنج ہزاری دی دہائی ہے سر چاون چوکی تیری آئی ہے

آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مولوی صاحب عبدالرحمٰن صاحب نے جنّوں کے متعلق جزوی اور کلّی طور پر واقفیت دلا دی

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کسی شے کا علم اس کی لاعلمی سے بہتر ہے۔(۱۴)

لاعلاج مریضوں کا علاج: دربار موہڑہ شریف میں بہت سے مریض خواتین آتی ہیں جن میں اکثر جن کی مریضہ ہوتی ہیں۔ان میں عموماً اختناق الرحم پیدا کرنے والے کے غلبے سے دلی کمزوری ہوجاتی ہے اور کبھی تبخیر معدہ پیدا ہوکر طبیعت مغلوب ہوجاتی ہے اور کمزور طبیعت والے انسان بے ہوش ہوجاتے ہیں یا ان کے حواس ساقط ہوجاتے ہیں جیسا کہ مسمریزم والے کسی کمزور دماغ انسان کو مدہوش کر کے اس سے ایسی گفتگو کراتے ہیں جن سے کچھ خبریں بھی ملتی ہیں بعض غلط اور بعض صحیح ہوتی ہیں تو دوسرا انسان اس مریض کو جس طرف رہنمائی کرے وہ قبول کرتا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جن ہونے سے نہ انکار کریں نہ اقرار کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ جو نقص ہے اس کے اسباب پر توجہ کر کے اس کا علاج کیا جائے جو مریض کے ذہن کے مطابق ہوتا کہ وہ قوت ارادی سے قبول کرے یوں فوراً فائدہ ہوجاتا ہے۔اب اس کی ایک مثال دی جاتی ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا کہ میری بہو (میرے لڑکے کی بیوی) کو جن نے پکڑ لیا ہے۔اور اپنے آپ کو سیّد بتلاتا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص کو سمجھایا کہ جن نہیں بلکہ بیماری ہے۔مگر وہ آدمی بار بار اصرار کررہا ہے کہ سب علماء نے بھی جن بتایا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص سے کہا کہ جن سیّد نہیں ہوتے۔ پھر اُسے ہوش آیا کہ جن کبھی سید نہیں ہوسکتا۔اب سب خیال غلط ہے۔ چنانچہ وہ شخص تعویز اور دوائی لے گیا اور مریضہ درست ہوگئی۔ ویسے تو اس قسم کے واقعات بہت ہیں صرف ایک مثال لکھ دی تا کہ ان کا علم ہمارے احباب کو ہوجائے اور اس معاملہ پر غور کریں۔

ہمزاد کی حقیقت: آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن کے علاوہ ہمزاد ایک چیز ہے جو انسان کو تکلیف بھی دے سکتی ہے اور خدمت بھی سکتی ہے۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک ہوائی جسم اس کے ساتھ پیدا ہوجاتا ہے گویا دو آدمی پید ہوتے ہیں ایک خاکی جسم دوسرا ہوائی جسم جو ہمزاد ہوتا ہے۔ بچہ جس طرح بڑا ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح بڑا ہوتا ہے۔ جو کچھ لیاقت بچہ حاصل کرتا ہے اس قدر ہمزاد بھی حاصل کرتا ہے پڑھتا ہے اور سب کچھ سیکھتا ہے۔جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کی قبر پر تین روز ہمزاد رہتا ہے اور پھر ہوائی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے۔اسمِ الٰہی سے ہمزاد کو قابو کر کے اس سے کام لیا جاسکتا ہے اس کے لئے تین دن اور چالیس دن کا وظیفہ کرنا پڑھتا ہے۔

مئوکلات: اس کے علاوہ مئوکلات ہیں یہ فرشتے ہیں۔ یہ بھی اسماءالٰہی کی خدمت کرتے ہیں اور قرآنی حروف کی بھی خدمت کرتے ہیں۔اس کے ذریعے سے دنیا کے امور طے ہوتے ہیں۔نظام عالم کا قیام ان کے ماتحت ہے ان سے استمد اد اسی طرح ہوسکتی ہے کہ اسی ملکوتی طہارت کو انسان اختیار کرے اور اسی طرح ترک حیوانی خوراک اور ترک حیوانی اعمال اور تعداد منازل قمر اور طالع کا علم ہو کہ دعا (غرض) کو بھی اعداد میں منسلک کرے تو اسی صوت کی تکمیل پر جس کام کیلئے پڑھے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے۔

اظمار: یہ ایک روحانی جماعت ہے۔امورات کا انکشاف و اسناد اور دفینے خزانے معلوم کرنا وغیرہ ان کی امداد حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ان کے مقررہ اصول وشرائط پر عمل کیا جائے۔

نصاب جفر: یہ اڑھائی سال کا کورس ہے جو گناہوں سے پاک رہ کر پورا کیا جاتا ہے۔اس کے متعلق کئی خاص اصول اور طریقے ہیں جن میں بلوغ المآرب مشہور ہے۔

ساعات اوراوقات کے خواص اور اسمائے الٰہی کے خواص: اس مقصد کیلئے عموماً تعویز اور عمل کتابوں میں درج ہیں مگر اس کی حقیقت بے سود نہیں مگر ہر امر میں کامیابی کے الگ الگ طریقے ہیں۔مگر اس میں وہ حقیقت جس سے اسمِ اعظم کا اثر ثابت ہو وہ قابل اظہار نہیں۔البتہ خاص اشخاص کو یہ تعلیم دینی مناسب ہے۔

اسماءالٰہی وآیات قرآنی مخصوصہ کے حقائق وخصائص: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً دوسال متواتر بلحاظ اصول و شرائط مکمل طور پر محنت کی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دو چیزوں کا علم ہوا۔ایک ان کے خواص دوسرا ان کے حقائق جو ذات باری سے مستلزم ہیں پر توجہ دی۔ یہ اسماء از روئے جمال اسطرح ہیں جسطرح ریڈیو میں ایک سوئی دہلی سے اٹھا کر لندن پہنچا دے تو اوپر یعنی عالم بالا کی حقیقت اور ایک عظمت ان مقامات کی پیدا ہوگئی ہے۔ان اسماء کے لفظوں سے جب ان کی حقیقت پر انسان پہنچتا ہے تمام دنیا اس کے مقابلہ میں ایک انچ سے بھی کم معلوم ہوتی ہے جو کہ اس اسم کے موضوع کا مصدر اور منبع ہے۔

اوررادِنظیر یہ کی ترتیب: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف خود اورادِنظریہ پر عمل کیا بلکہ لوگوں کو ان اوراد اور ان کے اعداد میں خاص راز مضمر ہے۔ جو دنیا میں دو آدمیوں (یعنی نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ اور حاجی محمد ہاشم صاحب جو اب مدینہ منور شریف) کے کسی کو اس کا علم نہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اوراد کی اجازت نااہل کو دینی اس

ہیں اور یہ تمام نعیم دنیا سے کس طرح بڑی چیز ہے۔ اور اسمِ اعظم کو کیوں اسمِ اعظم پکارا گیا ہے۔ یہ راز بھی منکشف ہوا کہ کیونکہ انسان کا ذہن اور قلب ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انوارِ ذاتی منعکس ہو سکتے ہیں۔ اگر چہ وہ آئینہ دل سیدھا ذات کی طرف ہو ورنہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے توجہ درست کرنے کیلئے ملکیت کو غالب کرنا بشریت کو مغلوب کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ترکِ حیوانی اور نفسانی اصلاح لازمی قرار پائی اس صورت سے اجابت دعا وابستہ ہے اور جس مدعا کیلئے اسماء کے دروازے سے سوال کیا گیا ہرگز مسترد نہیں ہوتا بلکہ دعا کرنا اجابت کا ثبوت ہے۔ اس لئے جو دعا منظور نہیں ہوتی وہ دعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے۔

مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط (۱۵)

ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے۔ نہایت پرزور وعدہ مالک کا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ حالانکہ سب سے زیادہ گنہگار شیطان ہے۔ ثابت ہے کہ خدا نے شیطان کی دعا بھی قبول فرمائی۔ (۱۶)

اسمِ الحسیب: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسم الحسیب کے متعلق بتایا کہ ہمارے پاس آدمی آتے ہیں ہم انکی قضائے حوائج کیلئے ''الحسیب'' بتاتے ہیں تو وہ جا کر اس اسم کو ہزاروں لاکھوں تک پڑھتے ہیں مگر کام بھی نہیں ہوتا۔ مگر اُنہیں یہ معلوم نہیں لفظ کا معنی کیا ہے اُس کا موضوع کیا ہے۔ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے کسی باعمل استاد اور مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔

حقیقت الحسیب: اس کا مادہ حسب ہے خاص و عام لوگ یہ لفظ روزانہ استعمال کرتے ہیں اس لئے اغلب ہے کہ سب اس کو سمجھتے ہیں۔ حسب الحکم فلاں یا حسب ایمان فلاں یعنی حکم اور ایمان کا سبب اس طرح ''الحسیب'' صفت مشبہ ہے گویا حقیقت اس کی یہ ہوئی کہ جو حکم یا جو کام ہو اس کے ہونے کی اصلی وجہ یا حقیقت شدنی یا وجود جو ذات ہو وہ حسیب ہے چونکہ ہر امر کے وجود میں آنے کی وجہ صرف ذاتِ حق سبحانہ ہے اور حقیقی موجد اور خالق وہی ہے۔ اس پر الف لام داخل ہوا تو ''الحسیب'' ہوا۔ اس لئے یہ اسم اعظم کا درجہ رکھتا ہے۔ اَب التجا فوراً پوری ہو جاتی ہے

کیونکہ مدعا اور سوال میں ذات کی طرف توجہ اور توکل پیدا ہوا۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۱۷)

ترجمہ: ''اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کے لیئے کافی ہے۔''

یہ حکم ہے اس مدعا کے پورا ہونے کا۔ اب اگر لفظ ''الحسیب'' ہزار بار زبان سے نکلے لیکن یہ کیفیت پیدا نہ ہوتو کچھ حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کے لوازم اور ہیں۔ جن کی خاصیت بھی اس کے متعلق ظاہر ہوتی ہے۔ باوضو باحضور ذات ہمیشہ ذاکر رہے تو فرشتہ جو اس لفظ کا خام ہے اس کے ماتحت اس کے اعداد کے موافق اسّی (۸۰) خادم ہیں۔ یہ جماعت روحانیات اس انسان کی اس رفاقت ذکر میں ہر دم میں معاون رہتی ہے۔ دوسری صورت ذات الٰہی خود ''حسیب'' ہے۔ اس لیئے مالک اپنی عطا سے اس پر مہربان ہوتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''الحسیب'' میرے معمول وظائف میں داخل تھا اور اللہ تعالیٰ مجھے اس اسم کے مؤکل کے ذریعے امداد فراہم کرتا تھا۔ اور ہر کام اسی مؤکل کے ذریعے انجام پذیر ہوتا۔ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس اسم یعنی ''الحسیب'' کو پڑھ کر جو بھی دعا مانگتا اللہ تعالیٰ میری دعا کو رد نہیں کرتا۔ چونکہ ''الحسیب'' میرے معمول کے وظائف میں داخل تھا اس لیئے اس اسم کے مؤکل کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے مدد فراہم کرتا تھا۔ اس اسم کو ۸۰ بار پڑھنے سے میرا کام آسان ہو جاتا تھا۔ (۱۸)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استاد حضرت مولانا عبدالرحمٰن رئیس العلماء تھے۔ **حضرت مولانا اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب** رحمتہ اللہ علیہ نے علوم صرف ونحو ومعقول ومعانی وحکومت وفلسفہ ہم سبق ہو کر پڑھے۔ **مولوی شاہ رسول** رحمتہ اللہ علیہ سردار محمد ایوب خان بادشاہ کابل کے استاد مقرر ہوئے تھے اور پیر صاحب سیال شریف کی بیعت ہو کر دولت طریقت سے مالا مال ہوئے۔ مولانا عبدالرحمٰن دیوبند تشریف لے گئے اور طویل مدت تک علوم تفاسیر اور احادیث کے اعلیٰ استاد مقرر رہے۔ بعد میں حضرت نظام حیدر آباد کے دینیات کے انچارج مقرر ہوئے۔ پھر مدینہ شریف چھ سال تک علوم تفاسیر اور احادیث کی تدریس کی اور پھر موہڑہ شریف تشریف لائے۔ چونکہ مولانا صاحب پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے اور جنگل میں چلہ کشی کے وقت بھی ساتھ رہے۔ مولانا صاحب بھی جنگل میں تنہا بیٹھتے تھے۔ چونکہ آپ عالم باعمل تھے بڑے بڑے علما بھی

آپ سے علم کی پیاس بجھانے موہڑہ شریف تشریف لاتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد خواجہ محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو رئیس الخلفاء کہہ کر پکارا کرتے تھے۔(۱۹)

لاٹ پادری اور مسٹر گریفن کا پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ سے مناظرہ: پہلی جنگ عظیم کے بعد برصغیر میں چندلوگوں نے اپنی شعبدہ بازی کو روحانی قوت کا رنگ دیا۔ چنانچہ انگریز پادری (جو لاہور میں لاٹ پادری تھا) ایک انگریز مسٹر گریفن، مولوی جمیل الدین عیسائی اور چند دیگر رفقاء کے ساتھ حضرت پیر خواجہ محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کا خواہاں ہوا چنانچہ ایک معین وقت پر بڑی جماعت کے ہمراہ حاضر ہوا اور تقریر کرنے کی اجازت مانگی پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کو والدم رحمتہ اللہ علیہ نے بلایا اور پادری کو تقریر کرنے کی اجازت دی۔ پادری نے عیسائی مذہب کی سچائی بیان کرنا شروع کی اور کہا مسٹر گریفن وہی معجزات دکھلاتے ہیں جو پیغمبروں نے دکھلائے مگر لوگ ان کو نبی یا ولی نہیں مانتے۔ اگر گریفن اس زمانہ میں ہوتے تو ان کو وہ ضرور نبی مان لیتے اس پر پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا پادری آپ بیٹھ جائیں آپ کا مدعا ہم سمجھ گئے ہیں وہاں بہت سے علماء، صوفی اور دوسرے شرفا بھی موجود تھے۔ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر پادری کے مذہب کی صداقت کا ثبوت گریفن دے تو ہم کو تسلی ہوگی۔ پادری خوش ہوا اور کہا کہ ایک ہزار گز رسہ سے گریفن کو باندھا جائے تو دن، ٹو، تھری سے رسہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر کاغذ پر مضمون لکھ کر جلا دیا جائے تو اس کی راکھ گریفن کو دکھائی جائے تو گریفن اس کا مضمون سنا دیں گے۔ ایک پچاس من وزنی پتھر ان کے سینے پر رکھ کر توڑا جائے تو ان کو ضرب نہیں لگے گی اسی طرح کے بہت سے کرتب بیان کئے۔ اس طرح پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ اور پادری کے درمیان ایک تحریری معاہدہ ہوا جس میں لکھا گیا کہ اگر گریفن کامیاب ہوگیا تو اس کی جیت کو ہم تسلیم کرلیں گے اگر پیر نظیر احمد کامیاب ہوئے تو گریفن مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد مقابلہ ہونا تھا پادری اور اُس کے ساتھی سو گئے مگر گریفن کو نیند نہ آئی۔ اور پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کیا جانتے ہیں اس پر پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا میں سب کچھ جانتا ہوں میرے سینے میں محبت رسول ﷺ کا جوش اور وقت کا انتظار ہے انشاء اللہ آپ کی موت میرے ہاتھ سے ہوگی میری نظر میں آپ کی یا کسی اور طاقت کی ذرّہ بھر بھی اہمیت نہیں ہے آپکو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی گفتگو سے گریفن کا چہرہ زرد ہوگیا۔ الغرض گریفن پر گھبراہٹ غالب

آ گئی اور درخواست کی کہ پیر صاحب یہ میرا روزی کا مسئلہ ہے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے معافی مانگتا ہوں تمام طریقے اس نے بیان کیئے مگر آگ والا معاملہ ذکر کرنا بھول گیا۔ظہر کی نماز کے بعد پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نشت گاہ چلّہ شریف کے سامنے باہر صحن میں مقابلہ شروع ہوا پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اندر سے دیکھ رہے تھے تمام انگریز اور اُن کے ساتھی موجود تھے۔مقابلہ شروع ہوا تمام مقابلے میں گریفن پیر نظیر احمد سے برابر رہا مگر آگ کا مقابلہ باقی تھا۔چنانچہ پیر صاحب نے حکم دیا کہ اس کو اب آگ میں جلاؤ۔دوسرے دن آگ کا پروگرام ہوا پچاس من لکڑی جلا کر آگ میں بیٹھنا تھا۔گریفن نے اسے ٹالنا چاہا مگر پیر نظیر احمد نے اسے نہ چھوڑا تجویز ہوا کہ آگ جلا کر اور لوہے کا بڑا توا رکھا جائے جب توا سرخ ہو تو اُس پر گریفن کو بٹھایا جائے۔جب توا سرخ ہو گیا تو گریفن کو کہا گیا کہ اس سرخ توے پر بیٹھ مگر گریفن نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر پیر نظیر احمد اس پر بیٹھ جائیں تو میں اپنی ہار تسلیم کرلوں گا۔پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ نے درود ابراہیمی پڑھ کر مٹی پر دم کیا اور مٹی کو پاؤں پر ڈال کر گرم توے پر کھڑے ہو گئے لیکن گرم توے نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں کو جلایا نہیں بلکہ ٹھنڈک پہنچائی اس طرح پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ جیت گئے۔گریفن ذلیل ہو کر بھاگ گیا پادری اور اُس کے ساتھی بھی بہت شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔اس پر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا (۲۰)

اب جب موہڑہ شریف میں یہ واقع پیش آیا تو انگریز پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھنے آتے وہ کون سی ہستی ہے جس نے گریفن کو شکست دی راولپنڈی ڈویژن کے کمانڈنگ جنرل برڈوڈ جو بعد میں انڈین آرمی کے کمانڈر ان چیف بنے۔اُنہوں نے موہڑہ میں اپنی آمد کا خوب ذکر کیا ہے۔پیر نظیر آحمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے نہ اس کام کو پہلے دیکھا اور نہ ہی سیکھا تھا۔محض انبیاء علیھم السلام کی توہین کے بیان سے جوش میں آیا اور درود ابراہیمی پڑھ کر مٹی پر دم کر کے پاؤں پر ڈالی تھی ہر گز کچھ اور بات نہ تھی۔یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز کا رعب اور دبدبہ پورے عروج پر تھا اور عیسائی پادری مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔اس واقعہ سے عیسائی پادری کو موہڑہ شریف اور قرب وجوار تبلیغ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ہی کبھی کوئی مناظرہ ہوا۔حالانکہ کوہ مری شہر میں ان کے کئی دفاتر موجود ہیں۔(۲۱)

جنرل برڈوڈ: (Bird Wood) فیلڈ مارشل لارڈ برڈوڈ ''سابق کمانڈران چیف'' انڈیا نے ۱۹۲۱ء میں اپنی خود نوشت سوانح عمری بزبان انگریزی ''Khaki And Gown'' میں جس کا مقدمہ ونسٹن چرچل سابق وزیر اعظم برطانیہ نے لکھا ہے۔ جس میں خاص طور پر موہڑہ شریف کے اولیاء کے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔

I then went off on around of inspection, returning to my summar headquarters at murree in due course, unlike the Simla hills, where the population is preponderantly Hindu and whence few men take service in the army, the hills around Murree are peopled by Musalmans, many of them old soldiers. I greatly enjoyed my long walks through this lovely country. At Mohra Sharif (i.e 'Holy' Mohra) I found a wonderful old Muslim Pir, who had sat there for forty years, supported by the offering of his followers. He is highly venerated in those parts, and people kiss his doorstep, bed, hands and feet as they entre. He certainly struck me as a remarkably saintly man. (۲۲)

اُردو ترجمہ: ''میں مختلف فوجی تنصیبات کے معائینوں کے بعد موسم گرما کے ہیڈ کوارٹر مری واپس پہنچا۔ شملہ پہاڑوں کے برعکس جہاں اکثر آبادی ہندوؤں کی ہے جو فوج میں بہت کم بھرتی ہوتے ہیں۔ مری پہاڑوں کے علاقہ میں تمام مسلمان آباد ہیں ان میں کئی فوجی پنشن یافتہ ہیں۔ میں اس خوبصورت اور پرفضا علاقہ میں بہت دور تک پیدل سفر سے لطف اٹھایا، موہڑہ شریف کے پہاڑی علاقہ میں ایک بزرگ مسلمان پیر صاحب سے ملا جو وہاں عرصہ ۴۰ سال سے بیٹھے تھے، اور اُن کے مریدان کو نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ وہ بزرگ اس علاقہ میں بہت ہی ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔ میں اس عظیم اور بزرگ ہستی کو مل کر بہت متاثر ہوا۔''

استدراجی علوم: پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ نے استدراجی علوم ہپنا ٹزم، مسمریزم، سپر چولزم، ٹیلی پیتھی اور تھاٹ ریڈنگ وغیرہ کا بغور مطالعہ کرنے کی ہرگز خواہش نہیں کی مگر مالک نے مجھ پر ان کی حقیقت واضح کردی کہ بہت

سفلی چیز ہے اور محض شعبدہ بازی ہے۔

اقوام گکھڑ اور راجپوت کی اصلاح: خان بہادر راجہ خداداد خان جماعت اہلحدیث کے ایک معزز رکن اور ریلوے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ کسی کام سے موہڑہ شریف آئے اور پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی دو دن موہڑہ شریف میں رہے۔ کیونکہ خان بہادر خان صاحب متلاشی حق تھے۔ فوراً حالت بدل گئی پہلے وہ مذاہب کے خلاف تھے اہل حدیث کے طرز کے لیکچر دیتے تھے اور انکی طرز معاشرت امیرانہ تھی۔ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کی ایک ہی نظر سے اُسکی قسمت بدل گئی بیعت ہو کر واپس گئے تو لوگوں کو نماز روزے کی تعلیم دیتے ذکر کی محفلیں منعقد کرتے اصلاحی جلسوں میں تقریر کرتے اور لوگوں کو فقراء اور مساکین صاحبان طریقت کی تعلیم دیتے۔ اپنے پیر بھائیوں کا خاص خیال رکھتے۔ راجہ صاحب کی تجویز پر پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ اور دوسو معزز خلفاء کی جماعت پیر صاحب کی سربراہی میں بنائی گئی جس کا مقصد قبائلی اور دوسرے علاقوں میں جا کر لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دینا تھا اور اس معزز خلفاء کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے۔

۱۔ چونکہ قبائل گکھڑ، راجپوت اور دیگر معززین میں تعلیم کا فقدان ہے ان کے لئے حصول تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲۔ ان اقوام میں غیر اسلامی رسومات کو ختم کرنا اور پانچ صد سالہ رفتار زندگی کو صحیح کرنا۔

۳۔ مالدار اشخاص کو ترغیب دلانا کہ تعلیمی فنڈ قائم کر کے غریب طلباء کی امداد کرنا۔

۴۔ مدارس اور مساجد کی تنظیم قائم کرنا اور علماء کے اخراجات کا اہتمام کرنا۔

۵۔ تمام لوگوں کو بیعت کرا کے طریقہ نقشبندیہ میں داخل کرنا۔

۶۔ ایک متحدہ کیانی کانفرنس کا انعقاد کرانا۔

راولپنڈی میں راجہ صاحب کی رہائش گاہ میں تمام خلفاء اکٹھے ہوئے تمام علاقوں میں اطلاع کر دی گئی۔ پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں ۲۰۰ علماء اور معززین کی جماعت تاریخی اصلاحی دورے پر روانہ ہوئی جس قبیلہ، شہر یا گاؤں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاحی اور دینی خطاب فرمائے انکے نام۔ راولپنڈی۔ سوہاوہ، ضلع جہلم، کھڑیوٹ لہڑی، بکڑالہ، گڈاری خورد، گڈاری کلاں، پنجاڑ، پیرال، دوانگی، کروٹہ، شاہ پور، گولڑہ شریف، خان پور، دھدوچھہ، چنام، کہوٹہ، بلا کھر، کلر سیداں، میرا مٹور، ترلائی، ڈھیری شاھاں وغیرہ وغیرہ آپؒ نے ۴۵ دن کا طویل

اصلاحی دورہ کیا۔اس دورے سے پابندی دین بھی ہوئی اور تعلیم میں غیر معمولی اضافہ بھی ہوا خصوصاً جولوگ نماز سے متنفر تھے وہ تہجد گزار ہوئے۔اور وظائف کے پابند ہو گئے اور غیر اسلامی رسومات کا انسداد ہوا۔خان بہادر خلیفہ راجہ خداداخان صاحب نے اس صفر کی یادگار میں جماعت کے تمام افراد کو سونے کے تغمے بھی پیش کئے۔(۲۳)

حضرت غوث الامّت کا مقام: آپؒ نے فرمایا کہ میں نے کبھی غوث الامتؒ کو اپنا والد نہیں سمجھا بلکہ اپنا رہنما اور مرشد ہی گردانا میرا وقت غوثا الامتؒ کے ساتھ ایسا گذرا کہ ہرگز اس کی مثال موجود نہیں۔آپؒ اپنے والد کے خلفاء مریدین اور طریقت کی ایسی خدمت کی کبھی کسی نے نہیں کی۔غوث الامتؒ نے لوگوں کو بارہا فرمایا کہ مجھ پر خدا کے جو فضل ہیں ان میں سب سے بڑا افضل یہ ہے کہ خدا نے مجھے نظیر احمد جیسا بیٹا اور ولی عہد دیا۔ (۲۴)

انسانی خدمت: آخر یہی بیداری پیدا ہوئی کہ عرش سے لیکر فرش تک انسانی خدمت ہی بارگاہ الٰہی میں عزت کا ذریعہ ہے۔خدمت مخلوق باعث رضامندی مولا کریم ہے۔مگر قرب الٰہی کا باعث انسان کی خدمت ہے۔

انگریز کی پالیسی: آپؒ نے فرمایا کہ انگریز نہیں چاہتے تھے کہ۔مسلمان تعلیم حاصل کریں۔آپؒ نے کچھ خلفاء تبلیغی دورہ پر سرحد کے مختلف اضلاع میں روانہ کئے تو انگریز حکومت نے سخت مخالفت کی لیکن آپ کے خلفاء نے سرحد کے ہر ضلع میں دینی اور اصلاحی خدمات جاری رکھیں۔

علاقہ یاغستان کی بادشاہت: آپؒ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء تک علاقہ یاغستان کے حکمران رہے۔آپؒ اصلاحی خدمات کیلئے ہندوستان کے دورے پر روانہ ہوئے۔تاکہ لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا جائے پہلے مشرقی پنجاب اور پھر شملہ پہنچے اور دین کی تبلیغ شروع کی اسی دوران یاغستان میں قبائل کا بہت بڑا نزاع ہو چکا تھا لیکن صلح کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔چنانچہ حکومت برطانیہ کو مشورہ دیا گیا کہ اس علاقہ میں پیر نظیر احمدؒ کا روحانی اثر رسوخ ہے ان کے سامنے سب سر جھکا دیں گے۔وائسرائے نے پیر نظیر احمدؒ کو بلایا بات چیت کی اور عرض کی کہ آپ اس علاقہ میں اپنی حکومت بنالیں لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ سوچ کر فیصلہ کروں گا۔آپؒ واپس موہڑہ شریف آ گئے۔اسی دوران قبائل کے مختلف وفود آئے اور عرض کی کہ آپ سرداری قبول کرلیں تاکہ ہمارے آپس کے تنازعات ختم ہوسکیں۔حضرت پیر نظیر احمدؒ کے دل میں خیال آیا کہ لوگوں کو دین اسلام پر کاربند کرنے کی جو خواہش ہے شاید اللہ کی طرف سے اس کی تکمیل کیلئے علاقہ یاغستان عنایت ہوا۔چنانچہ عالی مقام نے اس بات

کو منظور فرمایا اور اس علاقہ میں چلے گئے۔ حضرت پیر نظیر احمدؒ کے ہاتھ پر تمام لوگوں نے سلطانی بیعت کی اور حکومت برطانیہ کے ساتھ الحاق کا ایک اقرار نامہ کرنا پڑھتا تھا۔ پیر نظیر احمدؒ کے سامنے اقرار نامہ رکھا گیا اس میں جو شرائط رکھیں گئیں اس میں درج تھا نظام تعلیم اور جنگلات کی آمدنی حکومت برطانیہ کے ماتحت ہوں گے۔ آپ نے ان شرائط کو مسترد کر دیا۔ جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ سے پیر صاحب کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اور نوبت نزاع تک پہنچ گئی۔ اور حکومت برطانیہ نے علاقہ میں جانے سے منع کر دیا۔ مگر آپ انگریز حکومت کی پرواہ کئے بغیر سینکڑوں مریدوں کے ساتھ ایبٹ آباد کے راستے یاغستان کے لئے روانہ ہوئے۔ آپؒ کا کارواں گورنر ہاؤس نتھیا گلی پہنچا تو آپؒ نے لاٹ صاحب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی پہلے تو لاٹ صاحب نے انکار کیا مگر پھر ملاقات کے لئے آمادہ ہوئے اور کہا کہ پیر صاحب آپ نے حکومت برطانیہ کا حکم تسلیم نہ کر کے اچھا نہیں کیا لہٰذا آپ اس علاقہ میں نہیں جا سکتے۔ اگر آپ نے وہاں جانے کی کوشش کی تو آپ کو گرفتار کر لیا جا گا۔ پیر صاحب نے فرمایا یہ تجویز تمہاری حکومت کی تھی۔ اب میں وہاں ضرور جاؤں گا۔ اس پر گورنر صاحب نے غصہ میں کہا آپ کیا اور آپ کی جماعت کیا برطانیہ چاہے تو پورے اسلام کو نیست و نابود کر دے آپ چار بجے تک اپنی گرفتاری کا انتظار کریں۔ پیر نظیر احمدؒ نے فرمایا اسلام کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے اور یہ بات اسی دن پوری ہو گئی۔ آپؒ کو جلال آ گیا اور قافلہ کے ساتھ ایبٹ آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۲۵)

گورنر کی موت: مالک الملک واقعی بدیع العجائب ہے۔ نہایت تھوڑے وقت میں غم کو کس طرح بدل دیا آگ جلانے والے شخص کو خود ہی تباہ کر دیا۔ لاٹ صاحب اپنی بیگم کے ساتھ سیر کیلئے نکلا آگے پیچھے حفاظتی دستے ساتھ تھے سڑک کے کنارے پھول توڑنے کی کوشش میں سو فٹ نیچے کھڈ میں گر کر ہلاک ہوا اس کی لاش کے ٹکڑوں کو بوری میں بند کر کے لایا گیا۔ آپؒ نے اپنا سفر جاری رکھا موضع شیر گڑھ میں نواب انب در بند کے مجسٹریٹ نے استقبال کیا اور دو سو تیرہ پٹھان اپنی بندوقوں کے ساتھ پیر نظیر احمدؒ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے اس سے آگے اوگی کے پولیٹیکل ایجنٹ ''روز'' کے مہمان بنے اور روز صاحب نے چار سو مسلح سپاہی ضلع ہزارہ کے علاقہ کی حفاظت کیلئے پیر صاحب کے حوالے کئے چنانچہ آپؒ نے اپنا سفر جاری رکھا اور اونچے پہاڑ پر پہنچے جسکا نام ''لچھے سر'' ہے کے دامن میں انگریزوں کی قبریں دکھائی دیں جو کہ ''باٹی اوملکی جنہوں نے مری کا علاقہ فتح کیا تھا اور وہاں

قبضہ جمانے کے بعد اس علاقہ میں آئے تھے اور یہاں آ کران کا خاتمہ ہوا۔ آپؒ نے اپنے ایک سو ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی اور آپؒ کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی جو اصحاب بدر کی تھی ۳۱۳۔ آپؒ سفید رنگ کی خچر پر سوار تھے جو نواب آف انب دربند نے نذر کی تھی۔ گویا غزوہ بدر کے ساتھ کئی امور میں مطابقت تھی۔

بیعت سلطانی: آپؒ بلند کوٹ پہنچے یہ مقام سنکڑی کا مرکز تھا یہاں آپؒ بہت دنوں تک قیام کیا آپؒ ملکی معاملات کے علاوہ لوگوں کی دینی اصلاح بھی کی آپؒ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے علاقہ کے لوگ جوق در جوق آتے اور بیعت کی سعادت حاصل کرتے اور اس بات کا بھی حلف اٹھاتے کہ خانگی فسادات اور مخالفتوں کو ترک کر کے متفقہ طور پر امن قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوگی اور پیر نظیر احمدؒ کے ماتحت جان و مال و بندوق قربانی کیلئے پیش ہوگی۔ چنانچہ دس روز تک یہ کاروائی ہوتی رہی اور سب اقوام سنکڑی، نصر خیل، بسی خیل، حسن زئی، سادات گانیاں وغیرہ وغیرہ آتے اور تحریری معاہدے بھی کرتے چنانچہ والئی سوات نے بھی اپنی کاروائیاں جاری رکھیں۔ تمام لوگ بیعت سلطانی سے فارغ ہو کر واپس چلے گئے صرف دو سو آپؒ کے ساتھی اور چار سو جوان چغرزئی قوم کے آپؒ کی حفاظت کے لئے رہ گئے۔ ہر روز مخفی ڈائری والئی سوات کو پہنچتی تھی اور ان کے مظلوم لوگ آپؒ کے زیر سایہ آ کر پناہ گزین ہوتے تھے اور والئی سوات کو سخت خطرہ ہوا کہ والئی سوات ٹوٹ جائے گی ادھر ان کے دوست گورنر پیئر بھی دائمی مفارقت دے گئے تھے اس لئے والئی ریاست نے ایک بڑا لشکر آپؒ کے مقابلے کیلئے قلعہ چکیسر میں جمع کر رکھا تھا۔

والئی سوات کے لشکر سے جنگ: سواتی لشکر چکیسر سے رات کے وقت دیدل اور کماچ سے کشتیوں کا پل بنا کر دریا عبور کیا اور حملے کی تیاری شروع کر دی اس دوران آپکے سپائیوں کو علم ہوا تو سب سپاہی اپنا سامان اور خچروں کو لیکر قلعہ شنگرائی میں آ گئے رات کا ایک بج چکا تھا آپ کی فوج کے لیڈر رکین خان نے کہا کہ چار ہزار سے زائد کا لشکر جو اسلحہ سے لیس مکمل تیاری کر کے آیا تھا یہ مٹھی بھر سپاہی کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات سن کر پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار نے اپنے چند سپائیوں کے سامنے ایک زبردست تقریر فرمائی اور فرمایا کہ اگر کوئی شہید ہوگا تو سب سے پہلے میں شہید ہوں گا اللہ کا نام لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑھو اس تقریر کو تمام پٹھان سن رہے تھے۔ اس تقریر کا تمام قوموں کے افراد پر بجلی کی طرح اثر ہوا اور فوراً آپؒ کے سامنے آ گئے اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو بادشاہ بھی ایسا ہی ملا

ہے کہ جس کی مثال ہمارے ملک میں نہیں اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ پیر صاحب اب آپ تسلی رکھیں ہمارا ایک ایک سپاہی سینکڑوں آدمیوں پر غالب ہوگا۔ چنانچہ جنگ شروع ہوگئی دشمن کے فائر سے ہمارے ایک سپاہی کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہمارے سپائیوں نے بھی حملہ شروع کر دیا اور سواتی فوج کے ایک آدمی نے اعلان کر دیا کہ پیر نظیر احمد کے سپاہی ہماری صفوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس طرح سواتی پسپا ہو کر دریا عبور کر کے قلعہ کماچ میں جا کر دم لیا اس طرح اللہ تعالٰی نے آپؒ کو فتح نصیب فرمائی آپؒ نے تین دن قیام فرمایا رؤسا معززین اقوام کو ذمہ داریاں دی گئیں ڈاک رسانی کا انتظام کیا گیا۔ اس کے بعد آپؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ دربند پہنچے تو نواب صاحب بہادر ، وزراء صاحبان اور معززین کی معیت میں استقبال کے لئے تشریف لائے اور بڑے میدان میں بصورت جلسہ مجلس ہوئی۔ نواب صاحب بہادر نے بڑے تزک واحتشام سے مہمان نوازی کی دوسرے دن نتھیا گلی اور تیسرے دن موہڑہ شریف پہنچے۔ دو ماہ تک موہڑہ شریف میں قیام فرمایا آپؒ موہڑہ شریف سے حکم جاری فرماتے۔ آپؒ نے درج ذیل احکات کی طرف توجہ دی۔

ا۔ اقوام نندہاڑ کے جرگے ان کی بیعت سلطانی اور معاہدے۔

۲۔ آلائی کوہستانی کے جرگے۔ ان کی بیعت سلطانی اور معاہدے۔

۳۔ تنظیم اقوام۔

۴۔ تربیت لشکر و تقرری قلعہ جات

۵۔ تنخواہ دار ملازم۔ مذید بھرتی اور ملک میں ان کو اپنے اپنے کام پر تعینات کرنا۔

۶۔ امن وعامہ کا نظام قائم کرنا۔

۷۔ اسلحہ کی کمی کو پورا کرنا۔

۸۔ بڑے قلعہ کی تعمیر جس میں سامان حرب جمع ہو جو بوقت ضرورت لشکری لوگوں میں تقسیم کیا جا سکے۔

اس لئے یہ مصلحت قرار پائی کہ ایبٹ آباد میں دارالحکومت بنایا جائے اور یہاں سے حکومتی امور سرانجام دیئے جائیں۔ چنانحہ آپؒ نے ایبٹ آباد گراس فارم کے قریب جگہ کو منتخب کیا جو حکومتی امور چلانے کیلئے کافی تھی۔ حکومتی امور چلانے کیلئے آپؒ نے مولوی صفی اللہ صاحب کو وزیر اعظم بنایا جس نے وزیر اعظم کا حلف اٹھاتے ہی ملکی

انتظام کو کنٹرول کیا اور امن قائم کیا آپ نے جن امور کی طرف زیادہ توجہ دی وہ حسب ذیل تھے۔

۱۔ ہر جگہ اور ہر قوم میں اپنے دفاتر قائم کرنا اور انتظامی امور کا نظام قائم کرنا۔

۲۔ ہر جگہ میں مخالفین کی کاروائی کی تردید کرنا یعنی انسداد بدگمانی اور ترغیب وفاداری۔

۳۔ فوج کی تنظیم اور اسلحہ کی فراہمی۔

۴۔ بیعتِ سلطانی اور اقوام سے معاہدے

۵۔ مخالفین کی کاروائی اور ملکی فضا کا علم قائم کرنا اور اس کے مطابق کارندوں کی تربیت واصلاح کرنا۔

۶۔ مساجد کو مرکزی حیثیت دینا اور ان میں اسلامی نظامِ تعلیم قائم کرنا۔

۷۔ راشن کا بندوبست کرنا۔

۸۔ جنگلات کی دیکھ بھال اور دیگر وسائل آمدنی مہیا کرنا اور ملک میں تجارت کا سلسلہ جاری کرنا۔

آپؒ نے باقائدہ فوجی نظام قائم کیا آپؒ کی فوج کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ ہو چکی تھی۔
فوج کو تنخواہ اور راشن رہائش وغیرہ مہیا کی جاتی تھی۔ (۲۶)

ان اعلیٰ آفیسروں کے نام جو اس کام سے متفق اور موید تھے۔

۱۔ مسٹر بولٹن چیف کمشنر پشاور۔

۲۔ مسٹر کین چیف کمشنر پشاور۔

۳۔ آنریبل ہاول فارن سیکریٹری وائسرائے اور پولیٹیکل سیکریٹری۔

۴۔ غیاث الدین صاحب خان بہادر اسسٹنٹ پولیٹیکل سیکریٹری۔

۵۔ مسٹر مٹکاف پولیٹیکل سیکریٹری وائسرائے۔

۶۔ گورنر لاہور ڈیمانڈ مورنیسی۔

۷۔ سر سکندر حیات جو بعد میں گورنر پنجاب ہوئے۔

۸۔ مسٹر سنکلیر ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔

۹۔ مسٹر بریڈفورڈ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی۔

۱۰۔ مسٹر روز پولیٹیکل ایجنٹ اوگی۔

۱۱۔ مسٹر کالرج جنرل آفیسر ناردرن کمانڈ۔

ان آفیسروں کے نام جو پیر نظیر احمدؒ کے مخالف تھے۔

۱۔ گورنر پیئرز پشاور۔

۲۔ نواب صاحبزادہ عبدالقیوم خان وزیراعلیٰ گورنمنٹ پشاور۔

۳۔ مسٹر گریفتھ گورنر پشاور۔

۴۔ گل محمد پولیٹیکل ایجنٹ اوگی۔

گورنر پیئرز والئی سوات کے دوست ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کسی شخصی مخالف کا رشتہ دار بھی تھا مگر بڑی وجہ یہ تھی کہ اس نے حضرت پیر نظیر احمدؒ سے کہا تھا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں گورنر گریفتھ سے تصفیہ کرادوں مگر پیر نظیر احمدؒ نے یہ منظور نہیں کیا اس لئے گورنر حضرت پیر نظیر احمدؒ کے حق میں فیصلہ کر چکا تھا مگر بعد میں ان لوگوں کے کہنے پر مخالف ہوگیا۔

ان آفیسروں کے نام جو نہ مخالف تھے اور نہ عداوت رکھتے تھے گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل بھی کرتے تھے مگر راستی بھی رکھتے تھے۔

۱۔ مسٹر پارسن ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔

۲۔ کیرد چیف سیکریٹری پشاور۔

۳۔ سکندر مرزا ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔

ملکی حالت:۔ یہ ملک درحقیقت چار حصوں میں منقسم ہے۔

۱۔ **اقوام سنکڑی:** یہ لوگ دریا کے کنارے آباد ہیں اور زیادہ تر اصلی پٹھان ہیں۔

۲۔ **اقوام نندہاڑ:** یہ علاقہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ بہت قوموں میں منقسم ہے۔ یہ سب قومیں سواتی قوم کی شاخیں ہیں مگر بجائے خود ہر قوم ایک علیحدہ قوم کہلاتی ہے۔

۳۔ **آلائی:** یہ بہت وسیع علاقہ ہے اس میں میدان بھی ہیں اور پہاڑ بھی۔ جنگلات کی کثرت ہے اور زبان پشتو ہے

۴۔ **کوہستان:** اس حصہ کی آبادی متذکرہ اقوام کے برابر ہے مگر رقبہ ان سے بھی زیادہ ہے۔ سب پہاڑی علاقہ ہے۔ جنگلات کی کثرت ہے۔ کوہستان میں سواتی یا پٹھان نہیں ہیں۔ ان کی زبان کوہستانی ہے۔ (۲۷)

اسلامی سلطنت کا قیام: پیر نظیر احمدؒ کی حکومت درج ذیل علاقوں پر مشتمل تھی۔ ہزارہ کا پورا علاقہ جس میں مانسہرہ گلگت اور ہنزہ تک تقریباً دوسو میل کا علاقہ اور کوہستان کے وسیع علاقے شامل تھے۔ آپؒ نے ان علاقوں پر مشتمل ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم کی جس کی بنیاد اسلامی عدل وانصاف پر تھی۔ آپؒ کا مدعا یہ تھا اس علاقہ کی اقوام میں تنظیم کی تکمیل کی جائے تاکہ اسلام کیلئے ایک مضبوط مرکز قائم کیا جائے اور اسے جہادِ اسلامی کا مرکز بنایا جائے اس پروگرام کے ماتحت قلعہ میگزین کی بھی تعمیر کی گئی اور فوج کو منظم کر کے سامان حرب سے بھی لیس کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم وتربیت کا نظام بھی جاری کیا گیا۔ اسلامی مرکز کیلئے یہ جگہ موزوں تھی۔ اطراف میں کابل اور دریائے ہامون تک آزاد قبائل موجود تھے جن کے مراسم اسلامی حکومت سے اچھے تھے اور روسی سلطنت بھی قریب تھی۔ لہٰذا انگریزوں کے خلاف جہاد جاری کرنے کیلئے یہ موزوں ترین جگہ تھی۔

بادشاہت کو ترک کرنا: جب یہ تیاری مکمل ہوگئی تو نشان بادشاہت (جھنڈا) کی اجازت کی خاطر پیر نظیر احمدؒ موہڑہ شریف اپنے (والدم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ یہ جھنڈا اپنے قلعہ پر جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دارالحکومت تھا لہرایا جائے اس پر آپؒ کے (والدم) حضرت خواجہ محمد قاسمؒ نے بڑی متاثر کن گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ یہ میرا قابل بیٹا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی لئے عطا کیا ہے کہ میرے پیغام (اصلی پروگرام) مخلوق خدا کی خدمت کو جاری رکھے گا۔ کیونکہ یہ چیز دنیا کی قیادت اور بادشاہت سے کہیں بہتر ہے۔ اسی ضمن میں انہوں نے اور نصائح بھی فرمائیں۔ انہی دنوں چند واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ آپؒ نے ۱۹۳۵ء میں بادشاہت کو از خود ترک کر کے موہڑہ شریف میں قیام کیا۔ لیکن لوگوں کے متواتر جرگے آتے کہ آپ ہمارے بادشاہ ہیں ہم آپ کے زیرِ حکم جہاد کریں گے۔ آپؒ اگلے سال سرہند شریف تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد واپسی ہوئی لاہور میں قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک شخص زور سے منادی کر رہا ہے ''حضرت شیر شاہ غازیؒ نے انگریز کی حکومت کو فنا کر دیا''۔ تین دفعہ پکارا۔ اس کے بعد آپؒ کی آنکھ کھل گئی اور آپؒ نے اس خواب کو تحریر کرلیا۔ یہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے ۱۹۳۶ء کے بعد کے واقعات نے اس خواب کی تصدیق کردی۔

قائدہ عظمؒ سے ملاقات: آپؒ جولائی ۱۹۳۹ء سے مارچ ۱۹۴۰ء تک ہندوستان کے مختلف مقامات اور مسلم ریاستوں بالخصوص بھوپال اور حیدرآباد (دکن) کا اہم دینی و اصلاحی دورہ کیا اور جنوبی ہند میں میسور، مدراس، پانڈیچری اور ترچنا پلی تک تشریف لے گئے آپؒ کے اس دورے کے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ آپؒ ۱۹۴۰ء میں دہلی تشریف لائے اور پھاٹک حبش خان میں نذیریہ لائبریری کے مہمان خانہ میں قیام فرمایا۔ یہ جگہ جامع مسجد فتح پوری کے قریب واقع ہے۔ انہی ایام میں نئی دہلی میں حضرت قائد اعظمؒ سے بھی ملاقات ہوئی۔ مسلم لیگ لاہور کے تاریخی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا اور ہندو اخبارات نے قائد اعظمؒ کی مخالفت میں آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ صوفی غلام محمد صاحب جو پیر نظیر احمدؒ کی خدمت میں اس سارے سفر میں ساتھ رہے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک اعلیٰ قسم کا تانگہ لے آیا جس پر پیر صاحب بیٹھ کر قائد اعظمؒ کی رہائش گاہ (کوٹھی نمبر ۱۰ اورنگ زیب روڈ نئی دہلی) پر شام چار بجے پہنچے مس جناح صاحبہ نے آپؒ کا استقبال کیا اور تانگے کا دروازہ قائد اعظمؒ نے خود کھولا اور دونوں ڈرائنگ روم میں تشریف فرما ہو گئے ابتدائی ملاقات شروع ہوئی۔ دوران گفتگو پیر نظیر احمدؒ نے دریافت فرمایا کیا آپ کی موجودہ تحریک کا اصل مدعا کیا ہے؟ اس پر قائد اعظمؒ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری کم و بیش ساری زندگی ہندو لیڈروں کے ساتھ گزری ہے میری کوشش تھی کہ ہندو مسلم مل کر آزادی کی تحریک چلائیں اور ایک آزاد قوم کی حیثیت سے رہ سکیں۔ مگر میری زندگی کا تلخ ترین تجربہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی کی واحد نمائندہ جماعت قرار دیتے ہیں وہ محض دھوکا ہے، حقیقتاً یہ ایک ہندو تنظیم ہے اور ان کا منصوبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو موجودہ وقت میں اپنا ہم نوا ظاہر کر کے انگریزوں سے آزادی حاصل کر لیں مگر اس کے بعد ہندو آبادی کی چار گنا زیادتی کی بنیاد پر مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے اپنا غلام بنالیں گے۔ کانگریس کے علاوہ ہندوؤں اور غیر مسلموں کی بہت سی تنظیمیں ان کی ہم نوا بن چکی ہیں اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی بھی بہت سی تنظیمیں مثلاً مجلسِ احرار اور مجلس مومنین وغیرہ ان سے ملاپ کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے ان کی تاریخ کا یہ اہم ترین اور فیصلہ کن مرحلہ ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں یا غلامی مجھے یقین کامل ہے کہ اگر مسلمان اتحاد پیدا کریں اور مسلم لیگ کو مضبوط کریں تو ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی ریاست قائم کر سکتے ہیں جس میں اسلامی قانون کا نفاذ ہوگا۔ مجھے نہ تو ذاتی شہرت کی ضرورت ہے نہ مال و دولت کی تمنا اور نہ ہی سربراہ مملکت بننے کی آرزو ہے البتہ ایک ہی تڑپ

ہے کہ مسلمانانِ ہند کو انگریز اور ہندو کی غلامی سے آزاد کر سکوں۔ اس مدعا کیلئے میں نے زندگی وقف کر دی ہے اور اسے حاصل کرنے کیلئے میں اپنی بہترین کوششیں جاری رکھوں گا۔ انشاء اللہ قائداعظم کی اس گفتگو سے پیر نظیر احمدؒ بہت متاثر ہوئے اور دعا فرمائی۔ آپ اس نیک مشن میں ضرور کامیاب ہوں گے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے رخصت چاہی۔ قائداعظمؒ اور مس جناح صاحبہ دونوں نے بڑے تپاک اور احترام سے رخصت کیا تاریخ گواہ ہے کہ تحریک پاکستان ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے سات سالوں کے عرصہ میں نہایت نازک مراحل سے گذری اور قائداعظمؒ کے سامنے بے شمار دشواریاں پیش آئیں مگر وہ باوجود اپنی نحیف اور کمزور صحت کے اپنے بنیادی ارادے پر چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔ چنانچہ انگریز اور ہندو حریفوں نے بھی تسلیم کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انگریز اور ہندو کی انتہائی مخالفت کے باوجود ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک آزاد اسلامی مملکت (پاکستان) قائم ہوگئی۔ (۲۸)

حدیث مبارک: فقال اذهد فی الدنیا یحبک الله و اذ هد فیما عند الناس یحبک الناس. (۲۹)

ترجمہ:۔ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عمل بتائیں جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ اور لوگ (تمام انسان) مجھ سے محبت کریں۔ نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے زُہد (کنارہ کشی) اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھے محبوب بنائے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زُہد اختیار کر لوگ تجھے محبوب بنالیں گے۔

تحریک قادیانیت اور ختم نبوت ۱۹۵۳ء: آپؒ نے قادیانی علماء سے بھی مناظرہ میں میں حصہ لیا اور قادیانی علماء کو منہ کی کھانی پڑی آپؒ نے قادیانیوں کے مناظرہ میں ایسے دلائل دیئے جسے قادیانی علماء جواب نہ دے سکے اور پھر کبھی موہڑہ شریف کا رخ نہیں کیا۔

ولی اللہ اور مرشد کا مقام: آپؒ نے فرمایا کہ ولی اللہ اور مرشد تو وہ شخص ہوسکتا ہے جس کے خیال کے مطابق حالات بدل جائیں۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا دوست ہو اور اللہ نے اسے اپنا قرب عطا فرمایا ہو۔ اللہ پاک کے دوست ہمیشہ غالب اور فوقیت پر ہی رہیں گے۔

فنافی اللہ: آپؒ نے فرمایا جب کوئی شخص خالصتاً اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو پھر اسکی اپنی ذات ختم ہو جاتی

ہے۔اور اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ ایسا شخص جو سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ وہی سوچتا ہے جو مالک کی طرف سے ہوتا ہے ایسے شخص کی ذات ملکیت ہے۔اس کی بشریت ختم ہو جاتی ہے۔

تزکیہ نفس: پیر نظیر احمدؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص خدمت خلق پر خود بخود معمور نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ پاک کے حکم کے ماتحت معمور ہوتا ہے۔اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے تزکیہ نفس ہو اور قلب کو تمام آلائشوں سے پاک کیا جائے تا کہ اللہ پاک کا نور اس شخص پر نازل ہو۔(۳۰)

ا۔مکتوبات نظیریہ: اہل طریقت اور صوفیائے کرام سے تعلق جہاں تذکروں اور تاریخ میں بہت سا مواد ملتا ہے وہاں ان کے ملفوظات،فرمودات اور مکتوبات کے بھی متعدد ذخیرے محفوظ ہو گئے۔جن سے انکی سوانح اور تعلیمات پر روشنی پڑھتی ہے۔ جیسے مکتوبات امام ربانیؒ حضرت مجدد الف ثانی،فوائد الفواد،(حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات۔مرتب حضرت امیر خسرو) وغیرہ۔حضرت الحاج پیر نظیر احمدؒ المعروف بہ سرکار موہڑوی نے بھی اپنے بے شمار عقیدت مندوں اور مریدوں کو مکتوبات تحریر فرمائے جن میں سے بہت سے خطوط ومکتوبات ضخیم کتاب ''نسبت روسولیصلی اللہ علیہ وسلم کے باب پانچ میں ''مکتوبات نظیریہ'' کے عنوان سے ۸۵صفحات میں میحط ہیں۔جس کی سرسری تفصیل اسطرح سے ہے۔درج ذیل مضمون کے تحت آپؒ نے مکتوبات تحریر فرمائے۔تبلیغی مکتوبات،روحانی مکتوبات،خواب کی حقیقت،دل کی نگہبانی،نفس اور شیطان،دنیا کی طرف رغبت،خدا کی خلافت،عبادت کے معنی ،سالک کی مراد،۸۶۔۷۔۹۲ کیوں تحریر کیا جاتا ہے۔اصلی معاملہ خدا کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ مالک کے دروازے پر ہی کاسۂ گدائی کی جائے،دیناوی ترقی شجرۂ لقاء،اصحاب طریقت کی تعلیم وتربیت،رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین چیزوں کی تعلیم،زندگی کا اصلی مقصد،دعا،چند مسائل تصوف،مخالفوں سے سلوک حفیظ جالندھری کا تعلق،شیخ طریقت کے فرائض،حج ایک چلہ ہے،دہلی میں قیام،اعلیٰ حضرت کی علالت،موہڑہ شریف کا سفر،مری کی برف باری،خاص کامیابی کے لئے وظیفہ،ضروری نصائح،روحانی مجلس کا قیام،شاندار عمل کا اختیار کرنا،مسائل تصوف و طریقت پر بھی آپؒ نے اپنے خلفاء اور عقیدت مندوں کو مکتوب تحریر فرمائے۔آپؒ کے رئیس الخلفاء الحاج سردار محمد سرفراز خان صاحبؒ سابق ایڈیشنل اکاؤنٹنٹ جنرل۔ پنجاب کو ایک مکتوب روحانی تعلیمات کیلئے لکھا جو کہ قارئین کیلئے بطور نمونہ تحریر ہے۔

۷۸۶

۹۲

آپ کی چٹھی ۹۴۔۴۔۱۶ کو ملی۔ اس کے پڑھنے سے دل کو مسرت ہوئی بلکہ آپ کی طرف بہت معمولی خیال پیدا ہوا دراصل دستور یہ ہے کہ اگر جواہرات، سونا، چاندی، سبزی مٹھائی اور پھل اگر کسی مال خانہ میں ہوں تو سبزی اور فروٹ وغیرہ کے خریداروں کے سامنے جواہرات نہیں رکھے جاتے بلکہ ہر دوکان کا دستور ہے جس چیز کا خریدار ہو وہی چیز اس کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ ہمارے پاس عموماً لوگ دنیاداری کے احتیاج والے مصیبت والے غم خوار لوگ آتے ہیں۔ انکی خدمت انکی خواہش کے مطابق کی جاتی ہے تاکہ ان لوگوں کا مالک راضی ہو اور اس سے دوستی میں پختگی ہو۔ اور کبھی کبھی ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو تمام علوم حاصل کر کے دنیا میں خدا سے ملنے کی خواہش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ان سے ہم کو ہم راز کرنا اور اصلی سودا دینا ہمارا فرض ہوتا ہے اور وہ دنیا کے ہزار ہا رنگ، خوشی اور مصیبت اصلی اور نقلی رنگ دیکھنے کے بعد آتے ہیں تو اس نایاب گوہر کی قدر کرتے ہیں اور ہمیشہ کیلئے سیراب ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ سے مل کر اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر ہمارا فرض ہے کہ اپنے حقیقی راز کو ہر طریق سے پوشیدہ رکھیں اور نا اہل لوگوں سے دور رکھیں۔ مختصر یہ کہ اگر آپ کی ملاقات ہوئی تو مجھ کو بہت خوشی ہو گی اور انشاءاللہ آپ کی تمام زندگی قیمتی ہو جائے گی فقط۔ مجھ کو آپ کے خیالات کی دل سے قدر ہے۔

دعا گو نظیر احمد آپ کا خیر اندیش

آپؒ نے ایک خاص کامیابی کیلئے اپنے عقیدت مند کو مکتوب تحریر فرمایا سلام دعا کے بعد آپؒ نے حرف ''الحسیب'' خاص کامیابی کیلئے پڑھنا بہتر ہے اور ''وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ '' اگر زیادہ پڑھیں تو بہتر ہے تاکہ ان کی کاروائی جو جا رہی ہے وہ باطل ہو جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ خداوند کریم آپ کو کامیابی اور فتح عطا فرمائے گا۔ (۳۱)

۲۔ خطبات نظیریہ: بسا اوقات سالانہ عرس کے موقع پر علماء کرام سوالات پیش کرتے تو آپؒ ان سوالات کے جوابات عطا فرماتے اور ایک نہایت بلیغ اور نصیحت افروز خطبہ ارشاد فرماتے ایسے چند خطبات باب نمبر ۶ میں جمع کیئے گئے ہیں۔

۳۔ ملفوظات نظیریہ: آپؒ اپنے عقیدتمندوں کی اصلاح کیلئے جو ارشادات عطا فرماتے وہ ان کی تربیت کیلئے

ضروری ہوتے تھے آپؒ کے ملفوظات ابواب نمبر ۷ اور ۸ میں درج ہیں۔

بزرگانِ دین کے ملفوظات کی اہمیت: بزرگانِ دین کے اقوال وملفوظات ان کے تجربات ومشاہدات کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ اور ان میں خاص اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر ان کے الفاظ میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ جو لوگ ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آجاتی ہے۔

۴۔ کراماتِ نظیریہ: آپؒ کی کرامات کا احاطہ بہت مشکل کام ہے ان میں سے معروف کرامات کا ذکر باب نمبر ۹ میں موجود ہے۔ (۳۲)

پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کا وصال مبارک: ۱۹۶۰ء کے مہینوں میں آپ کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی۔ آپ کے جانشین جناب شہزادہ ہارون الرشید ہمہ وقت آپ کی خدمت میں رہتے ان کی تجویز پر C.M.H مری میں داخل کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا ڈکٹروں نے علاج شروع کر دیا لیکن جناب اعلیٰ حضرت کی علالت کی شدت زیادہ تھی لہٰذا ڈاکٹر نے ملاقاتیوں پر سخت پابندی لگادی ۲۱ جولائی ۱۹۶۰ء کو خلیفہ محمد حسین قریشی کو بلا کر چار عدد مکتوب شریف تحریر فرمائے جن میں پہلا مکتوب صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے نام تھا جس میں دفاع پاکستان ایک اہم معاملے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی نیز یہ اطلاع بھی دی گئی تھی۔ کہ انھوں نے اپنے نور نظر حضرت پیر ہارون الرشید کو اپنا سجادہ نشین مقرر کر دیا ہے ان ایام میں صدر مملکت ملک سے باہر تھے واپسی پر خط کا جواب تحریر کیا جو کتاب کے صفحہ ۲۱۴ میں درج ہے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء بروز جمعۃ المبارک اعلیٰ حضرت صبح سے ہی یا حسیب الوکیل کا ورد جاری کئے ہوئے تھے۔ ۱۱ بجے کے قریب بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے ایک طرف ہاتھ بڑھا کر. بڑے جذبے سے فرمایا ہٹ دور ہو۔ مردود دو دفعہ ایسا کہا۔ اس کے بعد دھیمی آواز میں اللہ۔ اللہ۔ اللہ پڑھا اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بستر پر لیٹ گئے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ اسی حالات میں اپنی جان اپنے مولا کے حضور پیش کردی یوں شریعت وطریقت کا یہ چمکتا دمکتا آفتاب اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ غروب ہوگیا۔ یہ سانحہ عظیم مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء بمطابق ۱۳۸۰ھ بروز جمعۃ المبارک پیش آیا۔ وصال شریف کے وقت شمسی حساب سے ۸۰ سال اور قمری حساب سے تقریباً ۸۲ سال عمر مبارک تھی۔ آپ کی نماز جنازہ موہڑہ شریف میں آپؒ کے خلیفہ مولانا غلام محمد پڑانگ صاحب نے پڑھائی جس میں ہزارہا عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ آپؒ کا روضہ مبارک

آپؒ کے فرزندو جانشین پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی نے تعمیر کروایا جو زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی روشنی کا ایسا مینار ہے جس سے ہزاروں ، لاکھوں انسان مستفیض ہوئے اور آئندہ ہوتے رہیں گے۔اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کلمات قدسیہ کے نور سے اپنی تاریک راہوں کو روشن ومنور کرتے رہیں گے۔انشاءاللہ۔(۳۳)

غوث المعظمؒ کا چہلم شریف اور حضرت پیر ہارون الرشید کی سجادہ نشینی: جناب الحاج صوفی محمد حسین قریشی صاحب جو گذشتہ چالیس سال سے اعلی حضرت پیر صاحب کے مخلص اور راز دار خادم تھے جوان دنوں محکمہ فوج میں سویلین گزیٹڈ آفیسر کے عہدہ پر مقرر تھے اُنہیں اعلیٰ حضرتؒ کی علالت کے آخری ایام میں موہڑہ شریف، مری اور راولپنڈی ہسپتال میں ہر وقت خدمت میں رہنے کا موقعہ حاصل رہا اس لئے پیر صاحب نے وصال سے ایک دن قبل صوفی محمد حسین قریشی صاحب سے فرما دیا تھا کہ میرے بعد سجادگی کے فرائض ہارون الرشید ادا کریں گے۔ اعلیٰ حضرتؒ کے چہلم شریف کی تقریب ۲۸ اگست ۱۹۶۰ء کو موہڑہ شریف میں حضور کے ہزار ہا عقیدت مندان ،خلفائے دربار شریف ملک کی بڑی ذمہ دار شخصیتوں ،فوج اور سول کے بڑے بڑے عہدیداران علمائے کرام، پیران عظام علاقہ اور نواح کے مقتدر اصحاب اور عوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔مکمل اتفاق سے اعلیٰ حضرت کے فرمان کی تعمیل میں حضرت پیر ہارون الرشید صاحب کے سر مبارک پر خلافتِ عظمیٰ، نیابتِ کبریٰ اور سجادہ نشینی کی دستار بندی ہوئی ماشاءاللہ پیر ہارون رشید صاحب اس سجادہ نشینی کا منصب حاصل کر کے اب بھی بدستور اعلیٰ حضرت سرکار مرشد کی روحانی وعرفانی توجہ کا مورد اور مرکز ہیں ان پر روز بروز بیش از بیش کرم نوازی ہو رہی ہے اور اعلیٰ حضرت کا تصرف روحانی ہی کارفرما ہے جب شروع ایام میں بعض اصحاب نے آزمائشی طریق پر اپنے مار گزیدگاں، سگ گزیدگاں اور دیگر خطرناک مریضاں برائے علاج روحانی بغرض شفا یابی پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں لا ڈالے تو اللہ کریم شافی مطلق نے اعلیٰ حضرتؒ کی برکت سے پیر ہارون الرشید صاحب کی دعاؤں کو مستجاب فرما کر ان مریضاں کو کامل شفا بخشی۔

الغرض پیر ہارون الرشید مدظلہ العالی کی ریاضت، عبادت، شبِ بیداری اور مخلوق خدا کی خدمت گذاری پاکیزہ اور بے داغ جوانی مجاہدات اور تصرفات روحانی آج کل ایک ضرب المثل بنی ہوئی کیفیتیں اور حقیقتیں ہیں۔(۳۴)

اخلاف کرام: حضرت پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کی اولاد نرینہ میں تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ بڑے صاحب زادے کا نام مبارک خان تھا۔ آپؒ اپنے والد پیر نظیر احمدؒ کی حیات میں ہی وصال کر گئے تھے۔

ا۔ پیر محمد مبارک خان نقشبندی مجددی کے نام سے مشہور ہوئے آپ اپنے دادا پیر خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار سے بیعت حاصل کی آپ کا شمار بھی صوفیہ کرام میں ہوتا ہے آپ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی درخواست پر موضع بوڑا جنگل ڈاکخانہ چک اکا تحصیل دینہ ضلع جہلم میں تشریف لائے اور علاقہ کے لوگوں کی دینی اور اصلاحی خدمات شروع کیں۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۲ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

آپؒ کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بڑے بیٹے پیر محمود قاسم برطانیہ میں مقیم ہیں اور لوگوں کی دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

دوسرے بیٹے پیر مسعود قاسم اور تیسرے بیٹے پیر نظیر قاسم نقشبندی مجددی علاقہ کے لوگوں کی دینی ملی اور اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پیر محمد مبارک خان نقشبندی مجددی کا مزار مبارک بوڑا جنگل دینہ ضلع جہلم میں ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مزار شریف کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان خوبصورت جامع مسجد تیار کی گئی ہے اور ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

پیر نظیر احمدؒ کے دوسرے صاحبزادے پیر گل بادشاہ صاحب آپ خیابانِ سرسید ضلع راولپنڈی میں مقیم تھے۔ آپ کا وصال مبارک بھی ہو چکا ہے۔

پیر نظیر احمد رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے حضرت پیر ہارون الرشید صاحب ہیں جن کی لئے یہ نعمتِ عظمٰی مشیت الٰہی اور قدرت کاملہ نے مخصوص فرمائی ہوئی تھی اور اعلیٰ حضرت پیر صاحب نے بھی اسی مشیت ایزدی کے ماتحت اپنے صاحب زادے کیلئے بچپن سے ہی خاص طور پر اعلیٰ مروجہ اور روحانی اور عرفانی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرما رکھا تھا۔ آخر انہیں اپنی جانشینی کی نعمت عظمٰی ان کے سپرد فرما کر آپ واصل بحق ہو گئے۔ ۱۳۲ سال سے موہڑہ شریف کی پر کیف وادی سرچشمہ فیض بنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شخصیتیں بخشی ہیں جن کی بدولت بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل گئی ہیں۔ جنہوں نے اس طرف رخ کیا ان کے گفتار د کردار بدل گئے اور روحانی مشکلات سے نجات حاصل کر کے باخدا ہو گئے۔ یہاں مخلوق خدا کی خدمت خدا کی رضا کیلئے

کی جاتی ہے۔مخلوق خدا کو خدا کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جو تخلیق کا مقصد حقیقی ہے۔طریقت نسبت رسولیصلی اللہ علیہ وسلم میں منسلک ہونے والے لوگوں کے قلوب خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے منور ہو جاتے ہیں۔اور وہ خدا کی غلامی اختیار کرتے ہیں کائنات ان کی غلامی اختیار کرتی ہے۔وہ عشق الٰہی میں محو ہو جاتے ہیں۔دنیا اور عقبہ کے غم و خوف سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔اس جگہ عرس مبارک سال میں دو مرتبہ انہی اغراض و مقاصد کی تکمیل کی خاطر منعقد کئے جاتے ہیں جن میں ہزار ہا انسان شریک ہوتے ہیں ذکر و فکر کے حلقے ہوتے ہیں۔قال اور حال کی محفلیں ہوتی ہیں جن میں علمائے کرام و صوفیائے عظام شریعت و طریقت کے مسائل بیان فرماتے ہیں۔اور نعت خواں حضرات گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہر عرس شریف کی آخری مجلس کبریٰ تیسرے روز منعقد ہوتی ہے۔جس میں اعلیٰ حضرت دسجادہ نشین پیر ہارون الرشید صاحب ایک روح پرور اور دل افروز خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اور تمام روحانی و جسمانی مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے بطفیل حضور انور ﷺ دعا فرماتے ہیں۔ پہلا عرس مبارک حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعظم اعلیٰ خواجہ نظام الدین کہیاں شریف اور حضرت پیر نظیر احمد موہڑوی سرکارؒ کی یاد میں جون کے پہلے ہفتے میں منعقد ہوتا ہے۔دوسرا عرس مبارک اعلیٰ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ اور غوث الامت خواجہ پیر محمد قاسمؒ کی یاد میں ماہ نومبر کے پہلے ہفتے میں منعقد ہوتا ہے۔ان اعراس میں لاکھوں کی تعداد میں زائرین شریک ہوتے ہیں۔زائرین کی تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' لاہور جدید پریس، ۱۹۹۸ء ص۔ ۴۰۔۴۴

۲۔ ایضاً۔ ص ۵۳۔۵۸

۳۔ محمد اشرف، ملک ''سوانح حیات'' کراچی، فائن آرٹ، ص۔ ۳۲۔۳۵

۴۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' محولہ بالا، ص ۹۸۔

۵۔ ایضاً ص۔ ۱۸۔۱۹۔

۶۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' محولہ بالا ۳۵۔۳۶۔

۷۔ ایضاً ص۔ ۱۹

۸۔ ایضاً ص۔ ۶۲۔

۹۔ محمد اشرف، ملک ''سوانح حیات'' ص، ۳۹۔۴۴

۱۰۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' محولہ بال، ص۔ ۶۶۔۶۹

۱۱۔ ایضاً ص ۱۴۷۔۱۵۰

۱۲۔ ایضاً ص۔ ۶۹۔۷۳۔

۱۳۔ القرآن، ۲:۲۷۵۔

۱۴۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' محولہ بالا، ص۔ ۷۵۔۷۸

۱۵۔ القرآن، ۲:۲۵۵۔

۱۶۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' محولہ بالا، ص۔ ۷۹۔۸۶

۱۷۔ القرآن: ۶۵۔۳۔

۱۸۔ محمد رشید، صوفی میاں، ''نسبت رسولی ﷺ'' محولہ بالا، ص۔ ۸۸۔۹۱

۱۹۔ ایضاً ص ۹۴۔۹۵۔

۲۰۔ محمد اقبال، ''علامہ''، ''بانگ درا'' لاہور غلام علی پبلشرز ۱۹۷۳ء ص۔ ۲۰۵

bakhtiar2k@hotmail.com

۲۱۔محمد رشید،صوفی میاں،''نسبت رسولی ﷺ''محولہ بالا،ص،۱۰۲۔۱۰۵۔

Bird wood, "Khaki and gown" London, Wod lock go Co, 1921: P-365۔۲۲

۲۳۔محمد رشید،صوفی میاں،''نسبت رسولی ﷺ''محولہ بالا،ص۔۱۰۷۔۱۱۵۔

۲۴۔ایضاً،ص۱۲۱۔۱۲۴۔

۲۵۔محمد اشرف،ملک،''سوانح حیات''محولہ بالا،ص۔۴۶۔۵۰۔

۲۶۔محمد رشید،صوفی میاں،''نسبت رسولی ﷺ''محولہ بالا،ص۔۱۶۸۔۱۸۱

۲۷۔ایضاً،ص۱۹۰۔۱۹۲۔

۲۸۔ایضاً،ص۔۵۰۰۔۵۰۳

۲۹۔جمال الدین سیروان،''المختار من ریاض الصالحین''جدہ،مطابع الاعتماد ۱۴۰۳ھ،ص۔۲۲۶،ج۔۳۔

۳۰۔محمد رشید،صوفی میاں،''نسبت رسولی ﷺ''محولہ بالا،ص۔۵۸۰۔۵۸۳

۳۱۔ایضاً،ص۔۔۲۱۵۔۳۰۰۔

۳۲۔ایضاً،ص۔۲۱۱۔

۳۳۔ایضاً،ص۔۲۱۱۔۲۱۳۔

۳۴۔ایضاً،ص۔۶۲۵۔۶۲۸۔

۳۵۔ایضاً،ص۔۶۲۸۔۶۳۴

باب : پنجم

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ

(۱) **سندھ کا تاریخی پس منظر:** خطہ سندھ کو پہلی صدی ہجری سے باب الاسلام کہا جاتا ہے۔ جب برصغیر پاک وہند میں کفر والحاد کا دور دورہ تھا اس وقت محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں مسلمانوں نے اس علاقے کو فتح کیا اور اندرون سندھ سے لے کر ملتان اور اس کے نواحی علاقوں تک پھیل گئے۔ مسلمان حکمرانوں کے حسن سلوک اور اسلام کے ابدی پیغام نے بے شمار مقامی آبادی کے دلوں کو موہ لیا اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد عرب حکمرانوں کی وہ گرفت تو نہیں رہی جو ابتداء میں تھی لیکن بعد میں ان کی جگہ ترک، غزنوی اور غوری خاندانوں کی حکمرانی قائم ہوئی۔(۱) لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ اصل مذہبی اور ثقافتی کام ان علاقوں میں علماء دین اور صوفیائے کرام نے انجام دیا ہمیں یہاں تاریخ کے ان شواہد کی تفصیلات میں نہیں جانا کہ ٹھٹھہ، بکھر (نواح سکھر) اوچ شریف، بہاولپور اور ملتان وغیرہ میں کتنے دینی وتبلیغی مدارس قائم تھے، کتنی خانقائیں صوفیائے کرام کے مراکز بنے ہوئے تھے اور کتنے صوفیائے کرام اطراف واکناف سے آکر طریقت وشریعت کا پیغام دے رہے تھے علم وفضل کا ہر طرف چرچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمین سندھ کو یہ شرف بخشا ہے کہ جو اس کی زرخیز مٹی میں سے کتنے ہی بزرگ، اولیاء اللہ، عارف باللہ صاف دل صوفی اور صالح درویش، شاعر، عامل کامل، اہل علم، ادیب اور انشاء پیدا ہوتے رہے۔ سرزمین سندھ ایسا خوش نصیب خطہ ہے جو برصغیر میں سب سے پہلے توحید ربانی رحمت رسالت ﷺ اور دین اسلام کے نور سے منور ہوا۔(۲) انگریزی حکومت کے زمانے کے تقاضے مختلف تھے۔ ان کی حکومت وتسلط جس طرح ہماری تاریخ اقتصادیات، ثقافت وتمدن اور مذہبی اقدار وضروریات پر منفی انداز میں متاثر ہوئی وہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے خطہ سندھ جو باب الاسلام کہلاتا تھا وہ ماضی کی علمی وتہذیبی یادگاروں کا ایک مدفن بن کر رہ گیا، اس زمانے میں قدرت نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر پیدا کی اور مختلف سطحوں پر اقامت دین، اصلاح طریقت وشریعت اور حریت وآزادی کی مختلف چھوٹی بڑی تحریکوں نے جنم لیا جو رفتہ رفتہ جدوجہد آزادی پر منتج ہوئیں خطہ سندھ میں مولانا عبید اللہ سندھی، پیر ابراہیم جان سرہندی، صبغت اللہ قادری پیر پگاڑا اول، شاہ عنایتؒ اور مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ جیسے

صوفیائے کرام کی دعوت وعزیمت نے ایسے دینی واصلاحی اور سیاسی کارنامے انجام دیے کہ کایا پلٹ گئی۔

(۳) اگر اس طرح کے واقعات تاریخ سندھ سے جمع کیے جائیں تو پاک وہند کا شاید ہی کوئی صوفی اور بزرگ نکلے جو سندھ نہ آیا ہو اور جس کا سندھ کی سرزمین کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے تعلق خاطر نہ ہو۔ (۴)

سندھ میں سلسلہ نقش بندیہ کی آمد: سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کے پہلے بزرگ مخدوم آدم ٹھٹھوی تھے۔ آپ کا نام آدم اور لقب ''مخدوم آدم'' ہے۔ ٹھٹھہ (سندھ) کے رہنے والے تھے اور عبدالاحد کے فرزند تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ایک طویل عرصہ تک مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے۔ تقریباً سات سال تک آپ پر استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ اپنے مرشد کے حکم سے وطن واپس آئے اور رشد وہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ طالبان حق دور دور سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ کی خانقاہ ہر وقت طالبان حق سے معمور رہتی تھی۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ بہت سے تاریک دلوں نے آپ کی مشعل ہدایت سے روشنی پائی۔ اور ایک جماعت نے آپ سے سلسلہ نقشبندیہ میں روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے ٹھٹھہ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ٹھٹھہ کے مشہور قبرستان مکلی میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (۵) اس کی جزئیات وتفصیلات سے قطع نظر کہ سردست یہ ہمارا موضوع نہیں، ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہاں مفتی محمد عبداللہ نعیمی کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالنے پر اکتفا کریں گے۔

خاندانی پس منظر اور ولادت: علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی بن محمد رمضان ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں ایرانی مکران کے محلّہ ریکسر ادارہ پل مقام چاہ بار مکران (ایرانی بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کے والد ماجد نقل مکانی کر کے بلوچستان سے سندھ آگئے اور ملیر (کراچی) میں مستقل آباد ہو گئے۔ آپ کا خاندان مذہبی تھا آپ کے والد ماجد درویش صفت پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ (۶)

ابتدائی تعلیم اور دستار فضیلت: جب آپ عمر ۱۲ سال ہوئی تو آپ کے والد نے ملیر ہی کی ایک بستی میمن گوٹھ میں حضرت الحاج حکیم اللہ بخش سندھی کے پاس دینی تعلیم کیلئے بٹھا دیا جہاں آپ نے قرآن مجید سے لے کر کافیہ تک کتب پڑھیں اسی اثناء میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ گھر کی تمام ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آگئیں۔

لیکن آپ ہمت نہ ہارے بلکہ اصول علم کیلئے جدو جہد جاری رکھی۔ علامہ حافظ محمد بخش جہلمی خطیب ملیر کینٹ سے منطق، فلسفہ، اصول فقہ اور مشکوٰۃ جلالین کا درس لیا۔ الحاج محمد عثمان مکرانی خطیب پرانا گولیمار سے میراث کا علم حاصل کیا حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی استاد مخزن عربیہ دارالعلوم آرام باغ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۶۰ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔(۷) اس طرح مفتی صاحب نے سندھ، پنجاب، بلوچستان اور ہندستان کے علماء سے کسب فیض کیا۔ آپ نے ۱۹۵۵ء سے ہی صاحب داد گوٹھ (ملیر) کی اس مسجد میں تعلیم القرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا جہاں اب دارالعلوم قائم ہے اور آپ خود درس دیتے رہے۔(۸)

دینی خدمات:

دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کا قیام اور محمدی مسجد کی تعمیر: سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں یہاں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس نام کو دو عظیم ہستیوں سے نسبت ہے یعنی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ اور صدر الافضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی جو سواد اعظم اہلسنت کے عظیم پیشوا اور رہنما تھے۔ مفتی صاحب چونکہ نقشبندی مجددی تھے اور تاج العلماء کے شاگرد تھے۔ جو حضرت در الافاضلؒ کے تلمیذ رشید تھے اس لئے اس نام میں ان نسبتوں کا بھی خیال رکھا اسلام میں نسبتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جو راز سے واقف ہے وہ ہمیشہ سرفراز ہوتا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں جب دارالعلوم تعمیر ہوا تو مفتی صاحب نے خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا اس سے آپ کے اخلاص اور بے نفسی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جو عمارت اخلاص نیت پر قائم ہو وہ بلند ہوتی رہتی ہے دارالعلوم کے ساتھ ساتھ آپ نے دارالعلوم کے اندر ہی محمدی مسجد تعمیر کرائی جس نے ماحول کو اور پاکیزہ اور مقدس بنا دیا۔(۹)

طلباء سے محبت: مفتی صاحب طلباء کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان کے لباس وطعام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ ان کے ہر کام کو اپنے کاموں پر مقدم سمجھتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے، ان کی دلداری میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ بیمار ہو جاتے تو آپ بیقرار ہو جاتے، خود علاج معالجہ کراتے۔ طلباء کو سادگی کی تعلیم فرماتے اور عمل پر زور دیتے کیونکہ وہ خود سراپا پیکر علم تھے۔ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کا نظم وضبط دیدنی تھا۔ اس کے متعلق جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری نے یہ اظہار خیال فرمایا ہے۔ طلباء میں اتنا عظیم الشان نظم وضبط صرف مفتی صاحب کی کرامت کا نتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے۔(۱۰)

سلسلہ بیعت: مفتی صاحب سلسلہ قادریہ میں حضرت الحاج سید عبدالخالق شاہ مکرائیؒ سے بیعت تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت الحاج عبداللہ سولنگی سندھیؒ سے بیعت تھے اور آپ ہی سے خلافت بھی حاصل تھی مگر مفتی صاحب نے خلافت واجازت کے باوجود ہمیشہ بیعت کرنے سے احتراز فرمایا اور طالبوں کو دوسرے شیوخ کی طرف متوجہ فرمایا یہ ان کی انکساری کی دلیل ہے البتہ مفتی صاحب نے اپنے آخری زمانے میں چند حضرات کو بیعت فرمایا تھا۔

حج بیت اللہ شریف کی سعادت: ۱۹۷۱ء میں مفتی صاحب حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، یہ حج اکبر تھا جو مفتی اعظم اور شہزادہ امام احمد رضا حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان بریلویؒ کی معیت میں ادا کیا گیا۔ سبحان اللہ! نورٌ علیٰ نور۔ مفتی صاحب نے کئی بار عمرہ اور زیارت حرمین طیبین کی سعادت حاصل کی۔

تبلیغی دورہ پر روانگی: ۱۹۷۷ء میں ایران کے دورہ پر تشریف لے گئے اور ایک ماہ کا طویل تبلیغی دورہ کر کے اہل سنت وجماعت کے مسلک کی اشاعت کی۔ مفتی صاحب دین کی خدمت میں مجاہدانہ سرگرم رہے۔ تبلیغ دین متین اور درس وتدریس کے علاوہ مفتی صاحب نے فتویٰ نویسی کے ذریعہ بڑی خدمت کی۔ اس کے لئے سالوں کے مطالعے، مشاہدے، محنت، تحقیق وتدقیق کے ذوق تنقید، تنقیح کے ملکہ، خداداد صلاحیت وقابلیت، تحمل وتدبّر، سائل کے غرض وغایت کے ادراک، حالات اور ماحول کے تقاضوں کو سمجھنے کی لیاقت اور بہت سے دیگر امور کی ضرورت ہوتی ہے۔ مفتی صاحب کتب تفسیر وحدیث اور فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے فتووں سے ان کی بصیرت وتبحر علمی کے ساتھ ساتھ اخلاص، بے نفسی اور عدل سندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ مرجع انام تھے۔ جسٹس مفتی شجاعت علی قادری مفتی صاحب کی فتویٰ نویسی پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فتویٰ نویسی: مفتی صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ کے فتاوی ہاں یا نہیں تک محدود نہیں تھے بلکہ آپ کے فتاوی نہایت مدلل اور نصوص کتب سے مالا مال ہوتے تھے۔ اندرون سندھ کے لئے وہ بلاشبہ مرجع فتویٰ تھے اور بڑے اہم فتوے ان کے پاس آتے تھے۔ (۱۱) مفتی صاحب فضائل وکمالات کے پیکر تھے۔ ان کے اساتذہ بھی ان کے بارے میں بلند خیال رکھتے تھے جس سے ان کی حقیقی عظمت وبزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مفتی صاحب عاشق

رسول ﷺ تھے۔ نعتیہ کلام سن سن کر دل گرم رکھتے تھے، وہ مولانا حسن رضا خان بریلوی کا یہ شعر سن کر خوب جھومتے تھے۔

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو   پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

اللہ اکبر! اب خلوت قبر میں محفل سجی ہے...... یہ عشق رسول ﷺ ہی تھا جس کی وجہ سے سادات کرام کی بہت تعظیم کرتے تھے ان کے ہاتھ چومتے کہ ان کو محمد مصطفیٰ ﷺ سے خاص نسبت ہے۔ ساری کرامت نسبتوں کی ہے۔ افسوس اس راز کو نہ سمجھنے والوں نے اب تک نہ سمجھا اور قرآن حکیم سے بھی سبق نہ لیا۔ مقام ابراہیم، تابوت سکینہ، پیرہن یوسف یہ سب نسبتوں کی یادگاریں ہیں بلکہ خود بیعت اللہ شریف عالی نسبتوں کا خزانہ ہے، پیاروں نے بنایا، پیارے ہی طواف کرتے رہے اور محبوب حقیقی پر فدا ہوتے رہے...... اب ہم طواف کر رہے ہیں، ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ عشق مصطفیٰ ﷺ ہی تھا جس نے مفتی صاحب کو صفات حسنہ کا پیکر بنا دیا تھا۔ وہ بڑے حلیم الطبع تھے اور ''نرم دم گفتگو گرم دم جستجو'' کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ روٹھنے والوں کو خود جا کر منا لیا کرتے تھے، یہ صفت علماء میں عنقا ہوتی جا رہی ہے۔

تقویٰ وطہارت: مفتی صاحب، صاحب تقویٰ وطہارت کے پیکر تھے، ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ تقویٰ و پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ مشکوک مال سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ اکثر مدارس عربیہ حکومت کی طرف سے دی جانے والی زکوٰۃ کو تصرف میں لاتے ہیں بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ ملے مگر مفتی صاحب نے یہ زکوٰۃ کبھی قبول نہ فرمائی ان کی نظر میں اس کو قبول کرنے میں یہ رکاوٹیں تھیں۔

زکوٰۃ میں احتیاط:

۱۔ حکومت غاصبانہ طریقے سے زکوٰۃ وعشر وصول کرتی ہے جس میں معطی کی نیت کا دخل نہیں جبکہ زکوٰۃ کے لئے دینے والوں کی نیت شرط ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے یعنی جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک بنا دیا جائے۔

۳۔ زکوٰۃ کے لئے مال صحیح ہونا بھی شرط ہے، مال مغبوضہ کبھی مال زکوٰۃ نہیں ہوسکتا اور حکومت زکوٰۃ کا مال جبراً خلاف شرع وصول کرتی ہے۔

ایسے مال زکوٰۃ کے لئے مفتی صاحب نے فرمایا: میرا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ اس قسم کا ناجائز مال اپنے طلباء پر خرچ

کروں۔(۱۲) ایسے مال زکوٰۃ کے علاوہ جو صاحب نصاب براہ راست مدرسہ کے لئے پاکیزہ مال دیتا قبول فرما

انتظام کار خود بگزار بر تقدیر حق   اندریں دار حوادث مست شو دیوانہ باش

اپنی تعریف کبھی پسند نہ فرماتے اور فرماتے ''مجھے فقیری پسند ہے'' بڑے مہمان نواز تھے۔ آدھی رات کو بھی مہمان آجائے تو خندہ پیشانی سے پذیرائی کرتے اور گرم گرم روٹیاں پکوا کر مہمان کو کھلاتے...... مفتی صاحب ظاہر وباطن میں عامل سنت تھے...... سادہ مزاج، سادہ لباس، سادہ گفتار، خلیق وملنسار، عاجز ومنکسر المزاج...... تحمل وبردباری سے مخالفین کو بھی پذیرائی فرماتے تھے۔

صلح کل از ہر کس وناکس خوش آمد خوش امیر   رنج خاطر کفر ملت داں، گل بے خار باش

حقیقت یہ ہے کہ اگر مریض کو تنہا چھوڑ دیا جائے اور اس کی تیمارداری اور علاج نہ کیا جائے تو مرض بڑھتا رہتا ہے اور مریض کی حالت دگرگوں ہوتی رہتی ہے۔ مریض خود ہلاک ہو جاتا ہے اور دوسروں کو مریض بنا جاتا ہے۔ اس لئے جو حضرات فکری اور روحانی امراض میں مبتلا ہیں ان کی طرف شفقت ومہربانی کے ساتھ متوجہ ہونا وہ ''صلح کل'' نہیں جو عقلیت پرستوں کا شیوہ ہے اور جو ہر حالت میں مذموم ہے بلکہ مخالفین سے حسن سلوک سے پیش آنا تو سنت رسول علیہ السلام ہے...... حکیم اگر ناراض ہو جائے تو مریض کا اللہ ہی مالک ہے...... مفتی صاحب کا عمل سنت کے مطابق تھا۔ جس زمانہ میں آپ نے نظام مصطفیٰ کے لئے جدوجہد کی ان کو شدائد ومصائب سے واسطہ پڑا اپنے بیگانے جان کے دشمن ہوگئے مگر جب حالات نے پلٹا کھایا اور وہ جان کے دشمن زندان بلا میں محبوس کئے گئے تو آپ نے ان کی رہائی کے لئے پوری پوری کوشش کی اور ایک ایسی مثال قائم کی جو دور جدید میں عنقا ہے۔(۱۴)

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ: تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے اگرچہ عملی طور پر کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقیؒ کی آواز پر لبیک

کہتے اور مسلک اہل سنت کی ترویج کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتے تھے۔ آپ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں مجاہدانہ کردار ادا کیا اور نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت کے مخالفین کی شدید اذیتوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو جاری رکھا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (۱۵) علامہ اقبالؒ نے ان ہی جیسے باکردار لوگوں کے لئے کہا تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباھی (۱۶)

تدریسی فرائض: آپ رحمتہ اللہ علیہ دار العلوم مجددیہ نعیمیہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ کثیر التعداد علماء آپ سے اکتساب فیض کے بعد سندھ، بلوچستان، ایران، دوبئی اور مسقط وغیرہ مقامات پر علوم اسلامیہ کی تعلیم وتدریس اور اشاعت وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ آپ ملیر کھوکھراپار کی مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں پندرہ سال خطیب رہے۔ آپ کی تقریر نہایت سادہ اور موثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی انعامات سے نوازا ہے۔ (۱۷)

فتویٰ نویسی: آپ کا فتویٰ تحقیقی، تدقیقی اور مسائل کے لئے مکمل تسکین اور اطمینان قلب کا باعث ہوا ہے۔

مشینی ذبیحہ کا فتنہ: صدر ایوب کے دور حکومت میں جب مشینی ذبیحہ کا فتنہ اٹھا، تو مفتی اعظم سرحد حضرت مولا شائستہ گل دامت برکاتہم العالیہ نے ملک بھر کے علماء کے فتاویٰ جمع کئے۔ اس دوران جب حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی کا تحقیقی فتویٰ دیکھا، تو بہت متاثر ہوئے اور اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عبدالسبحان قادری مہتمم دار العلوم قادریہ سبحانیہ (کراچی) سے آپ کے بارے میں استفسار فرمایا کہ یہ کون شخص ہے، جس کے فتوے نے میری زبردست راہنمائی کی بلکہ آپ کے تسلی بخش جواب کو دیکھ کر مولوی محمد یوسف بنوری نے بھی آپ کی تحقیق کی تعریف کی۔ آپ کا فتویٰ سندھ و بلوچستان میں بے حد مقبول ہے۔ (۱۸)

مفتی محمد عبداللہ نعیمی سندھ کے عظیم نقشبندی بزرگ ہیں: مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ سندھ کے ان عظیم نقشبندی بزرگوں میں سے ہیں جو علم ظاہر اور باطن کے جامع تھے جن کے دم سے ایک طرف مسند تدریس وافتا آباد تھی تو دوسری طرف مسند رشد وہدایت کو چار چاند لگے ہوئے تھے۔ جو علم وعمل اور زھد وتقاء میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ اندرون سندھ دار العلوم مجددیہ نعیمہ کے ذریعہ آپ نے علوم دینیہ اور مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ (۱۹)

عادات وخصائل: آپؒ بے حد شفیق خلیق ملنسار، متقی پرہیزگار، مشکوک چیزوں سے بھی اجتناب فرمانے والے بڑے مہمان نواز بڑے حلیم و بردبار انسان تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کا طرہ امتیاز تھا اس کی گواہی خود آپ کے استاد کی زبانی سنئے حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات جامع نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاز محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی قدس اللہ سرہ العزیز کو موصوف کے علم وفضل زہد و تقوے، شوق مطالعہ تفقہ فی الدین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کی تعریف کرتے ہوئے بار بار سنا ہے۔

کتابیں جمع کرنے کا شوق: آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قلمی کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا سندھ اور بلوچستان کے نامور علمی گھرانوں دوکانوں اور لائبریریوں سے آپ نے قلمی کتب یا ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں حاصل کرکے اپنے پاس ایک نادر ذخیرہ جمع کیا جو آپ کے کتب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔ (۲۰)

علماء کا ادب: حضور سرور کائنات کی نسبت اور حضورؐ کے علم کی نسبت کی وجہ سے سادات کرام اور علمائے کرام مشائخ عظام کا بے حد ادب واحترام کیا کرتے تھے، یہ ان کے عشق مصطفیٰؐ کی واضح نشانی تھی۔ آپؒ کو اولیاء کرام اور بزرگوں کی نسبتوں کا بھی ادب واحترام اور ان کے واسطوں کی بھی پاسداری کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ (۲۱) مفتی محمد عبداللہ نعیمی سے سوال کیا گیا کہ ٹیپ ریکارڈ پر قرآن شریف سننے سے ثواب ملے گا؟ آپؒ نے فرمایا قرآن وحدیث کی روشنی میں قرآن پاک کا سننا جائز ہے اور ثواب ملے گا۔ (۲۲)

جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو اس کا سننا واجب ہے بغیر کسی مجبوری کے نہ سنا جائے گا تو انسان گنہگار رہوگا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذَاقُرِیَٔ الْقُرْاٰنَ فَا اسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔ (۲۳)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کا سننا واجب ہے بلکہ فرض عین ہے جس میں قرآن مجید کے استماع کے وجوب کے لئے قاری کے انسان ہونے کی کوئی قید نہیں۔ لہٰذا کسی چیز سے بھی قرآن مجید سنا جائے تو اس کا سننا واجب ہے اور قرآن مجید کا جب سننا واجب ٹھہرا تو پھر اگر کوئی شخص قرآن مجید کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے خشوع خضوع سے سنے گا تو انشاء اللہ العزیز وہ ثواب سے محروم نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث ذیل کی اطلاقات سے یہ مسئلہ واضح ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَنْ اسْتَمِعَ اِلَیٰ اٰیَۃً مِنْ کِتَابِ اللّٰہُ کَتَبَ لَہٗ حَسَنَتَہٗ مُضَاعَفُتَہٗ الحدیث (۲۴)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَنْ سَمِعَ الْقُرْآنِ کَتَبَ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ حَسَنَۃً (۲۵)

وَعَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَنِ اسْتَمِعَ حَرْفًامِنْ کَتَبَ اللّٰہُ ظَاهِرًا کَتَبَ لَہٗ عَشَرَ حَسْنَاتٍ وَمُحِیَتْ عَنْہُ عَشَرَ سَیِّئَاتٍ وَرَفَعَتْ لَہٗ عَشَرَ دَرَجَاتٍ(۲۶)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لِسَمَاعِ اٰیَۃٍ مِنْ کَتِابِ اللّٰہِ اَعْظَمَ اَجْراً مِنْ مِثْلَ صَبْیِلاً یَّتَصَدَقَ لَہٗ (۲۷)

لہٰذا احادیث کے اطلاقات سے یہ مسئلہ واضح ہوا یہ مطلق قرآن مجید کا سننا ثواب ہے چاہے مسلمان کسی چیز سے بھی سنے۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو: مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ اپنے عقیدت مندوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرو اور دنیاوی اختلافات کی وجہ سے مسجد میں عبادت کے لیے نہ آنا۔ ایسا کرنا اپنے رب پاک کی عبادت گاہ کو ویران کرنا ہے۔ ایسے شخص کے لیے قرآن کریم میں سخت وعید آئی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَائِفِیْنَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْم. (۲۸)

ترجمہ: اور کون زیادہ ظالم ہے۔ اس سے جو روک دے اللہ کی مسجدوں سے کہ ذکر کیا جاوے ان میں اس کے نام پاک کا اور کوشاں ہوان کی ویرانی میں۔ انہیں مناسب نہیں تھا کہ داخل ہوتے مسجد میں مگر ڈرتے ان کے لئے دنیا میں بھی بڑی ذلت ہے۔ اور ان کے لئے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔ اور حضور انور ﷺ نے اپنی امت کو ایک دوسرے سے تین دن سے زائد غصہ رکھنے کی ممانعت فرمائی جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثُلُثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَهَا فَمَاتَ دَخَلَ النَّار. (۲۹)

ترجمہ: مسلمانوں کے لیے حلال نہیں ہے اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد غصہ رکھنا پھر اگر اسی غصہ کے دوران مرگیا تو جہنم میں جائے گا۔

قَالَ لَا تَحَاسَدُوْ اَوَلَا تَنَا حَبثُو اُ وَلَا تَبَا غَضُوْ اَوْ لَا تَدَ ابَرُ وُ اَوْ كُوْنُوْ اعبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا (۳۰)

ترجمہ : سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد مت رکھو۔ اور دھوکہ نہ دو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گذار آپس میں بھائی بنو۔ حضور سید عالم ﷺ پر دور د سلام پڑھنا جائز ہے ۔ مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ نے فرمایا کہ اس ہئیت کذائیہ کے ساتھ حضور سید عالم ﷺ درود و سلام پڑھنا جائز و مستحب ہے۔ خواہ اذان سے پہلے ہو یا بعد میں ۔ یا نمازِ جمعہ کے بعد۔ یا مجلس وعظ کے اختتام پر ۔ بہر کیف اس ہئیت کذائیہ کے ساتھ سرور کائنات ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جائز و مستحب ہے۔ جس کا جواز و استحباب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے اطلاقات و عمومات سے فقہاء کرام و محدثین عظام کی تصریحات سے ثابت ہے۔ (۳۱) رب تعالیٰ جل جلالہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ہ (۳۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود بھیجو اور سلام حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ وَ عَلَیَّ رَوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (۳۳)

ترجمہ : کوئی بھی مجھ پر درود سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری توجہ کو اس شخص کی طرف پھیر دیتا ہے تو میں اس کے سلام کو جواب دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةَ سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِىْ السَّلَامَ. (۳۴)

ترجمہ : تحقیق اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت روئے زمین کی سیر کرتی ہے جو مجھے میری امت کے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتُكُمْ تَبْلُغُنِىْ حَيْثُ كُنْتُمْ ۔ (۳۵)

حضرت ابی طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جَآءَنِی جِبرِئیلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُولُ اَمَا یُرضِیکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّی عَلَیکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیتُ عَلَیهِ عَشرًا. وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمتُ عَلَیهِ عَشرًا (۳۶)

ترجمہ: میرے پاس حضرت جبرائیل آئے۔ عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا کوئی اُمتی تم پر ایک بار درود نہ بھیجے مگر میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں اور آپ کا کوئی اُمتی آپ پر سلام نہ بھیجے مگر میں اُس پر دس سلام بھیجوں۔ کتاب الشفاء میں امام قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ سیدنا ابن وہب سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ سَلَّمَ عَلَیَّ عَشرًا کَاَنَّمَا اَعتَقَ رَقَبَةً. (۳۷)

ترجمہ:۔ جس نے ہم پر دس بار سلام بھیجا گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں حضور پرنور ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جائز ہے جس میں کسی زمان ومکان کی قید نہیں۔

مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ نے فرمایا کہ قبر پر اذان دینا جائز و مستجب ہے۔ منکرین یہ بھی نہیں سوچتے کہ کم از کم اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر تو ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں جیسا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَامِنْ شَیئٍ اَنْجٰی مَنْ عَذَابِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (۳۸)

ترجمہ:۔ محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب الٰہی سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔

اور علماء کرام حدیث جرید جو نسائی اور دیگر محدثین کرام روایت کی کہ دو شخص عذاب قبر میں مبتلا تھے۔ پھر حضور سیدنا عالم ﷺ نے کھجور کی تر شاخ دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا ایک قبر پر اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر گاڑا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّهُ یُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبِسَا. (۳۹)

ترجمہ:۔ یعنی جب تک یہ تر ہیں اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث سے ہمارے علماء متاخرین نے دلیل لی ہے کہ قبر پر ریحان اور کوئی تر چیز رکھنا سنت ہے۔ وجہ سنت یہ بیان کرتے کہ یہ چیز جب تک تروتازہ ہوگی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ

صاحب قبر سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے۔اس حدیث کی شرح میں علامہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال لعله يخفف عنهما عالم ييبسا قيل المعنى فيه انه يسبح مادام رطبا فيعصل التخفيف ببركته التسبيح وعلى هذا فيطرد في كل مافيه رطوبه من الاشجار وغيرها وكذلك مافيه ببركته كالذكر وتلاوت القرآن من باب اولى (۴۰) اوراسی طرح حضرت علامہ سید طحطاوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔وفي شرح الشكوة وقدأ فتى بعض الائمة من متاخر اصحابنا بان ما اعتيد من وضع الريحان والجريد سنته الهذا الحديث واذاكان يرجى التخفيف عن الميت بتسبيح الجريدة فتاوة القراان اعظم بركته ۔اھ(۴۱) كذافي روح البيان (۴۲) اورعینی شرح بخاری میں ہے۔واستحب العلماء قراة القرآن عندالقبر لهذا الحديث لانه اذاكان يرجى التخفيف تسبيح الجريد فتاوة القرآن اولى (۴۳) وايضا قال فيه۔وقال الخطابي فيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور لا نه اذاكان يرجى عندالميت التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن العظيم اعظم رجاء وبركة (۴۴)

مذکورہ عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب ہر قسم کی تر چیز کے ذکر سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ پس انسان کے ذکر نے اور قرآن شریف کی تلاوت سے بطریق اولیٰ تخفیف عذاب ہوگی۔

حاصل کلام: قبر پر اذان دینے میں بہت سے فوائد ہیں۔جب کوئی غمزدہ اس کے کان میں اذان دی جائے تو اس کا غم دفع ہو جائے اور کوئی خوف زدہ ہو اس کے کان میں اذان کہی جائے تو اس کی وحشت دور ہو جائے اور تیسرا فائدہ اذان دینے سے اگر کہیں آگ لگ جائے اذان دینے سے وہ بجھ جائے گی۔لہٰذا غور وفکر کا مقام ہے کہ میت سے زیادہ غمگین اور خوف زدہ کوئی نہیں تو اگر قبر پر اذان کہی جائے انشاء اللہ العزیز اس کا غم وخوف ختم ہوگا۔اس سے دل کو سکون واطمینان ہوگا۔خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔(۴۵)

ترجمہ:۔یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

بی بی سی لندن کی خصوصی رپورٹ: ۱۲۸ کتوبر ۱۹۸۲ء کو بی بی سی لندن سے ایک خصوصی رپورٹ نشر ہوئی جو کہ قدیم

کتب اسلامیہ سے متعلقہ موضوع پر مشتمل تھی۔اس رپورٹ میں سامعین کو بتایا گیا کہ قدیم کتابوں اور قلمی نسخوں کا وافر مقدار میں ذخیرہ پاکستان کراچی کے دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ میں موجود ہے۔جس کے بانی و مہتمم مفتی محمد عبداللہ نعیمی ہیں۔اس اسلامی لائبریری میں ہزاروں کی تعداد میں کتب موجود ہیں۔طلباء و طالبات کے علاوہ ملک کے علمائے کرام بھی اس لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں۔ جامعہ مجددیہ نعیمیہ کی لائبریری دنیا کی عظیم اسلامی لائبریریوں میں سے ایک ہے۔اس سے نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ملکوں کے طلباء و اساتذہ اس سے مستفید ہوتے ہیں اور علم کی پیاس بجھاتے ہیں (۴۶) مفتی صاحب نے بڑی کامیاب زندگی گزاری، دین اور مسلک کی خدمت جو یادگار رہے گی......ان کا چہرہ نورانی تھا اور ان کا باطن بھی نورانی تھا۔

شہادت کا واقع: شہادت سے قبل جو کچھ آپؒ نے فرمایا وہ نورانیت قلب پر گواہ ہے......رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں زیادہ خوش و خرم نظر آرہے تھے کہ شوال المکرم میں مولیٰ کے حضور حاضر ہونے والے تھے۔مسجد غوثیہ میں آخری خطبۂ جمعہ میں فرمایا:

''آپ حضرات مسجد میں کسی اور خطیب کا انتظام فرمالیں ممکن ہے کہ میں آئندہ جمعہ سے نہ آسکوں'' (۴۷)

وصال سے ایک روز قبل آخری جمعرات کو بعد نماز عشاء طلباء کو ہال میں جمع کر کے فرمایا آج مجھ سے جو مسائل وغیرہ دریافت کرنے ہوں کرلو، آج کے بعد تم کس سے پوچھو گے، کون تم کو بتائے گا۔(۴۸)

دوسرے دن جمعہ کو فجر کی نماز پڑھائی، پھر طلباء کو نصیحتیں فرمائیں اور ایک طالب علم سے فرمایا۔گھر سے میرے لئے ایک کرتا لے آؤ، سفر میں ضرورت پیش آئے گی تو استعمال کرلوں گا۔(۴۹) چنانچہ جوڑے کے بجائے صرف ایک کرتا ساتھ لیا اور بذریعہ کار سیہون شریف روانہ ہوگئے۔ بڑے صاحبزادہ مولانا غلام محمد شہید کار چلا رہے تھے۔مفتی محمد احمد نعیمی اور دیرینہ رفیق فقیر محمد بلوچ، حاجی دوست محمد بلوچ ساتھ تھے۔جب آخری اسٹاپ آمری پر کار پہنچی، کار کا اچانک دروازہ کھل گیا مفتی صاحب چلتی کار سے نیچے آرہے شدید زخمی ہوئے، کرتا تار تار ہوگیا اور وہ کرتا جو ساتھ لیا تھا پہنایا گیا۔حادثے کی خبر دنیاسنیت پر بجلی بن کر گری، مفتی صاحب کو سیہون شریف سے حیدرآباد سندھ لایا گیا اور یہاں سے کراچی لے گئے...... برابر خون نکلنے کی وجہ سے بہت کمزور ہوگئے تھے، ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ خون چڑھایا جائے۔جب آپ نے سنا تو برملا فرمایا۔

''میرے جسم میں یہ پلید خون مت چڑھاؤ''

اللہ اکبر! یہ تقویٰ و احتیاط فرمانا گوارہ ہے مگر یہ ہرگز گوارہ نہیں کسی انجان انسان کا خون کہ شاید گناہوں میں ملوث ہو، شاید اپنے رب کا سرکش ہو، شاید محمد مصطفیٰ علیہ ﷺ کا گستاخ ہو۔ ان کے پاک جسم میں چڑھایا جائے۔ ۱۰ شوال المکرم/۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء کو رات ۳ بجکر ۱۵ منٹ پر کلمہ طیب پڑھا اور آخری ہچکی لی۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں جا میری جان، جا، خدا حافظ

ہاں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! روح پرواز کرنے کے باوجود قلب ذکر الٰہی میں ۲۰ منٹ تک مستغرق رہا، یہ دیکھ کر ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے...... جلوس جنازہ میں بکثرت لوگ تھے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے نماز جنازہ پڑھائی موصوف امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ اور فقیہ وقت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے فرزند تھے اور دار العلوم امجدیہ (کراچی) میں شیخ الحدیث، مفتی صاحب کے جسم نورانی کو شام دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کے احاطے میں لحد میں اتارا گیا، یہ وہی زمین ہے جس کی آپ پہلے ہی نشاندہی فرما چکے تھے۔ ادھر آفتاب غروب ہو رہا تھا اور ادھر یہ، آفتاب علم وعرفان غروب ہو رہا تھا۔

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل زبنداین وآن آزاوہ رفتم

چو بار صبح گردیدم دمے چند گلاں را آب ورنگے دادہ رفتم (۵۰)

سوگوار خاندان: مفتی صاحبؒ نے پس ماندگان میں چھ صاحبزادگان، پانچ صاحبزادیاں اور ایک بیوہ سوگوار چھوڑیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا غلام محمد جان نعیمی شہید ۲۔ مولانا محمد قاسم جان ۳۔ علامہ مفتی محمد جان نعیمی

۴۔ بشیر احمد جان ۵۔ نذیر احمد جان ۶۔ منیر احمد جان

اور معنوی اولاد سندھ، بلوچستان، پنجاب اور دوسرے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے بعد ان کے جواں سال صاحبزادے برادرم مولانا غلام محمد نعیمی علیہ الرحمتہ نے نہ صرف یہ کہ ان مراسم کو قائم رکھا بلکہ اور فروغ دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اولاد کی کس طرح تربیت فرمائی تھی۔ آپ نے اپنا خلوص ولگن اولاد میں منتقل کر دیا تھا۔ اللہ کی شان فاضل نوجوان مولانا غلام محمد نعیمیؒ جوانی ہی میں ایک حادثہ میں شہید

ہو گئے۔ پھر ان کے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہٗ نے دیرینہ تعلق کو اور بڑھایا، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

مولانا مفتی محمد جان نعیمی: آپ نے بڑے بھائی مولانا غلام محمد نعیمیؒ کے بعد ساری ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ آپ نے اپنے والد علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ کی دینی، ملی، فلاحی اور اصلاحی خدمات کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اور وسعت دی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے علمی ذوق کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ ابھی تو وہ جوان ہیں۔ امید ہے کہ وہ علم و تحقیق کے میدان میں خوب ترقی کریں گے۔ دارالعلوم کی گونا گوں مصروفیات اور اہتمام وانصرام کی ذمہ داریوں کے باوجود علمی ذوق کو پروان چڑھانا انہیں کی مردانہ ہمت کا کام ہے۔ (۵۱)

ایک مرتبہ دارالعلوم میں جانا ہوا، فاضل مرتب مولانا مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ دکھایا جسے مفتی محمد جان صاحب خود مرتب کر رہے تھے۔ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں کیونکہ ہمارے مدارس دینیہ میں تحریر واشاعت تقریر کا وقت بہت کم ہے۔ ساری توانائیاں تقریر پر صرف کر دی جاتی ہیں، بیشک تدریس و تحقیق اور تصنیف و تالیف میں گوسبقت لے جانا باہمت علماء کا کام ہے۔ انہیں حضرات کے دم سے دنیائے علم ودانش میں رونق ہے۔ مولانا مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ ان کی محبت واخلاص نے دل سے گھر کر لیا۔ مفتی صاحب کا سارا وقت تعلیم و تدریس، عبادت وریاضت اور خدمت خلق میں گزرتا ہے۔ اس لئے ان کو تصنیف و تالیف لیئے وقت نہ مل سکا۔ آخر عمر میں البیاض النعیمی کے عنوان سے اپنے فتووں کو جمع کرانا شروع کیا تھا جو اب پہلی جلد چھپ چکی ہے اور قارئین اس سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کارنامہ صاحبزادہ علامہ مفتی محمد جان نعیمی زیدہ مجدہ نے انجام دیا ہے۔

دینی کتب کا شوق: مفتی صاحب تو خود کتابیں نہ لکھ سکے مگر وہ ایسی نادر ونایاب کتابیں جمع کر کے گئے ہیں کہ آنے والے محققین ان سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ مفتی صاحب کو کتابوں سے بڑا شغف تھا۔ وہ اس کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے اور ایسے ہی ایک سفر میں وہ شہید ہوئے۔ (۵۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی مفتی محمد عبداللہ نعیمی سے ملاقات: مفتی محمد عبداللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی صرف ایک بار زیارت ہوئی دوبارہ زیارت کی حسرت ہی دل میں رہ گئی۔ ایک بار فقیر جامع مسجد، مکلی (ٹھٹھہ) میں نماز مغرب سے

فارغ ہوا تو چند عقیدت مندوں کی جھرمٹ میں ایک نورانی پیکر دیکھا جس کے چہرے سے وہ عالمانہ وقار مترشح تھا جو فقیر نے اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اور صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے مبارک چہروں پر دیکھا تھا۔ حیف وہ چہرے کہاں گئے! حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ متبحر عالم اور سلف صالحین کی یادگار تھے۔ آپ حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمیؒ کے تلمیذ رشید تھے جو حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ کے شاگرد رشید تھے ان کے دل میں علم کی ایسی لگن تھی جو اس زمانے میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ جب جامع مسجد مکلی (ٹھٹھہ) میں حضرت مفتی صاحبؒ سے فقیر کی پہلی اور آخری ملاقات ہوئی تو عرض کیا کہ ''تھوڑی دیر کے لئے غریب خانے پر تشریف لے چلیں'' حضرت نے فرمایا ''ایک تقریب میں سجاول جا رہا ہوں، انشاء اللہ پھر آؤں گا'' اتفاق سے اسی زمانے میں فتاوی رضویہ کی ایک غیر مطبوعہ جلد چھپ کر ہندوستان سے آئی تھی، فقیر نے چلتے چلتے، باتوں باتوں میں اس کا ذکر کیا تو سنتے ہی غریب خانے چلنے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ تشریف لائے اور بڑے ذوق وشوق سے اس جلد کا مطالعہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ''مجھے عنایت فرمادیں، مطالعہ کے بعد واپس بھیج دی جائے گی'' چونکہ فقیر نے مطالعہ نہیں کیا تھا اس لئے عرض کیا کہ مطالعہ کے بعد پیش کردی جائے گی۔ مفتی صاحب نے فوراً جواب دیا ''جب میں مرجاؤں گا'' (یعنی میرے مرنے کے بعد دیں گے؟) فقیر نے یہ کلمات سنتے ہی فتاوی رضویہ کی وہ جلد پیش کردی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ تقریباً دو ماہ بعد اس کی جلد بنوا کر واپس کردی۔ اللہ اکبر! یہ تھا ان حضرات کا ذوق وشوق اور امانت داری کہ غیر مجلد کتاب لے گئے اور جلد بنوا کر واپس کردی...... آج کل یہ امانت داری کہاں! کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اخبار میں یہ خبر پڑھی حضرت مفتی صاحب اپنی کار تلاش علم میں جا رہے ایک حادثہ میں شہید ہو گئے۔ خبر پڑھتے ہی حضرت مفتی صاحب کے وہ الفاظ یاد آ گئے...... ''جب میں مرجاؤں گا''؟ واقعی اگر پہلی ملاقات میں فقیر فتاوی رضویہ نہ دیتا تو پھر کبھی نہ دے پاتا۔ حیف! (۵۳)

نامور شخصیات کی آراء: حضرت مفتی صاحب کے ذوق علم کے بارے میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے صدر محترم جناب سید ریاست علی قادری فرماتے تھے کہ بریلی شریف سے ان کے پاس امام احمد رضا بریلوی کے بہت سے قلمی نوادرات آئے تھے جس میں تصانیف، شروح اور حواشی سب ہی تھے۔ حضرت مفتی صاحب کو

جب اس علمی ذخیرہ کا علم ہوا تو ملیر سے نارتھ کراچی زیارت کے لئے خود تشریف لائے حالانکہ فاصلہ بارہ میل سے کم نہ ہوگا...... پھر برابر آتے رہے، مخطوطات لے جاتے انکے عکس تیار کراتے یہاں تک کہ سارے مخطوطات کی عکسی کاپیاں بنوا کر اپنے کتب خانے میں محفوظ کرلیں۔ ان کے کتب خانے کے متعلق جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری لکھتے ہیں۔ اندرون سندھ کے اکثر مخطوطات کی نقول مفتی صاحب کے کتب خانے میں موجود ہیں اور میری خوش قسمتی ہے کہ ان سے مجھے استفادہ کا اتنا موقع مل گیا۔ (۵۴) اس میں شک نہیں مفتی صاحب اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور مفتی تھے ان کے بارے میں علماء و مشائخ نے اظہار خیال فرمایا ہے حرف بحرف صحیح ہے۔ سلسلہ قادریہ کے شیخ طریقت حضرت شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالیٰ فرماتے ہیں۔ یقیناً وہ سیرت و کردار کے غازی اور شریعت و طریقت کے جامع اور علوم ظاہری و باطنی کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔ (۵۵) سابق مرکزی وزیر حکومت پاکستان جناب حاجی محمد حنیف طیب زید مجدہ لکھتے ہیں: حضرت قبلہ مفتی اعظم، فقیہ اہل سنت، علامہ مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ سنیت کے عظیم سرمایہ تھے۔ وہ عالم باعمل، شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ میں زمانہ طالب علمی میں بارہا آپ کی خدمت میں حصول فیضان کے لئے حاضر ہوتا رہا۔ (۵۶) اس میں شک نہیں دور حاضر میں مفتی صاحب سلف صالحین کی یادگار تھے۔ مولانا جمیل احمد نعیمی زید عناتیہ (ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمہ کراچی) فرماتے ہیں: مفتی محمد عبداللہ نعیمی نقشبندی علیہ الرحمۃ کو دیکھ کر بلا مبالغہ قرون اولیٰ کے پاکیزہ سیرت حضرات کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔ (۵۷) سندھ کے مشہور عالم و عرف حضرت مخدومی پیر محمد ابراہیم جان مجددی سرہندی مدظلہ العالیٰ جن کے پایہ کا عالم اور ولی اس وقت سندھ میں نظر نہیں آتا، حضرت مفتی صاحب کے متعلق ایک سندھی قطعہ تاریخ وفات میں فرماتے ہیں۔ (۵۸) اور امیر ورلڈ اسلامک مشن کراچی مولانا سید محمد حسن قادری تحریر فرماتے ہیں۔ فقیہ اعظم سندھ حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ اسلاف کی زندہ نشانی تھے، ان کو دیکھ اپنے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ (۵۹) اس میں شک نہیں کہ حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی، نقشبندی مجددی، قادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز عالم اسلام کے مایہ ناز عالم اور ولی کامل تھے۔ ان کی مبارک زندگی اس شعر کی آئینہ دار تھی۔

از خیال خویشتن بیخویش شو، بیگانہ باش   از خیال حضرت جانانہ شو، جانانہ باش (۶۰)

تاثرات علماء اہلسنت: قائد اہل سنت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقیؒ آپؒ صدر جمعیت علماء پاکستان وصدر متحدہ مجلس عمل تاحیات رہے۔ چند ماہ قبل آپ کا وصال ہوا لکھتے ہیں۔ حضرت والا مرتبت مفتی اعظم سندھ مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی شہیدؒ اہلسنت کے مایۂ ناز مفتی علم وعمل کا سراپا مجسمہ تھے۔ مسائل فقہیہ پر تحقیق نظر تھی اور انتہائی دقیق مسائل پر اپنی تجسد علمی کے سبب اہم نکات بیان فرماتے تھے۔ سلف صالح کے صحیح جانشین تھے۔ وہ خیر سلف تھے۔ مولا تعالیٰ حضرت کے جانشین حضرت صاحبزادہ مفتی محمد جان نعیمی صاحب زید مجدہم کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے علمی ورثہ کو افادۂ خواص وعوام کے لئے شائع فرمارہے ہیں جزاھم اللہ خیر الجزاء یہ فقیر حضرت مفتی صاحبؒ سے خصوصی روحانی وعلمی تعلق رکھتا ہے۔ مولا تعالیٰ مفتی صاحب رحم اللہ علیہ کے فیوض علمی وروحانی کو جاری وساری رکھے آمین اسی قسم کے تاثرات کچھ دوسرے؛ علماء ومشائخ نے تحریر فرمائے ہیں جن کی تفصیل لکھنے کے بجائے ان کے نام پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی، حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان، علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ کراچی فیڈرل بی ایریا کراچی، شیخ الحدیث والتفسیر، ابوصالح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور، حضرت علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی، ابوالفضل مفتی محمد عبدالرحمٰن ٹھٹھوی شیخ الحدیث دارالعلوم عثمانیہ ٹھٹھہ۔(۶۱)

مفتی محمد عبدانعیمیؒ نے ۱۹۴۰ء میں صاحب داد گوٹھ ملیر پندرہ کراچی میں دینی خدمت کا جو پودہ لگایا تھا (دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ) ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء تک اس نے ایک تنادار درخت اور بارآور درخت کی شکل اختیار کرلی اور اس میں پھل بھی آنے لگ گئے۔ جس باغ کی مفتی صاحب نے ۲۲ برس تک خدمت کی آج وہ جگہ جگہ سایہ دینے لگا اور اپنے فیضان سے ایک عالم کو مستفیض کرنے لگا۔ آپؒ کے وصال کے بعد یہ درخت جس کی بنیاد مفتی صاحب نے رکھی تھی نہ مرجھایا اور نہ بے سایہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے خلوص اور سچائی کے ساتھ داغ بیل رکھنے والے اس درخت کو دن بدن عروج بخشا اور مفتی صاحب کے صاحبزادوں مولانا غلام محمد نعیمیؒ اور مفتی محمد جان نعیمی صاحب نے دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کو اور ترقی دی اور اس دارالعلوم کے ذریعے سے اپنے دین متین اور مسلک حقہ اہلسنت والجماعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چونکہ مولانا غلام محمد نعیمی کی شہادت کے بعد اب مفتی محمد جان نعیمی کا

ساتھ ان کے چھوٹے بھائی مولانا نذیر احمد جان نعیمی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (۶۲)

بیاض نعیمی: فقیہہ اہلسنت حضرت مفتی صاحب مرحوم کی دیرینہ خواہش تھی کہ ان کے تحقیقی فتاوے کسی طرح منظرِ عام پر آجائیں تاکہ طالبان علوم دینیہ اور عوام اہل سنت اس سے مستفید ہوں۔ آپؒ اکثر طلباء کو کبھی وصیت فرمایا کرتے؛ تھے کہ میرے لکھے ہوئے فتاوے مقالے، کسی طرح محفوظ کرلو اور میری مختصر زندگی کو بہتر جانو اور مجھ سے دینی، مذہبی استفادہ حاصل کرو چنانچہ آپ نے آخر زمانہ میں اپنے تحریر کردہ گرانقدر علمی انمول فتاوے (بیاض نعیمی) کے نام سے جمع کرنا شروع کر دیئے تھے۔ لیکن پھر بھی مکمل مواد حاصل نہ ہوسکا۔ لیکن مفتی صاحب کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے ان کے جواں عمر صاحبزادے جانشین اول مولانا غلام محمد نعیمی مہتمم دارالعلوم ہذا نے مدرسہ کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے باوجود والد صاحب مرحوم کے قلمی نسخوں کو جمع کر کے بیاض نعیمی (جلد اول) کے نام سے قارئین کی نذر کی ہے جس سے طلباء استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ (۶۳)

خلق و تصوف: سیرت کی باطنی خصوصیت کا نام خلق ہے۔ صوفیائے کرام کا وجود خلق و مروت کا مرقع رہا ہے اور وہ اس لئے کہ ان کی سیرتیں آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھلی تھیں ہر گھڑی ان کی کوشش یہی رہتی تھی کہ ان کے قول و فعل سے کوئی ایسی چیز ظہور میں نہ آئے جس پر دنیا کو انگشت نمائی اور حرف گیری کا موقعہ ملے۔ قدیم دور کے صوفیائے خلق کے بارے میں تعبیرات کی ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کس درجہ خلیق ہے۔ شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے۔ شیخ محمد بن قصاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یہ ہے کہ اخلاق کریمہ کا نام تصوف ہے جو بہتر زمانہ میں بہتر شخص سے بہتر قوم کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی طالب سے منقول ہے۔ تصوف خوش خلقی کا نام ہے یعنی جو شخص خلق میں بڑا ہے وہ تصوف میں بھی بلند پایہ ہے۔ حضرت خواجہ مرتعش کا ارشاد ہے۔ تصوف خلق کریم کا نام ہے (یعنی ایسی اچھی عادتوں اور پسندیدہ خصلتوں کا کسی ایک شخص میں جمع ہونا جو دوسروں کا دل موہ لیتی ہیں)۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے۔ تصوف راہ صدق اور اخلاق حسنہ کا نام ہے (یعنی سچائی بھی ہو اور ستھری خصلتیں بھی)۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری (کراچی یونیورسٹی) مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کا تصوف فلسفیانہ نہیں بلکہ مومنانہ تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہر قول و فعل قرآن وحدیث

اور سنت رسول ﷺ کے عین مطابق تھا۔

صوفیائے کرام کی سیرتیں: صوفیائے کرام کی سیرتوں کے بارے میں تذکرۃ الاولیاء حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

۱۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس پر فقر و تصوف کے رموز و اسرار منکشف ہوں اسے چاہئے کہ مشائخ کے ملفوظات وارشادات کا بغور مطالعہ کرے ہر چیز عیاں ہو جائے گی۔

۲۔ اولیاء وصوفیاء مدارج کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ بعض اہل معرفت ہوتے ہیں تو بعض اہل معاملہ، بعض اہل محبت ہوتے ہیں تو بعض اہل توحید بعض کے اندر یہ جملہ خصوصیات ہوتی ہیں بعض میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتیں۔

۳۔ حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفیائے کرام کی حکایات وروایات سے مریدوں کو کیا نفع حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اولیائے کرام کے تذکرے کی مثال لشکر کی سی ہے لشکر سے جو مقصد حاصل ہوتا ہے وہی مقصد تذکرہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ کسی کے حوصلے اگر پست ہوں تو بلند ہوسکتے ہیں۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب نیکیوں کا ذکر ہوتا ہے تو رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔

۵۔ پریشانی اور فرسودہ روزگاری کے عالم میں صوفیائے کرام کی ارواح مقدس کے تصرفات سے سکون وقرار کی ابدی دولت میسر آتی ہے۔

۶۔ قرآن وحدیث کے بعد انہی صوفیائے کرام کے اقوال کچھ وزن رکھتے ہیں۔ دراصل ان کی باتیں بھی خدا اور رسول ﷺ کی باتیں ہوتی ہیں۔

۷۔ قرآن وحدیث کی زبان سمجھنے کے لئے عالم کا ہونا ضروری ہے لیکن ان صوفیائے کرام کی باتیں جو قرآن وحدیث کی شرحیں ہوتی ہیں ایسی زبان میں ہوتی ہیں جسے عوام سمجھ سکیں۔

ایسے ہی مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ تھے جو عالم فاضل اور اولیائے اللہ بھی تھے۔ آپ کا شمار بھی اس صدی کے نامور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ (۶۴)

ارباب تصوف: مسلمانوں کے عروج وزوال اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کی ساری داستان تاریخ تصوف سے مرتب کی جاسکتی ہے۔ ارباب تصوف نے نہ تو شمشیر وسناں استعمال کی اور نہ ننگی تلواریں لے کر تاتاری پرسوار منگولوں کی طرح ملکوں کو تباہ کرتے پھرے ان کا طریقہ سب سے الگ تھا۔ وہ محبت، انسانیت، مساوات، رواداری، حسن اخلاق اور وسیع النظری سے لوگوں کے دلوں میں محبت اور سچائی کے جذبات پیدا کر کے ان کی زندگیوں کی کایا کلپ کر دیتے تھے۔ ہر سچا انقلاب پہلے انسان کے دل ودماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں وہ خارجی روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تصوف کی تاریخ انسان کے دل ودماغ کے انقلاب کی تاریخ ہے تصوف تلاش حقیقت کے عمل کا نام ہے۔ علم باطن تصوف کی بنیاد ہے اور عشق ومحبت اس کا اصل مقام علم اور عمل عرفان ذات اور خوداگائی کے ذریعہ حقیقت تک پہنچنا تصوف کی معراج ہے۔ ابتدا میں تصوف پر خالص شریعت کا غلبہ تھا لیکن جیسے جیسے اسلام ملکوں میں پھیلتا گیا ویسے ویسے مختلف اثرات طریقت میں شامل ہوتے گئے اور انہی اثرات نے نئے نئے تصورات کی شکل اختیار کر کے مختلف سلسلوں کی بنیاد ڈالی کوئی نقشبندیہ کہلایا کوئی قادریہ اور چشتیہ کہلایا۔ تصوف نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر کے انسانی قلوب پر حکمرانی کر کے بڑے بڑے سلاطین کو اپنے آستانے پر جھکنے پر مجبور کیا۔ ارباب تصوف کا یہ کمال رہا ہے کہ انہوں نے عرفان ذات اور داخلیت پر زور دینے کے باوجود کبھی تصوف کو نہ تو منفی رجحانات کا حامل بننے دیا اور نہ کبھی فراریت اور ترک دنیا کی طرف مائل کیا (۶۵)

کرامات:

۱) آپ کے شاگرد مولانا محمد رمضان خطیب ملیر کینٹ فرماتے ہیں کہ میں ایم اے سال اول کی تیاری میں مصروف تھا کہ ۹ شوال وصال سے ایک روز قبل میری طبیعت اداس اور اضطرابی کیفیت پائی جارہی تھی۔ میں دن بھر بے چین رہا آخر روحانی سکون کے حصول کے لئے قبلہ استاد کی خدمت میں حاضر ہوا پوری رات دارالعلوم میں مطالعہ کرتا رہا شاید یہ آخری ملاقات تھی۔ شہادت کے دن صبح بعد نماز فجر مجھے بلایا اور حدیث کی مشہور کتاب سنن ابنِ ماجہ شریف کے باب الامل ولاجل کی ایک حدیث پڑھائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ انسان کی امیدیں زندگی سے کہیں زیادہ بڑی ہوتی ہیں حتیٰ کہ زندگی ختم ہوجاتی ہے اور امیدیں باقی رہتی ہیں۔ یہ حدیث مسلسل تین مرتبہ پڑھائی اور بار بار فرمایا کہ سمجھ نہ آئی ہو تو سمجھا دوں۔ میں نے عرض کی کہ سمجھ آگئی ہے۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ ان کی

شہادت کی طرف اشارے تھے۔ پھر فرمانے لگے کہ آپ پاک فوج کے امام ہیں لہٰذا ہتھیار چلانا ضرور سیکھیں کاش میں فوج میں ہوتا تو بہت کچھ سیکھتا اور آخر شہادت کی زندگی پاتا مجھے شہادت کا بہت شوق ہے۔ اللہ کرے مجھے شہادت کی موت نصیب ہو۔ چنانچہ چند گھنٹوں بعد سہون شریف جاتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شوق شہادت کو پورا فرما دیا۔

۲) آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا ولی اللہ نعیمی فرماتے ہیں کہ میں نیو کراچی میں امامت وخطابت کر رہا تھا معاشی حالات کی تنگی حالات زمانہ سے دل برداشتہ تھا۔ اسی حالت میں ایک رات پوری عبادت میں سجدہ ریز گزاری اور رب کعبہ کے حضور گریہ وزاری کرتا رہا صبح ہونے پر دارالعلوم میں قبلہ استاد صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا دست بوسی اور قدم بوسی کر کے بیٹھا ہی تھا۔ مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ولی اللہ صاحب بندہ ایک رات کی عبادت سے ولی نہیں ہو جاتا ہے۔ مولانا ولی اللہ کہتے ہیں مجھے استاد صاحب کی اس کرامت پر حیرت ہوئی کہ ان کو میری عبادت کا علم کس طرح ہوا (٦٦)

شجرۂ طریقت نقشبندیہ: سلسلہ نقشبندیہ بھی دوسرے متعدد صوفیانہ خانوادوں کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی تک شجرہ طریقت نقشبندیہ اس طرح سے ہے۔ الحاج عبداللہ سولنگیؒ، حضرت فقیر محمد ولہڑائی، غلام احمد ملکانی نقشبندی علی محمد کالیاری نقشبندیؒ۔ حضرت محمد مظہر مدنیؒ، حضرت شاہ احمد سعید شاہ، حضرت ابوسعید احمدی، غلام علی احمدیؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، سید نور محمد بدایونیؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ، حضرت مجدد الف ثانی (خواجہ احمد فاروقی سرہندیؒ)، حضرت باقی باللہؒ، خواجہ امکنگیؒ، خواجہ درویش محمدؒ، حضرت محمد زاہدؒ، حضرت عبیداللہ احراریؒ، حضرت یعقوب چرخیؒ، حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند، حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ، حضرت خواجہ بابا سماسیؒ، حضرت خواجہ عزیزان رامیتنیؒ، حضرت خواجہ محمود فغنویؒ، حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ، حضرت ابویوسف ہمدانیؒ، حضرت خواجہ ابوعلی فارمدیؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت محمد ﷺ۔

مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ: میں نے بنفس نفیس آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور دعا

مانگی۔ آپ کا مزار دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے احاطے میں محمدی مسجد کے شمال کی جانب زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کی مرقد کے علاوہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا غلام محمد جان نعیمی شہید کی آخری آرام گاہ ہے جو آپ کی مرقد کی دائیں جانب ہے۔ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ایک عظیم دینی درسگاہ ہے جس سے ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں طلباء وطالبات حافظ، عالم فاضل بن کر نکلتے ہیں اور ملک کی دیگر مساجد اور دینی درسگاہوں میں دینی وعلمی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جانشین مفتی محمد جان نعیمی اور آپ کے خلیفہ قاضی شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد احمد نعیمی جو کہ مدرسہ دارالعلوم انوار مجددیہ نعیمیہ محلہ غریب آباد ملیر توسیع کراچی کے مہتمم شیخ الحدیث ہیں سے ملاقات ہوئی آپ دونوں صوفیہ نے مجھے درج ذیل معلومات دیں، مفتی محمد عبداللہ نعیمی عالم، فاضل اور عابد زاہد بزرگ تھے ہزاروں لاکھوں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ شاگردوں کو تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ آپ حضرت الحاج عبداللہ سولنگی نقشبندی مجددی کے مرید خاص تھے حضرت عبداللہ سولنگی اپنے وقت کے ولی اللہ اور عارف باللہ تھے آپ کا وصال مبارک گوٹھ بڑا ضلع دادو میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک بھی گوٹھ بڑا ضلع دادو میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

دینی مدارس اور مساجد: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دینی مدارس اور مساجد قائم کئے یا ان کی سرپرستی کرتے رہے ان کی تفصیل ورج ذیل ہے۔

ا۔ مدرسہ دارالعلوم انوار مجددیہ نعیمیہ محلہ غریب آباد ملیر توسیع کراچی، ۲۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ جاتی ضلع ٹھٹھہ، ۳۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ گولارچی ضلع بدین، ۴۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ ابراہیم حیدری کراچی، ۵۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ لٹ بستی (حیدری) کراچی، ۶۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ گوٹھ بوہار ضلع ٹھٹھہ، ۷۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ گارو ضلع ٹھٹھہ، دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ اشرفیہ درگاہ ویہڑ شریف بھان سعیدہ آباد ضلع دادو، ۹۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ بھینس کالونی کراچی، ۱۰۔ مدرس حنفیہ العباد بھینس کالونی کراچی، ۱۱۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ لسبیلہ بلوچستان، ۱۲۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ وندر حب بلوچستان، ۱۳۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ سید باران (ایران)، ۱۴۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ چابار ایران، ۱۵۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ نیروبی (کینیا)، ۱۶۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ ایسٹ افریقا، ۱۷۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ ڈین ہیگ (ہالینڈ) وغیرہ وغیرہ، ۱۸۔ مدرسہ احسن احسن العلوم نعیمیہ فقیر محمد گوٹھ سپر

ہائی وے کراچی ۔(٦٧)

مفتی اعظم سندھ اکیڈمی کی تصانیف: آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف جو آپ کے صاحبزادے و جانشین قبلہ حضرت مفتی محمد جان نعیمی قدس سرّہ نے مفتی اعظم سندھ اکیڈمی سے شائع کیں ان میں سے اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:۔ ۱۔ فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۲۔ بیاض نعیمی (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۳۔ تحفتہ الاخوان فی الصلوٰۃ والسلام قبل الاذان (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۴۔ تفسیر ما اھل بہ لغیر اللہ (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی ۵۔ تعویذ گنڈا جائز ہے (اردو)، ۶۔ دعا میں ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی و درود پڑھنا (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۷۔ اذان سے پہلے صلوٰۃ والسلام کی شرعی حیثیت (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۸۔ پیغام حق (فارسی) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۹۔ الصافیہ شرح الکافیہ (عربی) شاہ آغا عبداللہ جان سرہندی، ۱۰۔ خطبات ہاشمیہ (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۱۔ تحفتہ القاری بجمع المقاری (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۲۔ الوصیۃ الھاشمیۃ (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۳۔ حدیقۃ الصفاء (فارسی/ اردو) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۴ رھبر حق (سندھی) مفتی محمد جان نعیمی ، ۱۵۔ گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت (سندھی) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۶۔ فرائض وسنن کے بعد دعا کی شرعی حیثیت (اردو) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۷۔ داڑھی مبارک کی شرعی حیثیت (اردو) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۸۔ سوانح حضرت مفتی اعظم سندھ (اردو) مولانا محمد اسلم نعیمی، ۱۹۔ سوانح حضرت غلام محمد نعیمی (اردو) مولانا محمد اسلم نعیمی، ۲۰۔ مامریدان (فارسی) مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسین، ۲۱۔ النظم المقبول فی آداب الرسول ﷺ (فارسی) مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسین، ۲۲ مظہر الانوار (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۲۳۔ بیاض واحدی (عربی) مخدوم عبدالواحد سیوستانی، ۲۴۔ وسیلۃ الفقیر (فارسی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، ۲۵۔ تفسیر فاضلین (سندھی) مفتی محمد جان نعیمی (٦٨)

اوصاف حمیدہ: سیدۃ الطائفہ سیدنا جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فقط ولی اللہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو تارک والدنیا ہو۔ بلکہ عین سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت کامل کا عالم و عامل ہو۔ اس تعریف کی روشنی میں ہر شخص اس بات کی شہادت دے گا کہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ سنت نبوی ﷺ پر سختی سے عامل تھے۔

جسم پر کھدر کا کرتا ہوتا کرتہ پر واسکٹ اور سفید چادر ہوتی نیز کھدر ہی کی شلوار ہوتی تھی یہ ان کا سادہ سا لباس تھا۔ جسے وہ تمام عمر زیب تن کئے رہے۔ مفتی صاحب نہایت سادہ طبیعت، منکسر المزاج، قائم اللیل، خوش خلق، ذی فہم، عاشق رسول ﷺ اور سیرت مصطفیٰ کے عملی پیکر تھے۔ ان کی ہر ہر ادا آنحضرت ﷺ کی سیرت کا مظہر تھی۔ مفتی صاحب شریعت کے مطابق تمام امور سرانجام دیتے تھے اور اپنے عقیدتمندوں کو بھی غیر شرعی کاموں سے منع فرماتے۔ آپ ہر کام سنت نبوی ﷺ کے مطابق کرتے اور اپنے طلباء کو بھی ہمیشہ عمل کی طرف رغبت دلاتے تھے۔ وہ ہر وقت باوضو رہتے۔ مختصر وقت کے لئے آرام فرماتے آپ نے ساری زندگی کسی سے چندہ نہیں مانگا بلکہ سیکڑوں طلباء کی کفالت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔

غیبی امداد: آپؒ چونکہ عالم باعمل اور ولی اللہ ہیں اس لئے مستجاب الدعوات ہیں۔ نیز آپ کو عطائے دست غیب بھی حاصل ہے۔ اس لئے کسی کے سامنے دامن سوال بھی دراز نہیں کئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی نور محمد اور نظر محمد سے فرمایا میرا تکیہ اٹھاؤ جب تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے سو روپے کے نوٹوں کی گڈی رکھی ہے۔ آپ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اللہ اپنے بندوں پر بڑا کریم ہے اور پھر کھانا پکانے والے طلباء کو بلا کر کھانا پکانے کے لئے رقم مرحمت فرمائی اور کہا کہ بازار جا کر سودا سبزی لے آؤ اور سب طلباء کے لئے کھانا پکاؤ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی بینک بیلنس اور ذرائع آمدنی نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ تمام اخراجات کا بندوبست کر دیتا اس پر لوگ حیران تھے کہ مفتی صاحب یہ اخراجات کس طرح پورے کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں ایک فقیر آدمی ہوں میرا رب غنی ہے میرا تمام حال تم پر بھی عیاں ہے۔ میں کبھی کسی دنیا دار حاکم کے آگے تو دست سوال نہیں کرتا البتہ وہ احکم الحاکمین ہے جس سے اس کے محبوب پاک کا صدقہ مانگتا ہوں۔ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی کی ڈیکس کھولی چند سو کے نوٹ دکھائے۔ لیکن میرا یقین کامل ہے۔ جب یہ خرچ کروں گا تو میرا کریم رب مجھے اور عطا کرے گا وہی میرے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھتا ہے۔ مجھے اور میرے طلباء کو دست غیب سے روزی دیتا ہے (۶۹)

چند مشہور تلامذہ: ویسے تو مفتی صاحب کے تلامذہ ملک کے کونے کونے میں دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ چند مشہور تلامذہ کے نام تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد احمد نعیمی شیخ الحدیث دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر، حضرت مولانا شیخ نجم الدین نعیمی (بابا)

لانڈھی، حضرت مولانا اکبر حسین ہاشمی نعیمی ایم۔اے پرنسپل اورنٹیل کالج راولپنڈی، حضرت مولانا حافظ محمد بخش نعیمی کونسلر ملیر، حضرت مولانا محمد عالم جنت نعیمی خطیب جامع مسجد مدینہ ایئرپورٹ چھوٹا گیٹ کراچی، حضرت مولانا مفتی عبداللطیف نعیمی مدرسہ دارالعلوم ہذا، حضرت مولانا نور محمد نعیمی چیئرمین زکوٰۃ وعشر کمیٹی ملیر سٹی مدرس، حضرت مولانا عنایت اللہ نعیمی مہتمم دارالعلوم نعیمیہ میر پور بٹھورو سندھ، حضرت مولانا محمد اسلم نعیمی خطیب بسم اللہ مسجد شاہ فیصل کالونی نمبر۴، حضرت مولانا آغا جان اشرفی نعیمی دادو سندھ، حضرت مولانا حافظ عبدالرزاق کیمبلپور، خطیب ملیر کینٹ، حضرت مولانا شفاعت رسول نعیمی کیمبلپور، مدرس دارلعلوم ہذا، حضرت مولانا محمد یوسف سجاول ٹھٹھہ، حضرت مولانا عبدالعلیم قادری نعیمی ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ روڈ کراچی، حضرت مولانا نور الہادی نعیمی مدرسہ دارالعلوم سبحانیہ ڈرگ کالونی کراچی، حضرت مولانا فضل ھادی نعیمی مدرس دارالعلوم قادریہ مردان، حضرت مولانا غلام یٰسین گولڑوی نعیمی۔(۷۰)

تعزیتی بیانات، پیغامات اور خبریں

وصال مبارک: مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر ہمارے قومی پریس نے جو تعزیتی خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیں اور ان کو جو خراج عقیدت پیش کیا، ان میں سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی، مشن کے نائب چیئرمین پروفیسر شاہ فریدالحق سلسلہ قادریہ کے روحانی پیشواء علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی، علامہ شاہ تراب الحق، دعوت اسلامی کراچی کے امیر مولانا الیاس قادری، تحریک اہل سنت کے چیئرمین محمد حنیف بلو نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے مفتی عبداللہ نعیمی کے اچانک انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے عالم اسلام بالخصوص مسلک اہل سنت کے لئے ایک اور نا قابل برداشت صدمہ قرار دیا اور دعا کی کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ دریں اثنا مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری مولانا غلام دستگیر خان، مولانا منظور الحق، مولانا محمد دسایا، مولانا غلام عباس قادری، الحاج شمیم الدین، مولانا محمد یوسف نعیمی، شاہ تراب الحق، صوفی خادم حسین، حافظ شیر خان نیازی، ملک احمد خان، مولانا محمد رمضان، حاجی محمد حنیف طیب، مفتی محمد رفیق رطنی، مفتی غلام قادر کشمیری، مولانا کریم داد ساقی، مولانا محمد اصغر درس، محمد صدیق راٹھور، حافظ محمد فاردق بیگ،

قاری محمد امین، قاری محمد نواز، مولانا محمد الیاس قادری، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا محمد اقبال نعیمی، مفتی شجاعت علی قادری، مولانا محمد حسن حقانی، مفتی وقار الدین، الحاج خان محمد پراچہ، مولانا عبدالمجید اشرفی، قاری محمد یونس، مولانا غلام نبی، مولانا غلام محمد سیالوی، مولانا اکرام حسین سیالوی، مولانا سید منظور حسین ہمدانی اور دیگر علماء نے مفتی محمد عبداللہ نعیمی کے انتقال اہل سنت والجماعت کے لئے ناقابل تلافی المیہ قرار دیا(۷۱)

مفتی محمد عبداللہ نعیمی جید عالم دین بلند پایہ صوفی اور سچے عاشق رسول تھے۔تعزیتی بیانات: کراچی ۲اگست (پ ر) ممتاز عالم دین مفتی محمد عبداللہ نعیمی کے انتقال پر مذہبی وسماجی تنظیموں کے رہنماؤں علماء ومشائخ، دینی وسیاسی تنظیموں کے رہنماؤں نے مفتی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مذہبی، دینی، ملی اور اصلاحی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔سنی ایکشن کمیٹی کراچی کے سربراہ صاحب زادہ سید محمد جمال الدین کاظمی، علامہ سید شاہ حسین گردیزی، مولانا محمد اعظم سعیدی، مولانا محمد شفیع الہاشمی، مولانا محمد رفیق کشمیری، جماعت اہلسنت سندھ کے صدر پیر فیروز شاہ قاسمی، ناظم اعلیٰ علی بخش چانڈیو مولانا اورنگ زیب ہزاروی، دارالعلوم فیض مدینہ بلدیہ ٹاؤن اور جامع مسجد مدینہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام تعزیتی اجلاس ہوئے مفتی نعیمی مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ڈاکٹر ایس اے قادری، راجہ محمد رب نواز اور دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے مفتی نعیمی کی دینی وملی خدمات کو سراہا۔انجمن چشتیہ کراچی کے صدر شوکت حسین اور دیگر مقررین نے کہا مفتی صاحب جید عالم دین، بلند پایہ صوفی بزرگ اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔سعیدہ آباد بلدیہ ٹاؤن کی زکوٰۃ وعشر کمیٹیوں کے عہدیداروں، مولانا محمد سرفراز اور صوفی محمد خان نے کہا ہے کہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی معتبر عالم دین، پرہیزگار اور پیر طریقت تھے اور ساری زندگی پیغام حق پھیلانے میں صرف کردی۔مرکزی انجمن محبان اولیاء کے جنرل سیکریٹری قاری حافظ علی قادری، مولانا خان محمد نظامی، مولانا اسلام الدین دہلوی ودیگر نے مفتی محمد عبداللہ نعیمی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی ہے۔(۷۲)

مرحوم کی دینی اور مذہبی خدمات ناقابل فراموش ہیں: مختلف مذہبی، ثقافتی اور طلباء تنظیموں کی جانب سے اظہار تعزیت، دارالعلوم نعیمیہ مجددیہ ملیر کالونی کے مہتمم محمد عبداللہ نعیمی کے اچانک انتقال پر شہر کی متعدد مذہبی ممتاز شخصیتوں اور سماجی تنظیموں نے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے۔ان کی دینی، ملی اور مذہبی خدمات کو

زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔تعزیتی بیان میں کہا گیا ہے کہ مرحوم علم وعرفان کا منبع تھے اوران کے انتقال سے جوخلا پیدا ہو گیا ہے وہ پُر نہیں ہو سکتا۔مولانا محمد عبداللہ نعیمی کے ایصال ثواب کے لئے صوبائی وزیر ٹرانسپورٹ دوست محمد فیضی نے بھی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی میں شرکت فرمائی (۳۷)

۱۔ **ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کا خراج تحسین:** روزنامہ جنگ میں صفحہ اول پر یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں مفتی صاحب کے علمی وتبلیغی کارناموں کوعوام اہل سنت کے لئے مشعل راہ قرار دیا۔ علامہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے ڈرگ روڈ نمبر ۵ میں انجمن فدایان مصطفیٰ کی جانب سے تعزیتی جلسہ سے خطاب کررہے تھے اس جلسہ سے پروفیسر شاہ فرید الحق، مولانا عبدالسجان قادری، صوفی ایاز خان نیازی، محمد صدیق راٹھور اور سید ارشاد علی نے بھی اپنے اپنے خطاب میں مفتی صاحب کوخراج عقیدت پیش کیا اوران کی دینی، ملی اور تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی۔

۲۔ **مفتی نعیمی عالم باعمل تھے:** ورلڈ اسلامک مشن حلقہ گل بہار کے زیر منعقدہ جلسہ سے مولانا قاری محمد نثار الحق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی ولی کامل اور عالم باعمل تھے ان کا تقویٰ اور سادگی تبلیغ دین میں جدوجہد علماء کے لئے مشعل راہ ہے۔

۳۔ **مفتی محمد عبداللہ نعیمی کار کے حادثے میں جاں بحق:** کراچی ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کے بانی ومہتمم محمد عبداللہ نعیمی سہون شریف جاتے ہوئے کار کا ٹائر پھٹنے کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔مفتی صاحب کا جسد خاکی کراچی لایا گیا۔ملیر میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی نماز جنازہ میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، مفتی ظفر عثمانی، مفتی وقار الدین قادری، مفتی شجاعت علی قادری کے علاوہ علماء مشائخ کرام اور سیاست دان سب ہی نے شرکت کی۔مرحوم کی وفات سے علماء ومشائخ کی صف میں جوخلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔مرحوم عالم باعمل اورصوفی باصفا تھے۔

۴۔ **آہ۔علامہ المفتی محمد عبداللہ نعیمی:** تحریر پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری شعبہ علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی۔۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو کراچی میں اہل سنت والجماعت کی ایک معروف دینی درسگاہ دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کے بانی ومہتمم حضرت علامہ المفتی الحاج محمد عبداللہ نعیمی سہون شریف جاتے ہوئے کار کا ایک ٹائر پھٹنے کے حادثے

میں جاں بحق ہو گئے۔ مفتی صاحب کی رحلت پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی غم انگیز سانحہ اور ملک وملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جسے پاکستان کے عوام، علماء، سیاسی رہنما، طلباء اور مرحوم کے ارادت مندوں نے یکساں طور پر بڑی شدت سے محسوس کیا، مذہب اسلام، پاکستان اور ملت مسلمہ کے لئے انہوں نے جو خدمات انجام دیں وہ بھلائی نہیں جاسکتیں۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں ٹھٹھہ کے علاقے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قیام پاکستان کے بعد بھی اسے اصل راستے؛ اور منزل کی طرف گامزن رکھنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ علامہ نعیمی ایک ممتاز محدث، مفتی، استاد و محقق اور ہمدرد و شفیق مذہبی رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے ایک پر جوش سرفروش سپاہی بھی تھے۔ مفتی صاحب بڑے فعال اور جامع اوصاف تھے۔ راقم الحروف بلاخوف تردید عرض کرتا ہے کہ مرحوم عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے۔ تصوف فلسفیانہ پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ انہوں نے شب و روز تصوف مومنانہ کے لئے کام کیا۔ ان کا ہر قول و فعل کتاب وسنت کے مطابق تھا۔ مفتی صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کی تائید وحمایت کرنے کے بعد اس پر کبھی حرف گیری نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کا آخر دم تک جمعیتہ علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت پر مکمل اعتماد اور یقین رہا۔ اپنی نجی محفلوں اور جلسہ عام میں بھی اس کا برملا اظہار کیا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کے کثیر تعداد میں تلامذہ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور ملک کے دیگر علاقوں میں تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ نہایت تحقیقی، تدقیقی اور مسائل کے لئے مکمل تسکین اور اطمینان قلبی کا باعث ہوتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کئی بار عمرہ اور حج ادا کئے جن حضرت نے آپ کا آخری دیدار کیا ان کا کہنا ہے کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مفتی صاحب آرام فرما رہے ہیں ان کے چہرے پر مسرت وشادمانی کے آثار نمایاں تھے۔ اور راقم الحروف کی زبان پر یہ شعر تھا۔

موافق ہے عجب تیرے خمستاں کی ہوا ساقی ...... کہ آتا غمزدہ ہوں اور جاتا شادماں ہوں میں (۷۴)

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ اعجاز الحق قدوسی ''تاریخ سندھ'' لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۴ء جلد ۱۔۲

۲۔ عبدالرسول قادری، ڈاکٹر ''مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کی سوانح حیات'' کراچی مفتی اعظم سندھ اکیڈمی ۲۰۰۲ ص ۵۱۰۔۵۱۱

۳۔ اعجاز الحق قدوسی ''تذکرہ صوفیائے سندھ'' کراچی اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۵ء ص۔۱۔۸

۴۔ ایضاً ص ۱۔۲۳

۵۔ عبدالمجید سندھی ڈاکٹر میمن ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء ص ۵۲۱

۶۔ محمد مسعود احمد پروفسر ڈاکٹر ''حیات نعیمی'' مطبوعہ کراچی، مہتاب پرنٹنگ ۱۴۱۱ھ ص۔۱۳

۷۔ محمد اقبال حسین نعیمی قاضی ''تذکرہ اولیاء سندھ'' کراچی، شارق پبلیکیشنز ۱۹۸۷ء ص۔۱۶۴

۸۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ''حیات نعیمی'' محولہ بالا ص۔۱۳

۹۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ''حیات نعیمی'' محولہ بالا ص۔۱۴

۱۰۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ''سوانح حیات'' مفتی اعظم سندھ مطبوعہ کراچی، مہتاب پرنٹنگ، ۱۹۸۲ء، ص۔۳۷

۱۱۔ ایضاً ص ۷۰۔۷۱

۱۲۔ ایضاً ص ۲۱

۱۳۔ ایضاً ص ۱۹۔۲۱

۱۴۔ ایضاً س ۵۲۔۵۳

۱۵۔ ایضاً ص۔۳۱

۱۶۔ محمد اقبال، علامہ ''بال جبریل'' لاہور، غلام علی پبلیشرز، ۱۹۷۵ء، ص۔۵۷

۱۷۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی ''تعارف علماء اہل سنت'' لاہور، مکتبہ قادریہ ۱۹۷۹ء، ص ۱۹۲

۱۸۔ ایضاً ص ۱۹۲

۱۹۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' حیدرآباد، رکن الاسلام پبلیکیشنز ۱۹۹۷ء، ص ۵۱، ج۔۲

۲۰۔ ایضاً ص۔۵۴

۲۱۔ ایضاً ص۔۵۵

۲۲۔ مفتی محمد جان نعیمی ''فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ'' کراچی، مہتاب پرنٹنگ، ۱۴۱۱ء ص ۱۰۹، ج ۔۲

۲۳۔ القرآن ۷:۲۰۴

۲۴۔ علامہ علاؤالدین المتقی بن حسام الدین ''کنزل العمال علی ہامش مسند امام احمد'' بیروت، ۱۹۷۵ھ ص ۳۵۷، ج ۔۱

۲۵۔ ایضاً ص ۳۶۲

۲۶۔ ایضاً ص ۳۶۴

۲۷۔ ایضاً ص ۳۶۴

۲۸۔ القرآن: ۲:۱۱۴

۲۹۔ شیخ منصور علی ناصف ''التاج الجامع'' مصر، داراحیاء ص ۳۹، ج ۔۵

۳۰۔ ایضاً ص ۳۸

۳۱۔ مفتی محمد جان نعیمی ''فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ'' محولہ بالا ص ۳۷۸

۳۲۔ القرآن: ۳۳:۵۶

۳۳۔ شیخ ولی الدین خطیب، ''مشکواۃ شریف'' کراچی، اصح المطابع ص ۸۶۔

۳۴۔ ایضاً ص ۸۶

۳۵۔ شیخ محی الدین ابی ذکریا انصاری ''ریاض الصالحین'' کراچی قدیمی کتب خانہ، ص ۵۳۰

۳۶۔ شیخ ولی الدین خطیب ''مشکواۃ شریف'' محولا بالا ص ۷۶

۳۷۔ قاضی ابی الفضل عیاض ''کتاب الشفاء'' مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ص ۶۱، ج ۔۲

۳۸۔ شیخ محی الدین نووی شافی ''نووی شرح مسلم'' دہلی، اصح المطابع، ص ۳۴۱، ج ۔۲

۳۹۔ شیخ حافظ عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی ''نسائی شریف'' دہلی مجتبائی، ص ۱۴۳، ج ۔۱

۴۰۔ شیخ ابی الحسن محمد بن عبدالہادی ''حاشیہ السندی علی ہامش نسائی'' دہلی مجتبائی، ص ۱۴۳، ج ۔۱

۴۱۔ شیخ احمد بن محمد طحاوی، ''طحاوی علی مراقی الفلاح'' مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ص ۵۱۶

۴۲۔ شیخ اسماعیل حقی ''تفسیر روح البیان'' مصر، مکتبہ عثمانیہ، ص ۱۶۳، ج ۵

۴۳۔ شیخ بدرالدین عینی حنفی، ''عینی شرح بخاری'' مصر، مکتبہ منیریہ، ص ۱۱۷، ج ۳

۴۴۔ ایضاً، ص ۱۱۸، ج ۳

۴۵۔ القرآن ۔۱۳:۲۸

۴۶۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ''سوانح حیات'' محولہ بالا، ص ۴۷

۴۷۔ ایضاً، ص ۵۳

۴۸۔ ایضاً ص ۵۴

۴۹۔ ایضاً ص ۵۵

۵۰۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر ''حیات نعیمی'' محولہ بالا، ص ۱۸۔۱۹

۵۱۔ ایضاً، ص ۔۲۰

۵۲۔ ایضاً، ص ۔۲۰

۵۳۔ ایضاً، ص ۔۲۱

۵۴۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ''سوانح حیات'' محولہ بالا، ص ۴۷

۵۵۔ ایضاً، ص ۸۴

۵۶۔ ایضاً، ص ۸۹

۵۷۔ ایضاً، ص ۸۳

۵۸۔ ایضاً، ص ۷۱

۵۹۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ''حیات نعیمی'' محولہ بالا، ص ۲۳

۶۰۔ ایضاً ص ۲۳

۶۱۔ ایضاً ص ۲۴۔۳۲

۶۲۔ غلام محمد نعیمی، مولانا ''تفسیر اہل بہ لغیر اللہ'' کراچی، گولڈن پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۷ء ص ۷

٦٣۔ غلام محمد نعیمی مولانا ''بیاض نعیمی'' کراچی، منزل اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، ص ۸، ج ۲۔

٦٤۔ محمد وارث کامل، مولانا ''تذکرہ اولیاے لاہور'' کراچی، ایجوکیشن پریس ۱۹٦۳ء، ص ۵۹۔٦۳

(۱) سیر الاولیاء، ص ۱۳۸ (۲) کشف المحجوب ص ٦ (۳) اخبار الاخیار ص ٦٤

٦۵۔ اعجاز الحق قدوسی ''تذکرہ صوفیاے سندھ'' محولہ بالا، ص ۵۔۷

٦٦۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ''سوانح حیات'' محولہ بالا ص ٦٤۔٦۵

٦۷۔ انٹرویو از مقالہ نگار۔

٦۸۔ عبدالرسول قادری، ڈاکٹر ''مخدوم آدم ٹھٹھوی کی سوانح حیات'' کراچی، مفتی اعظم سندھ اکیڈمی، ۲۰۰۲ء، ص ۵۱۰۔۵۱۱

٦۹۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ''سوانح حیات'' محولہ بالا ص ۹۔۱۳

۷۰۔ ایضاً ص ۸۳

۷۱۔ روزنامہ ''ہلال پاکستان'' کراچی ۴/اگست ۱۹۸۲ء

۷۲۔ روزنامہ ''نواے وقت'' کراچی، ۱۳/شوال ۱۴۰۲ھ، ۳/اگست ۱۹۸۲ء

۷۳۔ روزنامہ ''جسارت'' کراچی، ۳/اگست ۱۹۸۲ء

۷۴۔ روزنامہ ''حریت'' کراچی، ۲/اگست ۱۹۸۲ء

۷۵۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی، یکم اگست ۱۹۸۲ء

باب : ششم

حضرت زندہ پیر گھمکولوی رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام : آپ کا اصل نام حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

لقب : آپؒ کا لقب زندہ پیر ہے۔ اور آپ اسی نام سے مشہور رہوئے۔

آپ اللہ کے ولی کامل تھے ولی کسی ظاہری مدرسے سے سند یافتہ ہو یا نہ ہو کیونکہ اللہ جسے منتخب فرمائے اسے علم لدنی بھی عطا فرما دیتا ہے۔ اسی پس منظر میں نبی کریم ﷺ کے ان صدق وصفا اور صدق ویقین والے سچے غلاموں نے جن میں صحابہ کرام، تابعی، تبع تابعین کرام اور اولیاء کرام عظام سب ہی شامل ہیں۔ جہاں پوری دنیا میں امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کرنے اور رشد وہدایت کی شمع روشن رکھنے کا فریضہ سرانجام دیا وہاں برصغیر پاک وہند میں جناب سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ، جناب شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ، شاہ رکن عالم ملتانیؒ، حضرت بابا فریدالدین، گنج شکرؒ، سید جلال الدین المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، جناب حضرت لعل شہباز قلندرؒ، جناب عبداللہ شاہ غازیؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، جناب سید معین الدین چشتی اجمیریؒ کے علاوہ گزشتہ دور کے مختلف اولیاء کرام وعظامؒ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنا اپنا فریضہ ادا کرنے ضلع پوری کوشش کی۔ وہاں بیسوی صدی عیسوی میں خواجہ خواجگان جناب حضرت زندہ پیرؒ دربار عالیہ نقشبندیہ گھمکول شریف کی کوہاٹ، جو خواجہ خواجگان جناب محمد قاسم صادقؒ دربار عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف کے فیض یافتہ آخری خلیفہ مجاز نے قرب قیامت کے دور میں اس شمع کو فروزاں رکھنے کا پورا حق ادا کر دیا۔

نسبی تعلق اور بچپن: آپؒ کی جد امجد محمد ابراہیم شاہؒ افغانستان سے ہجرت کر کے کوہاٹ تشریف لائے اور موضع جنگل خیل جو کوہاٹ شہر کے قریب ہے مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کا خاندان زہد وتقویٰ میں معروف تھا۔ حضرت محمد ابراہیم شاہؒ کا مزار مبارک کوہاٹ سے پشاور روڈ پر برلب سڑک ہے۔ یہ قبرستان آپؒ کے خاندان طیبہ کیلئے مخصوص ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت موضع جنگل خیل ضلع کوہاٹ ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد پیر غلام رسول شاہ صاحبؒ جو انتہائی پاکیزہ سیرت اور باعمل صوفی اور درویش منش انسان تھے۔ حسن صورت کے ساتھ

اخلاق جلیلہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد اور آپ کے بڑے بھائی حسین شاہ صاحب دونوں دہلی اور پھر اجمیر شریف چلے گئے اور پھر وہیں آپ کے والد محترم رسول شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔ وہاں پر آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جب آپ کے والد محترم کا وصال ہوا تو آپ کے بڑے بھائی دھلی سے جنگل خیل تشریف لے آئے اور والد محترم کے وصال کا ماجرہ بیان کیا اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ صاحب کی پرورش کا ذمہ اٹھالیا۔

آپؒ کا بچپن: آپ اپنے ہم عمر بچوں سے مختلف تھے۔ کم گو اور تنہائی پسند تھے اور زیادہ وقت یاد الٰہی اور فکر و مراقبہ میں گزارتے۔ بچپن ہی سے آپ ریاضت و عبادت کے مکمل پیکر بن گئے۔ کلمہ طیبہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ یہ ذکر و فکر اور ریاضت و عبادت ایسا رنگ لائی کہ آپ باعمل صوفی بن گئے۔ (۱)

تعلیم و تعلم: بہ لحاظ ظاہری تعلیم حضور قبلہ عالم کسی درس گاہ سے فارغ التحصیل نہیں تھے مگر جو لوگ آپ کے ملفوظات سے ذوق سماعت حاصل کرتے تھے۔ ان سے دریافت کیجئے کہ آپ علوم ظاہری و باطنی کے دریائے ناپید کنار تھے۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے خزانے سے علم لدنی کی دولت نصیب ہوتی ہے آپؒ کو جتنا علم حاصل تھا وہ ایک دنیا کو سیراب اور فیض یاب کرنے کیلئے کافی تھا۔ اللہ کے نیک بندے علم کی روشنی سے اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک کو سمجھ سکے اس نعمت عظمیٰ سے جو حضور قبلہ عالمؒ کا سینہ معمور تھا اس کی وجہ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور پہچان تھی۔

علم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ علم کسبی ۲۔ علم لدنی

علم کسبی کی مثال ایسی ہے کہ ایک جوہڑ کھود کر اس میں پانی ڈال دیا جائے۔ جتنا پانی اس میں بھرا گیا ہے اسی قدر رہیگا۔ جو لوگ علم کسبی پڑھتے ہیں اتنا ہی رہتا ہے۔ جو مسائل وغیرہ بتاتے ہین یہ بھی دیکھ کر بتاتے ہیں لیکن علم لدنی کی حقیقت یہ ہے کہ دل کی طاقی کھل جاتی ہے۔ اور روح جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نور کا ایک منبع دل میں آجاتا ہے جس کی بدولت اپنے پاس ہی سے دل کے اندر سے ساری باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔ کسی سے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر فقیر دل سے فتویٰ لیتا ہے۔ مفتیوں سے نہیں۔ وہی علم لدنی جو اسرار الٰہیٰ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اولیاء کرام اور انبیائے عظام کو بھی عطا ہوتا ہے اور اسی ہی علم سے قبلہ عالمؒ بھی فیض

فیض یاب تھے۔

بیعت وخلافت: آپ حضور قبلہ عالمؒ نسبت روحانی کیلئے بے قرار رہتے۔ اور اسی ارادہ پر اس عہد کے فقراء صالحین سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپؒ کی ریاضتیں، مجاہدے، اتقا، توکل صبر وشکر، سب بدرجہ اتم تکمیل کو پہنچ چکے تھے۔ تزکیہ نفس کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اب ضرورت تھی ایک معلم روحانی کی۔ جو آپ کو رشد وہدایت کا باضابطہ اور مستند معدن ومنادی بنا دے چنانچہ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ، (علی پور شریف) حضرت پیر جماعت علی شاہؒ، المعروف بہ لاثانی علی پور شریف، حافظ محمد عبدالکریمؒ عیدگاہ شریف راولپنڈی، حضرت زندہ پیر کراچی (جو کہ سایں سہیلی سرکار کے خلیفہ تھے) ایسی مقتدر ہستیوں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور دربار عالیہ حضرت امام علی الحقؒ سیالکوٹ جا کر مراقب ہوئے تو ادھر سے فرمایا گیا۔ کہ دربار عالیہ موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی میں سو سال سے آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آپ فوراً موہڑہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ آپؒ براستہ کلڈنہ موہڑہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت پیر مبارک خان صاحبؒ حضور قبلہ عالم کو اپنے والد محترم ولی عہد کے دروازہ مبارک کے سامنے لے گئے۔ لیکن اچانک غیبی آواز آئی کہ آپ بڑے حضرت صاحب کے دست حق پر شرف بیعت حاصل فرمائیں۔ پھر آپؒ حضرت باواجی محمد قاسم سرکارؒ کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم کو دیکھتے ہی باواجی سرکار محمد قاسمؒ نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور زبان حق بیان سے فرمایا آ میرے زندہ پیر میں سو سال سے آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ آپ میرے سب سے آخری خلیفہ ہیں آپ کا فیض عام ہوگا۔ آپ کی چھکور میں رزق (لنگر) کافی ہوگا۔ اسطرح آپ نے شرف بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپؒ کی بیعت سے پہلے تقریباً چھ سال کے عرصہ میں آپؒ کا دروازہ مبارک بند رہا کوئی زیارت کر سکا نہ کوئی بیعت ہوا۔ باواجی نے آپؒ کو بیعت کیا اور اپنا آخری خلیفہ بنایا۔ یہ واقعہ ۱۹۳۸ء کا ہے جبکہ حضور قبلہ عالم شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ باواجی سرکار محمد قاسمؒ حضور قبلہ عالم زندہ پیر صاحب کو اپنی نگاہ انتخاب اور دعاؤں کے علاوہ ملبوس مبارک بشمول خرقۂ خلافت سے نوازتے ہوئے رخصت کیا اور ساتھ ہی فوج میں سول ملازمت اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا اور سخی ہونے کا ایسا معیار دکھلایا کہ جو کچھ تھا جناب زندہ پیر صاحب کے سپرد کر دیا۔

حضرت زندہ پیر پاک فوج میں: حضور باواجی سرکار محمد قاسمؒ اس مصلحت سے واقف وآگاہ تھے اسی لئے حضرت

زندہ پیرؒ کو پاک فوج کے ساتھ سول ملازمت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت پیر محمد قاسم موہڑوی سرکارؒ کے سجادہ نشین پیر زاہد خانؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندہ پیرؒ کی مثال عالم طریقت میں ایک سورج کی مثال ہے۔ جو کہ اپنے تصرف انہار پر پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ اور فیض رسانی خاص وعام کیلئے بانٹتا رہے گا۔ اس وقت مخلوق ربی کا رشتہ اپنے رب تعالیٰ سے جوڑنے کیلئے آپ کی بے حد ضرورت ہے۔ انکی فقیری چودہ سو سال کی آخری یادگار فقیری ہوگی۔ ان کا دربار اور لنگر کتنا وسیع وعریض ہوگا۔ دربار پاک کے انتظامات کتنے منظم ہوں گے۔ اسی وجہ سے آپکا واسطہ منظم اور باضابطہ طبقہ یعنی فوج سے کر دیا گیا۔ زیادہ تر فوجی لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ تمام قسم کی تقریبات پر زیادہ تر فوجی لوگ مامور ہوتے ہیں۔ جیسے آپکی طریقت اور فقیری بے مثال ہے۔ ایسے ہی آپکی بارگاہ کا کنٹرول اور انتظام بھی قابل رشک ہے۔

۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۹ء تک ۱۲ سال کا عرصہ حضور قبلہ عالمؒ نے فوج کے ساتھ منسلک رہ کر مقام قطبیت پر فائز ہوتے ہوئے اپنے اس مقام اور حال کو مستور رکھا۔ بالآخر آپ امر ربی کے مطابق ۱۹۴۹ء میں گیارہ بلوچ رجمنٹ ایبٹ آباد چھاؤنی میں پردہ مستورہ اور حالت راز سے بے نقاب ہوئے اور مخلوق خدا کی دینی اور اصلاحی خدمات کیلئے آپ یونٹ سے سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء تک یونٹ کے کوارٹر میں مقیم رہ کر لوگوں کی اصلاح فرماتے رہے۔

طوری باباؒ: آپؒ کے پیر بھائی محمد شاہ صاحبؒ المعروف طوری باباؒ ایبٹ آباد کے نزدیک گاؤں لساں نواب صاحب میں رہتے تھے۔ اور آپؒ طوری بابا کے پاس جایا کرتے تھے۔ طوری باباؒ نے زندہ پیر صاحبؒ سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں ۵۰۰ کنال زمین آپ کے نام کروں آپ میرے پاس مخلوق خدا کی دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیں اور اس علاقہ پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ لیکن حضور زندہ پیر صاحبؒ نے فرمایا۔ میں مدینہ طیبہ جا رہا ہوں جو ادھر سے فرمان ہوگا اس پر عمل کریں گے۔ آپؒ ۱۹۵۲ء میں بذریعہ بحری جہاز پہلا حج مبارک ادا فرمانے کیلئے تشریف لے گئے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد آپؒ گنبد خضراء کے سامنے کھڑے ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ معلیٰ میں درخواست پیش کی کہ میرے لئے کیا فرمان ہے۔ گنبد خضراء سے جناب رسول اللہؐ کے ہاتھ مبارک کا اشارہ ان پہاڑوں کی طرف ہوتا ہے۔ آپؒ پہاڑوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے درمیان سے سارے

حجاب اور پردے ہٹا دیئے آپ کو پہاڑی کا حصہ جو آپؒ کے حجرہ مبارک کے ساتھ پیوست ہے اس پر آپ کا نام زندہ پیر اور دربار عالیہ گھمکول شریف لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ آپؒ کو زندہ پیرؒ کا نام مبارک حضور نبی پاک ﷺ سے اسی وقت عطا کیا گیا۔

نفرت کی نگاہوں سے فقیروں کو نہ دیکھو   یہ خاک نشین کم تو نہیں تخت نشین سے (۲)

عظمت دربار عالیہ گھمکول شریف: ریاض دہر میں لاکھوں آستانے قائم ہیں۔ جو کہ صاحب آستانہ کی موجودگی اور ظہور سے پیشتر محض آبادی کے نام سے موسوم تھے۔ جب ان آبادیوں میں اللہ والوں کے قدم مبارک اور نگاہ فیض کے چھینٹے پڑے تو وہی جگہیں وہی آبادیاں آستانوں میں بدل گئیں اور شریف کے لقب سے زبان خلق پر مشتہر ہوئیں مثلاً گولڑہ سے گولڑہ شریف، رواتڑہ سے رواتڑہ شریف، علی پور سے علی پور شریف، جلال پور سے جلال پور شریف اور شرقپور سے شرقپور شریف ان آبادیوں کی عزت و تکریم کا موجب صرف اور صرف ان اولیائے عظام کا ان میں قیام و ظہور تھا۔ ساڑھے نو سو سال پیشتر جناب رسول اللہ ﷺ کا گنبدِ خضرا سے ملک ہند کی طرف ہاتھ مبارک اُٹھا ہے تو خواجہ اجمیر شریف کیلئے فرمان ہوتا ہے۔ ملک ہند میں بت پرستی کا گڑھ جو نا گڑھ کا علاقہ ہے۔ وہاں جا کر اجمیر شریف آباد کریں۔ ساڑھے نو سو سال بعد دوسری بار جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا اشارہ ہوتا ہے۔ تو جناب زندہ پیر صاحب کیلئے پہاڑیوں میں دربار عالیہ گھمکول شریف آباد ہوا۔ اس بے آب و گیاہ جنگل جہاں کسی جانور اور پرندے کی آواز تک نہ آتی تھی۔ کسی انسان کی گزرگاہ کا گمان نہیں ہوسکتا تھا۔ صرف جناب زندہ پیر صاحبؒ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو دنیا و مافیہا سے مقدم سمجھا۔ اور تن تنہا غار مبارک کو اپنی خلوت گاہ کا شرف بخشا فرمان رسول اللہ ﷺ پر ہر واسطہ توڑنے اور اللہ کریم سے واسطہ جوڑنے کا ثمرہ ہے۔ کہ اس بارگاہ مقدسہ گھمکول شریف سے افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی صدائیں فضاؤں کو محیط کیے رکھتی ہیں۔

زندہ پیرؒ کہلوانے کی وجوہات: آپؒ زندہ پیر کہلوانے کی کئی وجوہات ہیں۔ یہاں پر صرف ایک ہی وجہ لکھنے پر اکتفا کیا جائے گا۔ ۱۹۳۸ء میں آپؒ پہلی بار خواجہ محمد قاسم صاحبؒ المعروف باواجی سرکار کے دست حق پر بیعت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپؒ باواجی سرکارؒ کے حجرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں کہ اجازت لیکر قدم

بڑھاؤں تو باواجی سرکار محمد قاسمؒ کی زبان فیض آثار سے ارشاد ہوتا ہے۔ آزندہ پیرؒ میں سو سال سے آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اسطرح حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ کے نام سے مشہور ہوئے اور اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ (۳)

حضور قبلہ عالمؒ کی اپنے مرشد کامل سے محبت وآداب مریدی:

۱۔ آداب مریدی میں شرط اول ہے کہ مرید اپنے پیر کی عظمت کو سمجھ سکے۔

۲۔ اپنے پیر کی محبت ہر وقت اپنے سینے میں موجود پائے۔

۳۔ ہر ایسے قول وفعل سے گریز کرے کہ مبادا ایسا کوئی قول وفعل سرزد نہ ہو۔ جائے کہ جس سے پیرومرشد اپنے سے جدا کر دے۔

۴۔ پیرومرشد کے دجود مسعود کو اپنے لئے وسیلہ راہنمائی سمجھے۔

۵۔ پیرومرشد کی چوکھٹ کو اپنے لئے اللہ پاک کی رحمت کا دروازہ سمجھے۔ گمان اور عقیدہ رکھے کہ مجھ کو جو کچھ ملے گا اس رحمت کے دروازہ کی برکت اور وسیلہ سے ملے گا۔

آپؒ کو اکوڑہ خٹک حضرت پیر مہربان علی شاہ صاحبؒ کے دربار مبارک پر جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت پیر مہربان علی شاہ مکان کے اندر ایک چھوٹی سی کھڑکی میں بیٹھ کر سوالی وزائرین باہر کھڑے ہو کر ملاقات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لوگ ملاقات کر رہے تھے آپؒ علیحدہ ایک طرف کھڑے تھے، حضور پیر مہربان علی شاہؒ کی نگاہ جب آپؒ پر پڑی تو بے ساختہ فرمایا مرید ہو تو ایسا، کھڑا ادھر ہے لیکن دل کی گہرائیوں سے اپنے پیرومرشد باواجی سرکار محمد قاسمؒ کے جلوے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ حضور قبلہ عالمؒ اپنے مرشد کامل باواجی سرکار محمد قاسمؒ کے تصور میں سرمست وسرخوش ہو کر اپنی زبان حال سے تصدیق فرما رہے تھے۔ کہ دن کو دروازہ کھولنے سے پہلے میں اپنے پیرو مرشد کے قدموں کو چومتا ہوں، آپؒ نے اپنے مرشد کا اس طرح سے ادب بجالا کر آداب طریقت میں ایک ایسا باب کھولا ہے۔ تابعداری کا ایک معتبر اور نہایت ہی معظم معیار قائم کیا۔ آپؒ مرشد کی محبت میں ایک لمحہ بھی جدائی گوارا نہ فرما سکتے گویا آپکی آنکھیں مبارک مرشد کے رخسار مبارک پر بچھی رہتیں اور مرشد پاک کے رخسار مبارک آپ کی آنکھوں میں سمائے رہتے اور دل میں گویا پیرومرشد کے دجود مسعود کی تصویر جاگزیں ہو گئی تھی۔ حضرت

پیر مہربان علی شاہؒ نے آپکو پورے احترام سے الوداع فرمایا۔ آپ کے تصورِ شیخ کی بہت داد دی۔

عزت کی فکر اگر ہے تو ایک کام کر   مرشد کے حکم کا ادب و احترام کر

ملتا ہے خاص خاص کو بار اس جناب میں   یا مبتلائے عام ہو یا ترکِ عام کر (۴)

حضور قبلہ عالمؒ کا سفرِ حج مبارک: حضور قبلہ عالمؒ کے روحِ اطہر پر رب کریم نے کس قدر اپنی رحمت کے دروازے کھولے کہ حیاتِ طیبہ میں کئی بار عمرہ اور انتیس بار حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے طواف کعبہ فرمایا۔ خداوند کریم کے قرب اور محبت کا تقاضا تھا۔ آپؒ نے پہلا حج مبارک بذریعہ بحری جہاز ۱۹۵۲ء دوسرا حج بذریعہ ہوائی جہاز ۱۹۶۸ء میں تیسرا حج مبارک بذریعہ ہوائی جہاز ۱۹۷۱ء میں۔ اس کے بعد ۲۶ حج بلا ناغہ بذریعہ ہوائی جہاز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق آپؒ نے آستانہ عالیہ گھمکول شریف آباد فرما کر زندگی بھر کا اعتکاف کر بیٹھے تھے کہ سوائے حج مبارک کے حضور نے اس حدود سے باہر قدم نہیں نکالا۔

آپؒ کا سفر حج مبارک سخت گرمی کے ایام میں ہو تو آستانہ عالیہ گھمکول شریف سے لیکر لاہور تک بارش ہو جایا کرتی تھی اور موسم خوشگوار ہو جاتا۔ اللہ پاک کی منشائے پاک کا تقاضا رہا ہے۔ کہ میرا مقبول معتدل موسم میں سفر کی بہاریں طے کرتا ہوا میری بارگاہ تک پہنچے۔ دربار شریف سے آپکی روانگی پر ہر غلام اور عقیدت مندوں کی زبان پر یہ مژدۂ جاں بخش ہوتا۔

ساڈا پیر مدینے اکھیاں دی اج پیاس بجھاون چلیا اے   اپنے مستاں خوش بختاں دی بگڑی نوں بناون چلیا اے (۵)

حضور قبلہ عالم اسلام آباد ائر پورٹ پر الوداع کہنے کے لئے آپؒ کے مرید اور عقیدت مند قافلوں کی شکل میں تشریف لاتے۔ اور اسی طرح جدہ ائر پورٹ پر بھی انگلینڈ اور دوسرے ممالک سے آئے ہوئے پاکستانی عقیدت مند اپنی آنکھیں راہ گزارِ شوق میں بچھائے بہ یک زبان اپنے دل کی کیفیات کو اسطرح منظر عام پر لاتے تھے۔

وہ آئے جن کے آجانے سے غم کافور ہوتے ہیں   وہ آئے جن کے آجانے سے دل مسرور ہوتے ہیں

خدا جانے کشش ہوتی کیا ان پاک لوگوں میں   کہ ان کے شوق میں لوگوں کے دل مجبور ہوتے ہیں

جلیس حق ہے جو بیٹھے اللہ والوں کی محفل میں   جو ان سے دور ہوتے ہیں، اللہ سے دور ہوتے ہیں (۶)

حضور قبلہ عالمؒ طواف فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ملائکہ آگے سے حاجیوں کو ہٹا کر آپ کے لئے راستہ

بنا رہے ہیں۔ آپؒ کے سر مبارک سے اوپر حد نظر تک ایک نور کی لاٹ بھی طواف کعبہ میں مصروف دکھائی دیتی رہتی تھی۔ آپؒ مکہ شریف سے مدینہ شریف کے لئے سفر فرماتے تو راستے کی فضائیں اور بہاریں قدم قدم پر آپ کا استقبال کرتیں۔ آپؒ گنبدِ خضراء کے سامنے گنبد خضراء پر انوار الٰہی کی بارش کے جلوے ملاحظہ فرمارہے ہوتے تھے۔ اسی اثناء میں حق تعالیٰ کی بارگاہ سے ملائکہ کے ذریعے حجاج کرام میں منادی فرمادی جاتی تھی۔ جس کی بدولت عربی لوگ جو پیر فقیر کو نہ ماننے والا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی حضور قبلہ عالم کے ہاتھ مبارک کو چومتے تھے۔ وہ کہتے تھے یہ ہاتھ ہمیں بہت پیارے لگتے ہیں۔ مسجد نبوی ﷺ سے روانگی پر جناب زندہ پیر صاحبؒ صحابہ کرامؓ کے دروازوں سے گذرتے وقت ریال بارش کی طرح غرباء میں تقسیم فرماتے تھے عربی لوگ بھی انگشت بہ دنداں ہوکر بول اٹھتے تھے کہ یہ شیخ بھی ہیں اور کسی ملک کے سلطان یعنی بادشاہ بھی کہ اتنی دولت تقسیم فرمارہے ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں میں تقسیم نہیں کر رہا بلکہ ان دروازوں سے گدا مانگ رہا ہوں۔ جسطرح حج مبارک پر جاتے وقت بارش ہوجاتی اور موسم ٹھنڈا ہوجاتا اسی طرح واپسی پر بھی قبلہ عالم زندہ پیرؒ اسلام آباد ائر پورٹ پر پہنچتے تو اللہ کریم بارش برسادیتا اور موسم خوشگوار ہوجاتا تھا۔ (۷)

سنت نبوی ﷺ کی پیروی اور سید عالمؐ کے فرمان پر ہجرت: ۱۹۵۲ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جناب سید عالم ﷺ کی بارگاہ معلیٰ سے دربار فیض آثار گھمکول شریف آباد فرمانے کا اشارہ مقدسہ ہوچکا تھا۔ وطن واپس پہنچ کر ایبٹ آباد سے کوہاٹ کیلئے روانگی کا پروگرام بن گیا۔ آپکی یونٹ گیارہ بلوچ رجمنٹ کے افسران، سردار صاحبان اور جوانوں نے اپنی اشک بار آنکھوں سے الوداع کیا۔ آپؒ کوہاٹ آکر پشاور روڈ پر اپنے خاندان میں قیام کرنے کے بجائے آبائی قبرستان میں قیام فرمایا۔ اس کی وجہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوئی تھی آپؒ نے مختصر سی خلوت گاہ تعمیر کروائی اور مسجد بھی جو آپ نے تعمیر کرعائی تھی یادگار چھوڑی۔ اگر آپؒ اپنے خاندان سے ہجرت فرماتے تو آپکا خاندان آپکے ساتھ ہوتا۔ آپؒ نے سنت نبوی ﷺ کے مطابق آدھی رات کے وقت قبرستان والی خلوت گاہ سے تن تنہا ہجرت کا سفر اختیار فرمایا۔ جبکہ کسی کو معلوم نہ ہوسکا ہر اللہ والا اپنے آشنا کے گوشہء پناہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ سبب سے سبب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ہر اللہ والا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہجرت فرماتا ہے۔ آپؒ نے ہجرت فرمائی تو صرف۔ اول: جناب سرور

کائنات ﷺ کے خیال میں گم رہنا۔ دوم: اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہن سہن کا سہارا۔ ہجرت کے وقت راستے میں ابلیس لعین اصلی حالت میں سامنے آجاتا ہے۔ اور سوال کرتا ہے کہ آپ ایسی جگہ جارہے ہیں جہاں آپ کا پرسان احوال کوئی نہ ہوگا۔ وہاں پانی نہیں ہے۔ کسی پرندہ، جانور کی آواز نہیں آتی، کسی آدمی کا گذر ادھر سے ممکن نہیں۔ آپ کے لبوں کے بال کون کاٹے گا، آپ کے ناخن کون تراشے گا۔ آپؒ نور بصیرت سے اس خطرہ کو محسوس فرمایا۔ اس لعین پر سوال فرمایا؟ تو کون ہے اس نے جواب دیا۔ میں ابلیس ہوں۔ آپؒ نے فرمایا تو کب تک انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے کہا زندگی تک۔ آپؒ نے فرمایا میری بات تو سمجھ لے کہ میں دنیا سے چلا گیا ہوں میرے راستے سے ہٹ جا۔ جس پتھر مبارک پر آپ پہلے سے جلوہ افروز ہوئے وہ امر الٰہی سے صاف اور نماز کیلئے مزین و منتظر تھا۔ آپؒ پتھر پر بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ سنسان جنگل اندھیری رات ہو کا عالم ہے۔ آپ دست بدعا ہوتے ہیں ''پاک پروردگار یہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی زیارت نہ گزرگاہ ہے، کسی دنیا کے وسیلہ کا بھروسہ نہیں ہے میں تیرا مہمان بن کر یہاں بیٹھتا ہوں۔ ایک رات پتھر پر بیٹھے بیٹھے آپ پر اونگ سی طاری ہوگئی آپ اس حالت میں دیکھتے ہیں آپ کا ہاتھ دنیا کے دوسرے سرے تک پہنچ رہا ہے۔ ساتھ ہی آپ کے سامنے ایک بڑا چشمہ پھوٹ پڑا ہے۔ آپ اس پانی کو روکتے ہیں۔ آپ کی آنکھ مبارک کھل جاتی ہے۔ ہاتھ مبارک کی دلیل آپ کی روحانی حکومت روئے زمین پر ہوگی اور چشمہ سے مراد آپ کا فیض بیکراں ہے۔

غار مبارک: حضور قبلہ عالم زندہ پیرؒ کا ہر قول و فعل سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق تھا۔ جیسے ہجرت فرمائی گئی سنت نبوی ﷺ کے مطابق غار مبارک کو بھی اپنی خلوت گاہ بنانے کا امتیاز بخشا۔ آپؒ دن غار میں محو عبادت رہتے اور رات پتھر مبارک پر جو ہزار سال سے آپکا منتظر اور آپ کے جائے نماز کیلئے مزین و آراستہ تھا۔ اس پر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔

حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحب کے اخلاق کریمانہ و مکارم اخلاق: اولیائے کرام کو اقتدائے رسول مقبول ﷺ اور لوگوں سے زیادہ ملا ہے۔ حسن اقتداء اور احیاء سنت رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے متصف ہونے کا نام ہے۔ حسن اخلاق بغیر تزکیہ نفس کے پیدا نہیں ہوسکتے۔ تزکیہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب شریعت کی قیادت تسلیم کرلی جائے۔ اور یہ ملکہ بھی اولیائے کرام ہی کو حاصل ہے۔ یہی گروہ پاک طنیت سنت رسول ﷺ کا احیاء کرتا ہے۔ خلق

حسین سے مراد ہی دین عظیم کی پابندی ہے دین اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ ہے۔تصوف نام ہی سراپا اخلاق کا ہے۔جس نے حسن خُسن خلق میں اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا الغرض سعادت انسانی مکارم اخلاق سے وابستہ قرار دی گئی ہے۔

نرم دلی: آپؒ نہایت ہی رحم دل رحیم اور بامروت ہستی تھے۔دینی و دنیاوی، ظاہری و باطنی اقتدار اور عزوجاہ کے باوجود آپؒ نے کسی سے انتقام نہیں لیا ہر مرید و عقیدت مند بزم خود یہی سمجھتا تھا کہ جو محبت میرے ساتھ ہے کسی دوسرے سے نہیں ہے۔

تقویٰ و پرہیز گاری: تقویٰ و پرہیز گاری اخلاق حسنہ میں سب سے افضل ہے اس کے طفیل تمام بزرگی، شرافت اور مقبولیت عبادت نصیب ہوتی ہے۔اللہ کریم نے اس نعمت لازوال سے آپکو بے حد درجہ تک نوازا۔ آپؒ کے تقویٰ و پرہیز گاری میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہوکر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات کی طرف ہی رجوع کریں۔

استقلال واستقامت: آپؒ کا استقلال و استقامت قرآنی آیت کی مجسم تفسیر تھی۔ چونکہ استقامت کرامت سے بہتر ہے۔لہذا یہ بھی آپ کے اخلاق میں سے ہے کہ آپ استقامت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔سخت سے سخت ترین تکلیف جسمانی کے باوجود وظائف و معمولات میں رعائیت نہیں برتی۔

یقین: یقین اللہ والوں کی قوت ہے۔یقین اجزائے ولائت میں سے ایک اہم جزو ہے جن پر حصول ولایت کے اعمال کا دارو مدار ہے۔اگر اللہ پر یقین کامل ہوگا تو قرب الٰہی بہت جلد حاصل ہوگا۔یقین کلید ایمان ہے، یقین روح اسلام ہے، یقین نور عرفان ہے، یقین قبائے انسان ہے۔یقین تاج ولایت ہے۔یقین متاع فقر ہے۔یقین صدائے عشق ہے۔یقین کمالِ صوف ہے۔یقین نکتۂ عقل ہے، یقین روشن ضمیری ہے۔یقین چراغ زندگی ہے۔غرضیکہ یقین وہ خزانہ ہے جو پاس ہوتو بیڑا پار ہے۔آپ کے اخلاق کریمانہ کی تفصیل کے بجائے شے سرخیوں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔راستی، صحیفہ ہستی، طبیعت پاک میں استغنا، زہد، طبیعت میں صبر، تواضع، زہدو تقویٰ، زور بازو راسخ الاعتقادی، ابتلاء و آزمائش، خودنمائی اور شہرت پسندی سے اعتراض مکاشفات پر پردہ داری، استقامت، تسلیم ورضا، جمال وجلال، رضا بالقضاء، شوق، حزن، خوف ورجا، پابندئ اوقات، علم لدُنی، عجز،

صدق، مجاہدہ، قوت لسانی ، رحم دلی، عفودرگزر، کشادہ دلی، حسن ادب، سخاوت، ایفائے عہد، قناعت، محاسبہ، عقل، پابندی ذکر الٰہی، پابندی نماز، پابندی صوم، خدا شناسی، اطاعت، حیا، یاد رفتگان، عشق ومحبت، یہ سب اخلاق کریمانہ ومکارم اخلاق آپؒ میں موجو تھیں۔

توکل: توکل اغیار کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ سے لو لگانا۔ اس کے ظاہری اسباب کو بھول جانا۔ صرف اور صرف اکیلی ذات پر بھروسہ کر کے ماسویٰ سے بے پرواہونا توکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **متوکل** مقام فنا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ ایک توکل وہ ہے جو اصحاب صفہ کو دیا گیا ہے۔ جس کا نمونہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے دکھایا تھا۔ کہ جب لوگوں نے توکل کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے ایک ہاتھ اٹھا کر سانپ کے منہ میں دے دیا اور فرمایا۔ جس کے بندے ہم ہیں اس کی مخلوق یہ ہے۔ اس کی مجال نہیں۔ بغیر حکم خداوندی نقصان پہنچا سکے۔ پھر سانپ کے، منہ سے ہاتھ نکال کر آگ میں ڈال دیا اور فرمایا اس کو بھی مجال نہیں کہ سوائے حکم خدوندی ہمیں نقصان پہنچا سکے۔ کسی نے بھی آپکو ضرر نہ پہنچایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت بایزید بسطامیؒ عین ذات میں فنا اور مستغرق تھے اور مغلوب الحالی میں آپ سے یہ واقعہ سرزد ہوا تھا۔ روئے زمین پر صدیوں سے اہل طریقت، سلف صالحین، تبع تابعین، صحابہ کرام اجمعین جس قدر **توکل** کا معیار قائم فرما گئے ہیں۔ اور کلام پاک میں چوبیس جگہ جو توکل کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔ روئے زمین پر حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحبؒ اس توکل کے معیار سے کما حقہ بہرہ ور اور پابند رہے ہے۔ جس پہلو سے دیکھا جائے۔ آپؒ کے توکل کی فوقیت سامنے جلوہ گر ہوتی تھی یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ زمانہ آپؒ کی **توکل** کی برکت سے سیراب ہو رہا تھا۔

امر بالمعروف: آپؒ اپنے عقیدت مندوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتے نماز، روزہ، جہاد نفس اور تہجد عقیدت مند پابندی سے ادا فرماتے۔

خاموشی: خاموشی اعمال تصوف سے ہے۔ صوفیاء نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی ہے کیونکہ خاموشی سے تصور اور مراقبہ کی پرواز تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور، منازل سلوک طے کرنے میں بے پناہ آسانی ہوتی ہے۔ خاموشی کی فضیلت میں آپؒ نے فرمایا۔ اگر سلامتی کے دس حصے کیئے جائیں تو نو حصے خاموشی میں اور دسواں حصہ مخلوق خدا سے الگ رہنے میں۔ خاموشی سے انسان دنیا کے فتنوں سے محفوظ ہے اور الگ رہنے میں گناہوں سے محفوظ ہے۔

فقر: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے دنیا کے کام کاج سے محدود ہوکر اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے وسائل مانگنا فقر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اہل فقر کی شان بہت بلند ہے۔ یہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی اللہ کے سپرد کی ہوئی ہوتی ہے۔ آپؒ فرماتے یہ اللہ کی طرف سے اللہ کا فضل ہے یا اپنے مرشد کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

غور فکر: حضور قبلہ عالمؒ کے غور وفکر اور تفکر کا منبع اور مبداء صرف اور صرف حضور نبی کریم ﷺ کی محبت وتابعداری تھا۔ آپؒ کی ساری حیاتِ طیبہ اسی غور وفکر اور تفکر میں بسر ہوئی کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی محبت وتابعداری میں رہے (۸)

دینی وفلاحی خدمات:

مسجد گھمکول شریف کی تعمیر: معمار کعبۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبۃ اللہ تعمیر فرما چکے تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ خانہ کعبہ کے پتھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے لائے ہوئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گارا مہیا کیا میں نے ان پتھروں کو بنا کر تعمیر کعبۃ اللہ مکمل کی۔ پتھر بنانے سے جو سنگریزے بچے ہیں یہ بھی تو قابل احترام ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے۔ اے میرے خلیل! یہ سنگریزے اپنے ہاتھوں میں لیکر ہاتھ مبارک دراز فرمائیں اور سنگریزوں کو روئے زمین پر بکھیر دیں۔ آپ نے عرض کی اے میرے رب میرا ہاتھ تو چند گزوں تک سنگ ریزے پہنچا سکے گا۔ جبکہ دنیا وسیع وعریض ہے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے خلیل سنگریزے ہاتھ میں لے کر ہاتھ دراز فرمانا آپ کا کام ہے۔ آپ کے ہاتھ سے بکھیرے ہوئے سنگریزں کو روئے زمین پر پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ دنیا میں جس جس جگہ وہ سنگریزہ گرا ہے وہاں **مسجد** کا تعمیر ہونا ہر لحاظ سے مشیت ایزدی کے عین مطابق ہے۔ دربار عالیہ گھمکول شریف کی سرزمین کو تین امتیازی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ مبارک کا پھینکا ہوا سنگریزہ ہزار ہا سال بیشتر گرا ہے۔ جہاں اب **مسجد گھمکول شریف** تعمیر ہوئی ہے۔ دوسرا امتیاز کہ یہ سرور کائنات جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا اشارہ اس سرزمین کی طرف اٹھتا ہے۔ یہ زمین بارگاہ رسالت ﷺ کی نگاہ انتخاب سے مشرف ہے۔ تیسرا امتیاز یہ ہے کہ آج اس ارض پاک کے مسند نشین وہ ہستی ہیں جن کی شان یہ ہے۔

صدر اقدس آپ کا ہے خزینہ نور کا   تیرے قلب پاک میں حب نبی ﷺ تحریر ہے۔(۹)

مسجد کی محبت اللہ کریم کی محبت کی دلیل ہے۔ مسجد کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے دربار عالیہ گھمکول شریف میں جناب زندہ پیر صاحبؒ نے سب سے پہلے مسجد کا کام مکمل کروایا۔ مسجد کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے مسجد مکمل فرمائی۔ باقی تعمیر بعد میں مکمل فرمائی گئی ہے۔ آپؒ نے مزدوروں سے بڑھ چڑھ کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ رات کو لوگ سو جاتے آپؒ رات کو مسجد کی بنیاد کی کھدائی میں مصروف ہوتے جبکہ دیکھنے والا خالق کائنات ہوتا۔ جب مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تو مسجد میں ذکر کا اجتماعی طریقہ عبادت رائج ہوا جو آج تک جاری ہے۔ ختم خواجگان شریف اس مسجد میں بلا ناغہ فجر اور عشاء کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ حلقہ ذکر ہر روز بعد از نماز عشاء کیا جاتا ہے۔ جو آج بھی جاری و ساری ہے۔ (۱۰)

مرکزی جامع مسجد گھمکولویہ برمنگھم (انگلینڈ) کا تعارف: سنگلاخ اور بے آب و گیاہ پہاڑوں میں حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیرؒ نے قیام فرمایا ان پہاڑوں کو گھمکول شریف کے نام سے متعارف کرا کر خود تا دور قیامت زندہ پیرؒ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اجتماعی عبادت دینی معمولات وظائف خلوت میں ادا فرمانا ہر اولیاء اللہ کا طریقہ ہے۔ مگر آپؒ نے مسجد میں دینی محافل میں اپنے عملی نمونہ کو پیش فرما کر اپنے غلاموں میں موجود ہو کر ذکر و افکار پر استقامت کا درس دیا ہے۔ اور ہمیشہ اس اجتماعی طریقہ کو رائج رکھنے کو تلقین فرماتے تھے۔ آپؒ کے ارشاد کے مطابق تمام خلفائے عظام خواہ اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک اپنی اپنی جگہ محفل میلاد شریف اور عرس مناتے ہیں ۔ بیرون ملک جنوبی افریقہ، دوبئی، برمنگھم (انگلینڈ) خاص طور پر پرروح پرور محافل عرس منعقد ہوتی ہیں۔ چودہ سو سال سے انگریز قوم نے مذہب اسلام میں ہر دراڑ ڈالنے کی مسلسل کوشش کی ہے اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوا ہے۔ آج انگلینڈ (برمنگھم) میں اپنے حسن میں پورے یورپ میں یکتا مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ یہ برمنگھم کے علاقہ سمال ہیتھ کے مشہور ترین چوک گولڈن ہیلک روڈ کے سنگم پر واقع ہے۔ اس مسجد کو ڈیزائن کرنے والے انجینئر کو یورپ کی خوبصورت ترین عمارت مسجد گھمکولوی ڈیزائن کرنے پر ایوارڈ دیا گیا اور مسجد کو سال کی بہترین عمارت قرار دیا گیا اور یہ مسجد ٹورسٹ اٹریکشن لسٹ میں شامل کی گئی ہے۔ اس مسجد کے متعلق بی بی سی لندن سے ایک تفصیلی پروگرام بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ اس مسجد میں ۱۵۰ گاڑیوں کو پارک کرنے کی سہولت موجود ہے۔ اس کے مرکزی ہال میں تقریباً پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش موجود ہے۔ بالائی منزل میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین بھی نماز ادا کر سکتی

ہیں۔ جبکہ تہ خانہ میں لنگر شریف اور مسجد کے دیگر شعبہ جات قائم ہیں۔ یہاں عید میلا دا نبی ﷺ کے جلوس کے وقت کلمہ شریف کا ذکر اجتماعی طور پر بلند ہونا، لنک روڈوں کی ٹریفک کا سرکاری حکم سے بند ہو جانا۔ گیارہویں شریف، بین الاقوامی سنی کانفرنس اور دیگر تقاریب مرکزی طور پر منعقد ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ حضور قبلہ عالم زندہ پیرؒ کی زندہ کرامت، روحانی اور فقیری طاقت کا اظہار ہے کہ اس ملک میں دینی تعلیمات اور عبادت کیلئے اجتماعی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں۔ یہ اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک آپؒ کی قلبی کیفیات کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔(۱۱)

دینی و اصلاحی خدمات: جب لوگ حضرت زندہ پیرؒ کے آستانہ عالیہ پر جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ اور پیر صاحب نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپؒ مخلوق خدا کو دینی، اصلاحی، ملی اور روحانی فیض سے نوازنے لگے۔ آپ کا انداز تلقین انتہائی دلنشیں، سادہ اور موثر تھا۔ جو کوئی ایک مرتبہ آپؒ کی صحبت کے چند لمحے پاتا آپؒ کا گرویدہ ہو جاتا۔ اور آپ کے دامن شفقت سے واسطہ ہو جاتا۔ اس کی زندگی میں تبدیلی پیدا ہو جاتی وہ نہ صرف فرائض وسنن کی پابندی کرتا بلکہ عملاً متقی و پرہیزگار بننے کی سعی کرتا۔ آپؒ کی باطنی توجہ سے اس میں مزید نکھار آ جاتا۔ آپؒ تعمیر اخلاق، تہذیب و تزکیہ قلوب میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ پابندی نماز کی سختی کے ساتھ تلقین و تاکید فرمایا کرتے تھے۔ لوگ اپنی دنیاوی پریشانیاں لے کر جاتے تھے۔ آپ ان کے حق میں دعا بھی فرمایا کرتے تھے اور ساتھ تعویز عطا فرما کر یہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی و تکلیف دور کر دے گا اور اگر نماز کی پابندی نہیں کرو گے تو میرا تعویز اور دعا تمہارے حق میں کارگر نہیں ہوں گے۔ جو آدمی آپکی خدمت عالیہ میں آجاتا وہ نیک نمازی تہجد گذار اور تمام بری رسموں اور سگریٹ، نسوار وغیرہ سے توبہ کر لیتا۔ اور اللہ کا ذکر باقائدگی سے شروع کر دیتا۔ اگر کوئی بے نمازی تھا تو نمازی و تہجد گزار بن جاتا، اگر کوئی چور ڈاکو آپ کی خدمت میں آتا تو وہ گناہوں سے توبہ کر لیتا۔ اسطرح لوگوں کی اصلاح کا سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا۔(۱۲)

آپؒ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے آپ خود بھی اور اپنے عقیدہ مندوں کو بھی ذکر کی تلقین فرماتے۔ قرآن و حدیث میں ذکر کو بہت فوقیت حاصل ہے۔

اَلا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (۱۳)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

اَنَّ اللّٰہ تَعَالیٰ یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَاذَ کَرَنِیْ وَ تَحرَّکَتْ بِیْ شَفْتَاہ(۱۴)

ترجمہ: ارشاد باری ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جبکہ وہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر کیلئے حرکت کرتے ہیں۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ لِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَاذَ کَرَنِیْ ، فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتَہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِنْھُمْ. (۱۵)

ترجمہ: میں اپنے بندے کی سوچ اور ذکر کے وقت اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ لوگوں کے سامنے میرا ذکر کرتا ہے۔ تو میں اس سے بہتر لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

اولیاء اللہ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اگرچہ دنیا ان کے وجود سے زیادہ فیض یاب ہوا کرتی ہے۔ لیکن ان کا شوق وصال بڑھ جاتا ہے۔ (۱۶)

ملفوظات: آپؒ نے اپنے عقیدت مندوں کی اصلاح کیلئے جو ارشادات عطا فرماتے وہ ان کی تربیت کیلئے ضروری ہوتے تھے۔ آپؒ کے **ملفوظات** باب سوم ص۔۱۳۲۔۱۹۴ میں درج ہیں۔

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ مردان خدا۔ خدا کے قرب و وصال سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ان کی باتوں میں اسرار الٰہی کی جھلک بیش از بیش پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے کلام میں صداقت و روحانیت کی وہ شانیں نظر آتی ہے جو دوسروں کے کلام میں نظر نہیں آتیں۔ یوں کہیئے کہ وہ نہیں بولتے بلکہ ان کی زبان میں کوئی اور بولتا ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ انسان اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں فنا ہو جائے تو ساری مخلوقات اس کے تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ جن و بشر آگ۔ ہوا۔ پانی، درخت، چرند، پرند، پہاڑ، زمین و آسمان بہ امر الٰہی اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ وہ جس سے چاہے اور جس قدر چاہے کام لے۔

بزرگان دین کے ملفوظات: بزرگان دین کے اقوال و ملفوظات ان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتے ہیں، اور ان میں خاص اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر ان کے الفاظ میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ جو لوگ ان کے **ملفوظات** کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آجاتی ہے۔

فضائل ذکر: فضائل ذکر میں حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا اللہ پاک کا ذکر کسی وقت اور کسی حال پر موقوف نہیں۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے برابر کرنا چاہیے۔ یہی خاصہ ہے حضرات مشائخ طریقت کا اور اسی ذکر کو ذکر کثیر فرمایا گیا۔ تمام احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

ذاکرین کی فضیلت : ۱۔ ایک تو مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ، ۲۔ سرسبز و بار آور درخت کی مثال کہ ہر وقت شاداب و خرم رہتا ہے، ۳۔ اس کا قلب نور معرفت سے روشن اور سرسبز رہتا ہے، ۴۔ ذاکر اپنی جگہ جنت میں اس دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے، ۵۔ اس کے گناہ انسانوں اور حیوانوں جتنے بھی ہوں تو بخشے جاتے ہیں۔

فضائل ذکر میں حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا دنیا میں ذاکرین جس طرح ذکر کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کریم عرشی مخلوقات میں اس جگہ کا نام لے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں فلاں جگہ میرا ذکر ہو رہا ہے۔ مزید آپ حضورؒ نے ذکر کے متعلق فرمایا۔

☆ ذکر الٰہی شیطان کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے دل کے غم و فکر اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

☆ ذکر الٰہی سے دل کو راحت و فرحت ملتی ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے دل اور روح کو قوت حاصل ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے دل سے روشنی اور چہرہ نورانی ہو جاتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے محاسبہ نفس کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے رجوع الی اللہ کا شوق بڑھتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے تقربِ حق حاصل ہوتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

☆ ذکر الٰہی سے خدا کی ہیبت و عظمت پیدا ہوتی ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے خداوند کریم کی یاد اور تصور رہتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی دل اور روح کی غذا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے دل شیشہ کی مانند چمک جاتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی جہاد نفس اور یاد خدا کا ذریعہ ہے۔

☆ ذکر الٰہی کیمیائے عبادت اور خزینہ سعادت ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے عبادت کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی توحید کی شہادت اور جنت کی چابی ہے۔

☆ ذکر الٰہی فراخیء رزق اور خوشحالی کی ضمانت ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے برائیاں اور گناہ محو ہو جاتے ہیں۔

☆ ذکر الٰہی سے قیامت میں عرش الٰہی کا سایہ ہوگا۔

☆ ذکر الٰہی سے قیامت کو چہرہ چاند سے بڑھ کر روشن ہوگا۔

☆ ذکر الٰہی تمام نیکیوں سے بڑھ کر نیکی ہے۔

☆ ذکر الٰہی سے دیدار حق تعالیٰ حاصل ہوگا۔

☆ ذکر الٰہی سے تمام برائیاں دور ہو کر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام حاصل ہوتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ ، ہر دلِ مومن نوشت محمد رسول اللہؐ شد لساں اہل بہشت (۱۷)

فضائل درود شریف: حضور قبلہ عالمؒ جناب زندہ پیر صاحبؒ کی زبان حق بیاں سے درود شریف کے فضائل و فوائد و ثمرات جو فرمائے گئے۔ اطاعت محبوب حق ہے۔ اطاعت رب العلا ، احترام مصطفیٰ ہے ، احترام اللہ کا۔

فضائل درود شریف میں حضور قبلہ عالم نے فرمایا۔

☆ درود شریف خداوند کریم اور جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ذریعہ ہے۔

☆ درود شریف پڑھنے سے دل کو وسعت اور سکون ملتا ہے۔

☆ دینی و دنیاوی سخت سے سخت مہم جہاں انسان کی سب تدبیریں ناکام ہو جائیں وہاں درود خوانی کی برکت

سے غائبانہ امداد پہنچتی ہے۔

☆ درود خوانی سے روزی میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ جو آدمی دنیا میں روزانہ ایک ہزار بار درود شریف پڑھے گا قیامت کے دن اسکا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔

☆ دیگر عبادتیں کسی قصور یا لغزش کی وجہ سے رد ہوسکتی ہیں۔ مگر درود شریف پڑھنے کا ثواب ہر حال میں ملے گا۔ یہ رد نہیں ہوسکتا۔

☆ درود شریف پڑھنے سے پل صراط پر بھی درود شریف کے نور کی روشنی میں بہ آسانی گزر جائیں گے۔

☆ جب ایک آدمی محبت واشتیاق کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتے ایک دوسرے کے کندھوں پہ قطار کھڑے ہوتے ہوئے آسمان تک قطر بنا لیتے ہیں۔

☆ پل صراط پر درود شریف ہی سے نور اور روشنی ملے گی۔

☆ درود شریف پڑھنا وہ مقبول ترین عبادت ہے جس کے کمالات کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

☆ درود شریف پڑھنے سے رب تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تکمیل ارشاد کی سعادت ہے۔

☆ درود خوانی میں ہم معصوم ملائکہ کے مشاغل میں شمولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

☆ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات میں دس گنا اضافہ ہوتا ہے۔

☆ درود خوانی سے ہم خداوند کریم کے شریک کار ہوجاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی درود شریف سے مسرت اندوز ہوتا ہے۔

☆ درود شریف کا عمدہ خاصہ یہ ہے کہ اسکے ورد رکھنے والے پر کوئی فتنہ اور ابتلا نہیں آتا اور حفاظت الٰہی شامل حال ہوجاتی ہے۔

☆ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے ہم آغوش رحمت میں جگہ پا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے۔

☆ درود خوانوں پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

☆ دعا سے پہلے، درمیاں اور آخر میں درودخوانی قبولیت کی ضامن ہے۔

☆ درودخواں دوزخ کی آگ اور نفاق کی بیماری سے محفوظ ہوتا ہے۔

☆ درودخواں جنت میں شہدائے اسلام کا ہم نشین ہوگا۔

☆ درودشریف انسان کو رسالت مآب کی شفاعت کا حق دار بناتا ہے۔

☆ درودشریف آلام وافکار کے وقت دل کا سکون اور مکمل سہارا ہوتا ہے۔

☆ درودشریف قیامت کے ہوش رُبا دن میں حضور گرامی ﷺ کے خصوصی قرب کا باعث ہوگا۔

☆ درودشریف میں صدقات وخیرات کی جملہ سعادتیں موجود ہیں۔

☆ درودشریف نزع کے وقت جنت کی بشارت دیتا ہے۔

☆ درودخوانوں سے فرشتے محبت وشفقت سے پیش آتے ہیں اوران کی اعانت بھی کرتے ہیں۔

☆ درودشریف پڑھنے والوں کیلئے زکواۃ اور پاکیزگی ہے۔

☆ درودشریف سے مجلس کا حق ادا ہوجاتا ہے اور مجلس پاک ہوجاتی ہے۔

☆ سومرتبہ درودشریف پڑھنے پر اللہ پاک ایک ہزار بار درود بھیجتا ہے۔

☆ درودخواں کیلئے موت کے بعد درودشریف استغفار کا ذریعہ ہے۔

☆ ایک مخصوص فرشتہ ہر امتی کا پڑھا ہوا درودشریف بارگاہ رسالت ﷺ میں لے جاتا ہے۔

☆ درودشریف پڑھنے سے سن شدہ اعضاء درست ہوجاتا ہے۔

☆ درودخواں کا روز قیامت عرش الٰہی کے سایہ کے نیچے جگہ پائے گا۔

☆ جوشخص ایک بار جناب رسول ﷺ پر درودشریف پڑھتا ہے تو اللہ پاک کراما کاتبین کو حکم فرماتا ہے کہ تین دن تک اس بندے کا کوئی گناہ نہ لکھا جائے۔

☆ پل صراط پر درودشریف ہی سے نور اور روشنی ملے گی۔

☆ درودخواں غداری کا مرتکب نہیں ہوتا۔ یہی حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے وفاداری کی دلیل ہے کہ آپ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا جائے۔

☆ بیس مرتبہ بھی جہاد کیا جائے درود شریف پڑھنے کا اجر وثواب زیادہ ہے۔ ہزار بار درود شریف پڑھنے والا قبل از مرگ اپنا مقام جنت میں دیکھ لیتا ہے۔

☆ کثرت درود خوانی فرائض میں کوتاہی سے بچالیتی ہے۔

☆ درود شریف منبع انوار وبرکات اور مفتاح ابواب خیر وسعادت اور کثرت درود براہ راست حضور عالی سے حصول برکت کا ذریعہ ہے۔

☆ درود خوان قیامت کے دن تشنہ لبی سے محفوظ رہے گا۔

☆ کثرت درود خوانی حضور سرور کائنات کی بارگاہ تک لے جاتی ہے۔

☆ ہر روز سو مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کیلئے بیس دنیا میں اور ستر آخرت کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

☆ درود شریف مجلس کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

☆ درود خوان کو حضور شہنشاہ دو عالم ﷺ سے مصافحہ کی بے پایاں دولت حاصل ہوتی ہے۔

☆ درود شریف کا فیض نسلوں تک قائم رہتا ہے۔

☆ درود شریف دل کی سیاہی اور زنگ مٹانے کا ذریعہ ہے۔

☆ خداوند کریم نے درود شریف کو تمام اعمال سے خیر و بلند درجہ دیا ہے۔

☆ ایک مرتبہ کی درود خوانی بشرطیکہ حضور قلب سے پڑھی جائے، اسکی برکت سے اسی برس کے صغیرہ گناہوں کی بخشش کی ضمانت ہے۔

☆ گھر میں داخل ہوتے وقت اسلام علیکم کہنے کے بعد درود خوانی کشائش رزق کا باعث بنتی ہے۔

☆ جس نے شوق ومحبت سے درود شریف پڑھا اس کے دن اور رات کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ ایک فرشتہ دربار رسالت میں درود خواں کا مفصل نام ونسب پیش کرتا ہے۔

خوشش باد نسیم صبح گاہی کہ درد شب نشینیاں لا دوا کرد (۱۸)

تصرفات اولیاء اللہ: تصرف کے لغوی معنی ہیر پھیر کے ہیں۔ لیکن اولیائے کرام اپنے رب کے ارشاد واذن کے مطابق اور حضور سید عالم ﷺ کی وساطت سے شریعت مطہرہ کی حدود میں رہتے ہوئے کائنات اور مخلوق خدائے

تعالیٰ میں جو تبدیلی رونما کرتے ہیں صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کی اصطلاح میں اسے تصرف کہتے ہیں۔ یہ درحقیقت کرامت کا ہی ایک حصہ اور جزو ہے۔

اولیاء کرام پانچ قسم کے تصرف کرتے ہیں۔

۱۔ **نفی تصرف:** فطری حالت کو بدل جانے کو کہتے ہیں۔

۲۔ **حالی تصرف:** جس سے حال بدل جائے۔

۳۔ **وجدانی تصرف:** جس سے جذب وسکر طاری ہو جائے

۴۔ **القائی تصرف:** جس سے اپنی کیفیات دوسرے پر واضح کی جائیں۔

۵۔ **ہیہاتی تصرف:** جس سے وضع قطع بدل جائے تصرفات کا ظہور قوت ارادی پر منحصر ہے۔ جس قدر قوت ارادی کسی ولی اللہ میں زیادہ ہوگی اسی قدر وہ تصرفات کثیر کے مالک ہوتے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؒ جناب زندہ پیر صاحبؒ کے تصرفات عالیہ میں سے چند تصرفات تحریر کیے جاتے ہیں۔

پانی کی بھری بالٹی کا تہہ میں ڈوبنے کے بعد اوپر نکل آنا: حضور قبلہ عالمؒ کی یونٹ کا کیمپ جب قاضی باقر گاؤں کے قریب برلب نہر تھا صوفی عبداللہ خان صاحب رات کو روزانہ پانی کی بالٹی خیمہ فیض آثار میں رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بالٹی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پانی میں ڈوب گئی۔ صوفی عبداللہ خان صاحب نے پانی کو حکم دیا پتہ ہے کس کی بالٹی لے جا رہے ہو۔ اتنا کہنا تھا کہ پانی کی بھری ہوئی بالٹی اسی جگہ سے نمودار ہوئی جہاں سے ڈوبی تھی۔ صوفی عبداللہ خان صاحب بالٹی لے کر خیمہ مبارک میں آئے تو حضور نے تبسم ریز لہجہ میں فرمایا۔ دو روپے کی چیز تھی اور خرید لیتے اس کیلئے نہر کے پانی کو اتنا سخت حکم دیا ہے۔

تو وہ داتا ہے دینے کیلئے	در تیری بخشش کے ہیں ہر دم کھلے
ہو پیر زمانے میں تو بس پیر ہوا ایسا	جو سب کی خبر رکھے خبر گیر ہوا ایسا
باوقار کرے صاحب توقیر ہوا ایسا	دل سب کا رکھے ہاتھ میں دلگیر ہوا ایسا(۱۹)

مصلیٰ پاک کے کونے کے نیچے سونے چاندی کی جاری نہریں: ۱۹۵۹ء میں صدر پاکستان ایوب خان کے دور میں محکمہ اوقاف معرض وجود میں آیا۔ کافی سارے آستانوں پر اوقاف کا محکمہ بٹھا دیا گیا۔ اس ضمن میں جنرل حق نواز

صاحب کو دربار عالیہ گھمکول شریف سرکاری طور پر بھیجا گیا کہ دربار عالیہ گھمکول شریف جناب زندہ پیر صاحب کا دربار فیض بار جنگل میں ہے۔ لنگر باقاعدہ اور بروقت جاری ہے۔ تحقیق کیجائے کہ ان کے پاس سکہ بنانے والی ٹیکسائل ہے جنرل حق نواز صاحب نے عرض کی کہ میں حکومت کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تحقیق کروں آپ کے پاس کوئی ٹکسال ہے حضور قبلہ عالم نے فرمایا ہاں جنرل صاحب واقعی میرے پاس ٹکسال ہے آپ نے اپنے مصلیٰ کا ایک کونہ اٹھایا اور فرمایا جنرل صاحب اس کے نیچے دیکھو مصلیٰ پاک کے نیچے نگاہ ڈالتے ہی جنرل صاحب غشی کی حالت میں ہو گئے۔ اسی غشی کی حالت میں اٹھا کر غار مبارک میں لٹا دیئے گئے۔ کافی دیر کے بعد ان کی حالت اعتدال پر آئی۔ تو دوبارہ حجرہ مبارک میں بلائے گئے۔ آپ حضور نے فرمایا۔ جنرل صاحب دنیا و مافیہا کی دولت جناب رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ پاک کے نیچے ہے۔ جو فقیر جناب رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ پاک کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اسے سب کچھ جناب رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ پاک کے نیچے سے ملتا ہے۔ فقیر کی نظر نہ دنیا دار کے ہاتھ پر ہوتی ہے نہ دنیا دار کی جیب کی طرف ہوتی ہے۔ اور نہ کسی دنیا دار کے دروازہ پر ہوتی ہے۔ فقیر کی ذمہ داری اصل میں یہی ہے کہ مصلیٰ پاک کی حفاظت اور دین کی خدمت جو کچھ آپ نے دیکھا ہے یہ مصلیٰ پاک پر بیٹھ کر بکثرت درود خوانی کا ثمرہ ہے۔ جب جنرل صاحب ملاقات کر کے باہر آئے ان سے سوال کیا گیا۔ آپ کیوں غشی میں چلے گئے انہوں نے بتلایا جب پیر صاحب نے اپنے مصلیٰ پاک کا ایک کونہ اٹھایا تو میں دیکھتا ہوں کہ حد نظر تک گاڑیاں کھڑی ہیں اور گاڑیوں کی پوری باڈی نوٹوں کے بنڈلوں سے بھری ہوئی ہیں۔ گاڑیوں کے دائیں بائیں دیکھا۔ یوں محسوس ہوا کہ سونے چاندی کی نہریں جاری ہیں کیفیت دیکھ کر میں نے سوچا حکومت کیا گمان رکھتی ہے۔ اس سوچ پر میری حالت اعتدال سے گر گئی اور مجھے غشی طاری ہو گئی۔

ہے بہت اچھا یہ نکتہ مجھ کو مرشد نے بتایا ہے درود ان پر جو بھیجے گا مرادیں دل کی پائے گا۔ (۲۰)

مسجد پاک کے تعمیری سلسلے میں صدر ایوب کو لا جواب فرمانا: واپس جا کر جنرل حق نواز صاحب نے ساری کیفیت جو ان پر گزری، صدر ایوب خان کو بتائی۔ تو صدر ایوب خان صاحب خود دربار عالیہ میں ملاقات کرنے کیلئے تشریف لائے آپ حضور نے ایوب خان صاحب کو حجرہ مبارک میں ملاقات کے لئے بلایا۔ اسوقت **مسجد پاک** کی بنیادیں بھری ہوئیں تھیں۔ ملاقات کے وقت صدر ایوب خان نے کہا پیر صاحب تا حال آپ کے دربار میں مسجد

نہیں جیسے واہ چھاؤنی میں مسجد سرکاری خرچ پر تعمیر ہوئی ہے ایسے ہی یہاں بنوا دیتا ہوں۔حضور قبلہ عالمؒ نے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ ایوب خان عرض کرتا ہے۔میں اپنی جیب سے رقم خرچ کر کے آپ کے دربار کی مسجد بنوا دیتا ہوں۔تب آپؒ نے رخ مبارک پھیر کر فرمایا۔صدر صاحب مسجد کس کا گھر ہے صدر ایوب نے کہا اللہ کا گھر اس پر حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا خداوند کریم غنی ہے یا محتاج صدر صاحب نے جواب دیا اللہ پاک غنی ہے۔کسی کا محتاج نہیں۔حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا، جس کا گھر ہے وہ غنی ہے جب چاہے گا اپنا گھر بنالیگا۔یہ نہ میرا کام ہے نہ آپ کا۔

ہیں جو محبوب خدا انہیں سمجھا کیا ہے　　　کام جو چاہتے ہیں خود ہی بنا لیتے ہیں (۲۱)

کشف: کشف خاصانِ خدا کی ایک حالت کا نام ہے جو صدیقین اور مقربین بارگاہ حق تعالیٰ کا حصہ ہے ایک نور ہے جو نفس کے تمام صفاتِ ذمیمہ سے پاک وصاف ہو جانے پر قلب مومن میں پیدا و ہویدا ہوتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کو جو باتیں بذریعہ وحی معلوم ہوتی تھیں۔اولیاء اکرام کو وہی باتیں بذریعہ کشف ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔فرق اتنا ہے کہ وحی تقدیر الٰہیٰ کی آئینہ دار ہوتی ہے اور کشف واردات وواقعات کا عکس ہوتا ہے۔اہل اللہ لوگوں نے ہی فرمایا کہ رب کریم اپنے بندے کے سامنے سو مرتبے پھیلاتے ہیں۔جن میں کشف ستارھواں مقام ہے کئی طالب یہاں آکر ناکام ہو جاتے ہیں۔حضور قبلہ عالمؒ کی پوری حیات طیبہ میں بال برابر بھی شریعت کی پابندی میں فرق نہ آنا ہی ایک بڑی کرامت ہے۔

کرامت: مافوق العادات آثار وکمالات یا خوارق عادات جو کسی ولی اللہ سے صادر ہوں ان کو کرامات کہتے ہیں خوارق عادات محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحبِ کرامت کے اللہ تعالیٰ کے نزدیکی ومقرب ہونے اور اس اعزاز کیلئے جو انہیں بارگاہ رب العالمین میں حاصل ہوتا ہے گویا اس کے اظہار کیلئے ہوتے ہیں۔خوارق عادات اور کرامات اولیاء اللہ مسلمانوں میں جائز اور ممکن ہے مسلمان کا عقیدہ ہے کہ سب اور مسبب کا تعلق ممکن ہے۔سب کے بغیر مسبب کا وجود میں آنا عادتِ الہیہ میں شامل ہے یعنی یہ ایسا حق ہے جسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں تمام مسلمان اہل سنت والجماعت معتقد ہیں کہ خوارق عادت اور کرامات اولیاء اللہ حق ہیں کیونکہ اصحابہ کرام تابعین تبع تابعین سب ہی نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔

آپؒ کی کرامات کا احاطہ بہت مشکل کام ہے۔ان میں معروف کرامات کا ذکر باب ششم میں موجود ہے ۔(۲۲)

فضیلت ختم خواجگان شریف: آپؒ نے ختم خواجگان کی فضیلت میں فرمایا کہ بزرگان سلف سے منقول اور رائج ہے آپؒ کے معمولات مقدسہ پوری حیات طیبہ میں ختم خواجگان شریف باقائدگی سے پڑھا جاتا تھا جو آپؒ کے وصال مبارک کے بعد بھی پڑھایا جارہا ہے آپؒ اکثر حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ دے کر فرمایا کرتے تھے کہ آپ کا فرمان ہے کہ ایک آدمی پھانسی کے تختے پر کھڑا ہو اس کے لئے بھی ختم خواجگان شریف بروقت ہو جائے اور جیسا ادا کرنے کا حق ہے تو ایسے ادا کیا جائے تو اللہ کریم اس آدمی کو تختہ دار سے بری کر دیتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ہاتھ کا اشارہ نہ ہو آنکھ اشارہ نہ ہو درمیان میں کوئی دنیاوی بات نہ ہو سب آدمی باوضو اور باادب بیٹھیں تو ادھر ختم خواجگان شریف پورا ہوگا ادھر اس کا اثر سامنے آجائے گا ختم خواجگان کی برکت سے سخت ترین دشمن سے حفظ وامان نصیب ہوتا ہے اور اللہ کریم سوائے اپنے ہر کسی کی محتاجی سے بچالیتا ہے ۔ ہزار ہا حاجتیں پوری ہوتیں ہیں مشکل سے مشکل مہمات وحاجات کے لئے تین دن تک متواتر ختم خواجگان پڑھ کر دعا کرنے سے غائبانہ امداد پہنچتی ہے یہ ضروری ہے کہ دعا میں سلف صالحین کو ایصال ثواب ختم خواجگان شریف کا پہنچایا جائے ۔سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقتدر اولیاء اللہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے اپنے ہم عصر سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، اور سہروردیہ کے اولیاء اللہ سے باہمی مشاورت سے ختم خواجگان شریف کے جو کلمات وتسبیحات وتعداد مقرر فرمائی وہ چاروں سلاسل میں تاحال راج ہے۔دربار عالیہ گھمکول شریف میں بھی عرس مبارک کی اختتامی تقریب میں وہی ختم خواجگان شریف پڑھا جاتا ہے۔جو خواجہ عبدالخالق غجدوانی صاحبؒ نے مقرر فرمایا۔

فضائل عرس مبارک: جہاں اب خانہ کعبہ شریف وہاں پہلے بیعت المعمور تھا۔حضرت نوح علیہ اسلام کے طوفان سے پہلے رب تعالیٰ نے عرش عظیم سے فرشتوں کا جلوس زمین پر بھیجا جو بیعت المعمور کو اٹھا کر آسمان پر لے گئے اللہ کریم نے فرشتوں کے اس جلوس کا نام عرس رکھا اس سے ثابت ہوا کہ عرس مبارک کی تقریب بہت دیرینہ تقریب مقدسہ ہے۔عقیدت اور زائرین پورا سال اپنی مرضی سے آستانوں پر آتے ہیں لیکن عرس مبارک پر لوگ بلائے ہوئے آتے ہیں۔اشتہار، خطوط اور زبانی کلامی عرس مبارک کی تاریخ کا علم ہر ماننے والے کو ہو جاتا ہے۔اس طرح اللہ والے کے وجود مسعود کے صدقے میں اس اجتماع پر پاک پروردگار کی رحمت کے چھینٹے پڑتے ہیں۔اور

فقیر کے فیض کے اسباب کھلتے ہیں۔ کوئی بھی نامراد نہیں جاتا۔ عرس عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں ''شادی'' عرس مبارک پر بھی ایک شادی کی طرح انتظامات کیئے جاتے ہیں۔ اہل اللہ کا اپنا دن ہوتا ہے۔ زائرین اور عقیدت مندوں کیلئے لنگر کا انتظام ہوتا ہے۔ مہمان مجالس ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لنگر کھاتے ہیں اور اختتامی دعا کے بعد اپنے سینوں کو نعمتوں سے معمور کرتے ہوئے خوشی سے بامراد گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے طریقہ میں عرس مبارک کی ابتداء یوں ہوئی کہ پرانے زمانہ میں ذرائع آمد و رفت بہت محدود اور دشوار گذار تھے۔ اولیائے کرام پیدل سفر طے کر کے اپنے مریدین و مخلصین کے پاس جا کر دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دیتے کافی عرصہ آستانوں سے باہر رہ کر ان کی اولادوں کی تربیت اور روحانی منازل کیلئے یہ بات خسارے کا سبب بن گئی۔ جس کی وجہ سے مشائخین کے بعد ان کے جانشین کامیاب ثابت نہ ہو سکے۔ آخر کار مخلص اور جانثار مریدوں نے باہم ملکر مشورہ کیا ان پیشوایان دین کی اس تکلیف کو رفع کرنے کیلئے ہم جملہ مریدین ان حضرات قدسیہ کی بارگاہ میں سال میں ایک مقررہ وقت اور تاریخ پر ہم سب مریدین آستانہ پر جمع ہو کر اکتساب فیض کریں۔ اور پند و نصائح سے فائدہ بھی اٹھائیں مریدین نے جو دن متفقہ طور پر مقرر کیا اس کا نام رکھا ''عرس'' منشائے قدرت بھی فی اللہ اجتماع کا حامی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ عرس کا اجتماع عبادت گذار نیک بندوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ ترجمہ یعنی دلہن کی مانند خوشی سے سو جا۔ اس بنا پر اہل اللہ کے وصال مبارک کے دن اور اجتماع کو عرس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲۳)

حضرت زندہ پیر صاحبؒ کی عبادت و ذکر کے معمولات: آپؒ کا روز کا معمول تھا کہ رات کے وقت تمام عقیدت مندوں کو نماز تہجد کے لئے جگا دیا جاتا۔ اس کے بعد نماز فجر کی اذان ہوتی اور نماز باجماعت ادا کی جاتی۔ ہر جماعت سے قبل پیر صاحبؒ کے لئے پہلی صف کے عین دائیں جانب مصلیٰ بچھا دیا جاتا آپؒ اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لا کر مسجد کی جانب خراماں خراماں تشریف لاتے اور اقامت شروع ہو جاتی تھی اور امام صاحب نماز کی امامت فرماتے اور آپؒ بھی سب کے ساتھ مل کر نماز ادا کرتے۔ آپؒ کا معمول تھا کہ صرف فرض نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے سنتیں اور نوافل اپنے حجرہ مبارک میں ادا فرماتے۔ نماز فجر، عصر اور نماز عشاء کے بعد ختم خواجگان شریف اور ذکر پاک کی محفل باقاعدگی سے منعقد ہوتی تھی۔

اسلامی تہوار: اسلامی تہواروں پر باقائدہ اجتماعات منعقد ہوتے مثلاً 9 اور 10 محرم الحرام شہادت امام حسین علیہ السلام، گیارہ اور بارہ ربیع الاول جشن عید میلا دالنبی ﷺ، دس اور گیارہ ربیع الثانی بڑی گیارہویں شریف غوث الاعظمؒ، چھبیس، ستائیس رمضان المبارک جشن شب قدران تمام اسلامی تہواروں پر تمام مریدین جوق در جوق قافلوں کی شکل میں آستانہ عالیہ گھمکول شریف تشریف لاتے اور تمام رات موقع کی مناسبت سے علماء کرام واقعات پر روشنی ڈالتے اور نعت خواں حضرات بحضور سرور کونین ﷺ نذرانہ عقیدت پیش کرتے اور آخر میں آپؒ عالم اسلام کے لئے دعا فرماتے تھے۔

عرس مبارک دربار عالیہ گھمکول شریف: سالانہ عرس مبارک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور شریعت حقہ کے مطابق آپؒ اپنی ظاہری زندگی میں باقائدگی سے مارچ کے آخری جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو مذہبی جوش وخروش سے منایا جاتا تھا جو آپؒ کے وصال مبارک کے بعد بھی آپؒ کے صاجزادہ صاحب وجانشین حضرت قبلہ عالم پیر منور شاہ صاحب بھی سالانہ عرس مبارک کی تقریب بڑے عقیدت واحترام سے منا رہے ہیں۔ آپؒ کی اپنی زندگی میں اکاون عرس مبارک آستانہ عالیہ گھمکول شریف میں اللہ کے فضل کرم سے منعقد ہو چکے ہیں۔ عرس مبارک کی اطلاع بذریعہ اخبار، ریڈیو اور اشتہار دی جاتی ہے سالانہ عرس مبارک تین یوم کیلئے منعقد ہوتا ہے۔ جس میں نہ صرف ملک بھر سے شرقاً غرباً شمالاً جنوباً طول وعرض سے بلکہ بیرون ملک سے بھی لوگ بڑی تعداد میں تشریف لاتے ہیں۔ اندرون ملک سے آپ کے مریدین وعقیدت مندوں کی بڑی تعداد بسوں، ٹرکوں، ویگنوں، کاروں اور موٹر سائیکلوں پر کلمے پاک کا ورد کرتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ علماء کرام رسول اکرم ﷺ کی سیرت پاک پر روشنی ڈالتے ہیں۔ نعت خوان حضرات حضور نبی محترم ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ آخری روز حضور قبلہ عالم زندہ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملفوظات سے نوازنے کے بعد عالم اسلام کیلئے دعا فرماتے اور اس طرح سالانہ عرس مبارک اختتام پذیر ہوتا۔ (۲۴)

وصال مبارک: دریائے وحدت کے شناور اپنے مطلوب حقیقی کے وصل کا اشتیاق فرمایا کرتے۔ ملائکہ رحمت اور ارواح مقدسہ سے ملاقات وہمکلامی فرمائی جارہی تھی۔ کیا معلوم تھا عنقریب اس جسم عنصری کی قید سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہوکر سب کو دائمی داغ مفارقت دینے والے ہیں۔ اولیاء اللہ اور مقربین الٰہی اس دنیا سے جدا نہیں ہوتے۔

تاوقتیکہ ان کے پاس ریحان جنت نہیں لایا جاتا۔ جس کی خوشبو سے معطر ہو کر ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ وابستگان دامن عالیہ کی یہ حالت کہ کوئی عالم حیرانی میں کھڑا تھا۔ کوئی جوش محبت میں محو ہو کر نقش دیوار بنا ہوا تھا۔ آپؒ کی اولاد با کمال کی نور بار آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ حضور قبلہ عالم کی عین نور اولاد پاک محبین، مخلصین اور متعلقین کیلئے یہ وقت بڑا ہی بلا خیز غم آمیز اور پر آشوب تھا۔ الغرض آپؒ ستاسی سال (۸۷) کی عمر مقدسہ کے ساتھ سینتالیس (۴۷) سال گھمکول شریف کو رونق بخشنے والے لاکھوں عقیدت مندوں کے آنسوؤں کی برسات کے ساتھ ۲۱ مارچ ۱۹۹۹ء ۲ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ بروز اتوار اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔

اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

اس حادثہء جانکاہ اور صدمہ عظیم کے باوجود جناب پیر حبیب اللہ شاہ صاحب نے ہر جگہ اطلاع کا انتظام فرمایا اور پورے ملک کے مضافات (دیہات) میں تو قدرتی طور بیک وقت ایسے خبر پھیلی جیسے غیب کی منادی نے سب کو مطلع کر دیا۔ وصال مبارک پر آنے والوں کو قدرت کاملہ سے کوئی تکلیف نہ تھی۔ بلکہ رب تعالیٰ نے خوشگوار موسم کا سماں پیدا فرما دیا۔ آپ کا جسد خاکی عقیدت مندوں کی زیارت کیلئے آپؒ کے حجرہ مبارک میں رکھ دیا گیا اور عقیدت مندوں کی زیارت شروع کرادی گئی تھی۔ آپؒ کا رخ انور پر انوار ربانی کا اس قدر ورود و نزول تھا کہ چہرہ مبارک فیض و برکات سبحانی سے بدر منیر کی طرح چمک دمک رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی زبان حق بیاں سے اور نورانی و مقدس لبوں کو جنبش دے کر حقائق و معارف کا کوئی بیان فرمانے والے ہیں۔ (۲۵)

نماز جنازہ و تدفین: قبلہ عالم حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ کی دوسرے روز ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء بروز سوموار تین ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ کو بعد نماز ظہر آپؒ کے خلیفہ صوفی عبداللہ صاحب نے نماز جنازہ کی امامت کا شرف حاصل کیا۔ ملک کے طول و عرض سے ہی نہیں بیرون ملک سے بھی لوگ بڑی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کیلئے پہنچ گئے تھے۔ آپؒ کے جسد پاک کو لحد مبارک رکھنے کے وقت سورج کی تابانی اور شعائیں مانند ہو گئیں تھیں۔ الغرض حضور قبلہ عالمؒ اس دار فانی سے پردہ فرما کر صاحب مزار ہوئے۔ آپؒ کا روضہ مبارک گھمکول شریف ضلع کوہاٹ میں ہے جو زائرین کیلئے مرجع خلائق ہے۔ (۲۶)

دعائے قل پر آثار رحمت: قل شریف کے ختم کے بعد پیر حبیب اللہ صاحب دعا فرما رہے تھے تو پورے دربار شریف

کی حدود میں بارش سپرے کی شکل میں ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی ساری فضا معطر تھی۔

چالیسویں پاک کی دعا کے وقت بھی رحمتوں کا نزول: چھبیس اپریل ۱۹۹۹ء بروز پیر حضور قبلہ عالمؒ کے چالیسویں پاک کی محفل پاک میں سجادہ نشین حضور قبلہ بادشاہ صاحب دعا فرما رہے تھے عصر کا وقت تھا مسجد کے میناروں کے اوپر قوس نظر آ رہی تھی۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ قدسی مخلوق تھی جو پر پھیلائے ہوئے تھی۔ محسوس ایسا ہوتا تھا گویا قدسی مخلوق ٹولیوں کی شکل میں آ جا رہی ہے۔ (۲۷)

اخلاف کرام: آپؒ کے نور چشم قبلہ عالم پیر منور شاہ صاحب المعروف بہ جناب بادشاہ صاحب: پیر منور شاہ کی ولادت باسعادت کے بعد نہایت کم سنی میں محترمہ والدہ ماجدہ کا سایہ مبارک سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد آپ کی پرورش آپ کے والد محترم قبلہ عالم حضرت شاہ صاحبؒ نے کی۔ آپ نے ظاہری علم تو بی۔اے پاس کیا مگر باطنی علم سے جناب بادشاہ صاحب کا سینہ اطہر جناب زندہ پیر صاحبؒ نے حد درجہ لبریز و معمور فرماتے ہوئے سینہ میں وسعت اور دل میں بے پایاں قوت و بصیرت کا خزینہ مخفی فرما دیا ہے۔ آپ کے وجود مسعود پر سفید چادر مبارک ڈالتے ہوئے فرمایا۔ اس سفید چادر میں آپکے لئے ایک بادشاہی کا راز پوشیدہ ہے۔ جناب بادشاہ صاحب نے پوری حیات طیبہ میں اس چادر مبارک کی لاج رکھی۔ اور اپنے والد محترم زندہ پیر صاحبؒ کے سامنے عملی نمونہ پیش کر دکھایا۔

سجادہ نشین: حضور قبلہ عالمؒ کا سایہ مبارک سر مبارک سے اٹھ گیا تو آپ دربار عالیہ گھمکول شریف کے مسند آرا مقرر فرمائے گئے ہیں۔ آپ تمام جزوی اور کلی دربار عالیہ کے انتظامات نہایت حوصلہ بردباری استقلال کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔ بدستور پرانے غلاموں کی خاطر مدارت و دلجوئی میں بہت شفقت سے کام لیتے ہیں۔ الحمد للہ جیسے حضور قبلہ عالمؒ کی حیات طیبہ میں بیعت حلقہ ذکر ختم خواجگان کا انعقاد تقریبات مقدسہ، نماز جمعہ نماز با جماعت مہمانوں کی خاطر و مدارت اور فیوض و برکات اور دینی و اصلاحی خدمات کا سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔ جملہ امور شریعت مطہرہ کے مطابق ہو رہے ہیں۔

حضور قبلہ جناب پیر عبید اللہ شاہ صاحب: آپ قبلہ عالم جناب بادشاہ صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ نہایت خوش رو نیک خو، خدا یاد، متواضع، بردبار، سادہ طبیعت اور تنہائی پسند ہیں۔ آپکو اپنے دادا جناب زندہ پیرؒ کی خاص نظر عنایت تھی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ بادشاہ صاحب سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

حضور قبلہ عالم جناب پیر حبیب اللہ شاہ صاحب: آپ حضور قبلہ عالم جناب بادشاہ صاحب کے فرزند اصغر ہیں۔ آپ نہایت خوش خلق خوبرو نورانی چہرہ، بارعب وجلال دل و دماغ خدا کے نور سے منور، غلاموں کے خیرخواہ و مشفق، خلق خدا پر مہربان، غربا و مساکین کے شفیق، غم زدوں کے مونس، آپ کے حسن خلق نے سب کے دلوں میں گھر کرلیا ہے۔ حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحبؒ کی نظر کیمیا اثر اور دعا و توجہ سے کماحقہ مشرف ہوئے ہیں۔ ہرایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا آپ کے معمولات کا اہم حصہ ہے، کیا امیر، کیا غریب سب کی نظروں میں معزز و محبوب ہیں، ہر ادنیٰ و اعلیٰ خاص و عام ارادت مندوں کی نہایت حسن سلوک سے تواضع فرماتے ہیں۔ تمام ظاہری و باطنی اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ سے موصوف آراستہ ہیں، شکل وشمائل اور حسن ظاہری اعلیٰ درجہ کا ہے۔ حضور زندہ پیرؒ کی خاندانی وجاہت ان سے نمایاں ہے۔ آپ پر زندہ پیرؒ کی خاص نظر عنایت تھی۔ آپ صاف گو اور دنیاداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے متعلق حضرت زندہ پیرؒ کا فرمان تھا۔ درویش و فقیر نہ گدائی کرتا ہے نہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے۔ ہم انہیں دونوں جہانوں کی بادشاہی کی طرح فقیری دینگے۔ اور بفضلہ تعالیٰ آپ اس نعمت سے مالا مال ہیں۔ دنیاوی امور زائرین کا خیال، لنگر کا انتظام اور دیگر معاملات کی دیکھ بھال آپ ہی کے ذمہ ہے۔ آپ گھمکول شریف کے روح رواں اور بہار ہیں۔ پیر حبیب اللہ صاحب نے اپنے دادا حضرت زندہ پیرؒ کا روضہ اطہر یہ سمجھتے ہوئے اپنے شوق کے کمال عروج کے مدنظر تعمیر فرمایا۔ کہ دربار عالیہ گھمکول شریف وہ معظم دارالشفاء ہے۔ جہاں ہزاروں بیمار فراق، عصیاں، مھجوری، ناداری، غفلت ادبار وغیرہ امراض مہلک میں مبتلا ہو کر آتے ہیں۔ یہاں سب کی تمنائیں پوری ہوتی ہیں۔ بیماروں کو شفا ملتی ہے۔ گنہگاروں کو عطا، ناداروں کو دولت، ادباروں کو اقبال، مھجوروں کو شربت وصال، غافلوں کو بیداری، مایوسوں کو دل داری، تمناؤں کو امیدوں کی نوید ملتی ہے۔ جناب پیر حبیب اللہ صاحب نے یہ دیکھتے ہوئے روضہء اطہر ایسا تعمیر فرمایا جس سے ہر لحہ ہیبت وجلال مترشح ہے کہ دربار عالیہ گھمکول شریف وہ درگاہ فیوض ہے۔ جس کے صحن محل میں اللہ تعالیٰ کا مقرب و پیارا نبی ﷺ کا دلارا، علی کی آنکھ کا تارا، وہ کون دل آرا، وہ کون انجمن آرا، نقشبندی آسماں کا ماہ نور، غوث اعظم کی نگاہوں کا سکون، وہ غوث زماں حضور قبلہ عالمؒ جناب زندہ پیر صاحبؒ کی ذات برکات ہے۔

پیر جنید شاہ صاحب، پیر محمد معصوم شاہ صاحب: جناب پیر عبید اللہ شاہ صاحب کے شہزادہ جناب جنید شاہ صاحب کو ودیعت ہے کہ وہ اپنی بات منوانے میں طاقت نافذہ رکھتے ہیں اور جناب پیر حبیب اللہ شاہ کے شہزادہ جناب محمد معصوم شاہ صاحب یمن و برکت اور فارغ بالی کے برکات کے حامل ہیں۔ گویا آپ دربار عالیہ گھمکول شریف میں اللہ کریم کی رحمت کا پرنالہ ہیں۔ (۱۹)

خلفائے عظام

خلافت و خرقہ: خلافت یا خرقہ پوشی اور مرید کے مابین ایک رشتہ ارتباط یعنی مضبوط رابطہ کا ذریعہ ہے۔ اور مرید کی جانب سے مرشد کی خدمت میں ایک ذریعہ تحکیم ہے یعنی مرید اپنے مرشد کو اپنا حاکم تسلیم کر لیتا ہے۔ جب دنیاوی امور کیلئے تحکیم یعنی حاکم بنانا شریعت میں جائز ہے۔ اور پسندیدہ امر ہے تو پھر خلافت اور خرقہ سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ جو ایک مرشد اپنے طالب صادق کو عطا فرماتا ہے اور خرقہ پہناتا ہے۔ اس میں مرید کے حسن عقیدت کا بھی ہاتھ ہوتا ہے طالب مذہبی امور میں اپنے مرشد کو رہبر بناتا ہے تاکہ مرشد اسے خداوند کریم کا راستہ بتائے اور طالب کو راہ ہدایت پر لگائے۔ اس کو آفات نفس کی بصیرت عطا کرے۔ اعمال کے فساد سے وقوف بخشے۔ کہ نفس اور شیطان کن کن راستوں سے راہ پاتا ہے۔ خلافت اور خرقہ وہی طالب حاصل کرتا ہے جو اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کر دیتا ہے مرشد کی رائے کو تسلیم کر لیتا تمام

معاملات میں پیر کی طرز تربیت کا پابند ہوتا ہے خلافت ایک رابطہ الٰہی ہے۔ مرید جب صاحب خلافت ہو گیا خرقہ پہن لیا تو گویا اس نے خود کو مرشد کے سپرد کر دیا۔ اس طرح مرشد کے حکم کے تحت و تابع ہو جانا اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے تابع ہو جانا ہے۔ جب مرشد اپنے طالب کو خرقہ پہناتا ہے وہ طالب سے خرقہ پوشی کے آداب و شرائط بجا لانے کا عہد و پیمان لیتا ہے۔ اسے خرقہ پوشی کے تمام حقائق سے آگاہ کر دیتا ہے۔ مرشد اپنے مرید و طالب کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا دروازہ شیخ کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ طالب و مرید کو جو کچھ ملتا ہے مرشد کی چوکھٹ کے ذریعہ ہی ملتا ہے۔ منصب خلافت پر فائز فرمانے اور خرقہ خلافت جیسے لباس فاخرہ کے نوازنے میں مذکورہ بالا جملہ وجوہات و خصائل کے علاوہ حضور قبلہ عالمؒ چند مزید امور کو بھی مدنظر فرماتے تھے۔ فقیری اور خلافت میں بہت مسافت درمیان میں حائل ہوتی ہے۔ خرقہ ارادت کے

حق دار مقام فقیری والے صرف دو طالب صادق ہوتے ہیں ۔اور خرقہ ءتبرک والے صاحب خلافت ہزاروں ہوتے ہیں ۔آپؒ کا کوئی غلام و مرید بے اولاد ہے یا نرینہ اولاد سے محروم ہے ۔تو آپؒ اسے خلافت سے نوازتے تھے ۔کہ میرا مرید ہو کر بڑھاپے میں درماند محتاج نہ ہو جائے ۔عزت سے وقت گزارے کچھ لوگوں کو بھی اسی وجہ سے خرقہ ءخلافت سے نوزا ۔کہ وہ غیر موروثی ہیں ۔ایسے لوگوں کی گاؤں میں عزت قدر عموماً نہیں ہوتی ۔آپؒ کا گمان پاک ہوتا کہ مرید میرا ہو اور گاؤں یا آبادی میں بے قدر ا ہو ہمیں گوارا نہیں ہوتا اس لئے اکثر ایسے لوگوں کو بھی نوازا گیا تا کہ گاؤں و آبادی میں عزت سے زندگی گزاریں ۔دین کا کام بھی کریں لوگوں کی اصلاح بھی کریں ۔کچھ ایسے مرید جو خدمت دین اور خدمت خلق کی استعداد رکھتے تھے ۔انہیں بھی خرقہ ءخلافت سے نوازا گیا جو طالب تھوڑی سی محبت بھی رکھنے والے تھے وہ بھی موزوں فرمائے گئے ۔آپ فرماتے کہ دنیا کے کسی حصہ میں حضور عالی کا امتی تکلیف میں ہو اور قریب ہمارے واسطہ والا آدمی موجود ہو ۔وہ تکلیف زدہ آدمی کے حق میں دعا کردے یا دم کردے ۔حضور عالی کے امتی کی تکلیف دور ہو جائے گی تو اس میں خداوند کریم اور جناب رسول اللہ ﷺ راضی ہوتے ہیں ۔ہم اس وجہ سے بھی محبت رکھنے والے مریدین کو خلافت سے نوازتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک دنیا کے ہر کونہ ہر ملک میں خلفاء موجود ہیں ۔کئی ایسے لوگوں کو بھی خلافت سے نوازا گیا ہے کہ حقوق العباد کی ذمہ داری سے فارغ ہیں ۔ابھی کچھ خداوند کریم کی رضاء کے لئے بھی کچھ دین کیلئے بھی کام کریں، کچھ لوگ پیرانہ سالی یعنی بڑھاپے میں آ کر آخرت کی فکر سے غافل تھے ۔آپؒ نے خلافت سے نوازتے ہوئے راہ ہدایت پر چلادئے ۔کچھ لوگ گمراہی کے دہانے پر تھے حضور قبلہ عالمؒ کی نگاہ التفات کے سامنے آ گئے ۔تو ہدایت یافتہ ہو گئے ۔ان مذکورہ جملہ امور کی بنا پر حضور قبلہ عالمؒ نے ہزاروں خلفاء کا انتخاب فرمایا ۔جن کی تفصیل کتاب میں موجود ہے ۔(۲۹)

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''شان اولیاء''، کراچی، فرید آرٹ پریس ۲۰۰۴ء ص ۵۱۔۵۲، ج۔۱

۲۔ رب نواز، صوفی ''کنزُ العرِفان'' شائع کردہ آستانہ عالیہ گھمکول شریف ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد ۲۰۰۶ء ص۔۲۱۔۴۵

۳۔ ایضاً۔ص۔۴۵۔

۴۔ ایضاً۔ص۔۵۰

۵۔ ایضاً۔ص۔۵۲۔

۶۔ ایضاً۔ص۔۵۳

۷۔ ایضاً۔ص۴۹۔۵۸۔

۸۔ ایضاً۔ص۔۸۴۔۱۳۰۔

۹۔ ایضاً۔ص۔۴۶۔

۱۰۔ ایضاً۔ص۔۴۶۔۴۸۔

۱۱۔ ایضاً۔نمبر۲۵۷ص۔۴۳۔۴۴۔

۱۲۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''شان اولیاء'' محولہ بالا ص۔۶۱۔۶۲، ج۔۱

۱۳۔ القرآن : ۱۳ : ۲۸۔

۱۴۔ بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل، ''الصحیح البخاری''، مصر، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۵ھ کتاب التوحید۔

۱۵۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''جامع ترمذی'' دہلی، فخر المطابع، ۱۲۷۰ھ، کتاب الزہد۔

۱۶۔ فضل احمد، حاجی ''ماہنامہ سلسبیل'' لاہور، محمدی پریس ۱۹۸۱ء۔ص۔۲۱۔

۱۷۔ رب نواز، صوفی، ''کنزُ العرِفان'' محولہ بالا، ۱۸۷۔

۱۸۔ ایضاً۔ص۔۱۳۲۔۱۹۴۔

۱۹۔ ایضاً۔ص۔۲۰۰۔۲۰۱

۲۰۔ ایضاً۔ص۔۲۰۳۔

۲۱۔ ایضاً۔ص۔۲۰۳۔

۲۲۔ ایضاً۔ص۔۱۹۹۔۲۴۰۔

۲۳۔ ایضاً۔ص۔۲۷۱۔۲۷۴۔

۲۴۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''شانِ اولیاء'' محولہ بالا، ص۔۷۸۔۸۱۔

۲۵۔ رب نواز، صوفی ''کنز العرفان'' محولہ بالا، ص۔۲۸۴۔۲۸۶۔

۲۶۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ''شانِ اولیاء'' محولہ بالا، ص۔۹۱۔

۲۷۔ رب نواز، صوفی ''کنز العرفان'' محولہ بالا، ص۔۲۷۸۔۲۸۸۔

۲۸۔ ایضاً۔ص۔۲۹۸۔۳۰۴۔

۲۹۔ ایضاً۔ص۔۳۰۵۔۳۱۰۔

باب : ہفتم

حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف: ملت اسلامیہ پر جب کبھی کٹھن وقت آیا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر عظمت وسطوت اسلام کا تحفظ کیا۔ اس سلسلہ میں آفتاب ہند حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجاہد کبیر، مولانا فضل حق خیر آبادی، پیر غلام مجدد سرہندی اور نور المشائخ ملا شور بازار کابلی رحمۃ اللہ علیہم کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جنہوں نے اپنی جان و آبرو کی پرواہ کئے بغیر اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر لٹا دیا، جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیاں آباد کیں۔ جائیدادیں ضبط کرائیں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں مگر دین حنیف کے پرچم کو ذرہ برابر جنبش نہ آنے دی۔ اس گروہ کے ایک گل سرسبد پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندیؒ جنہوں نے وادی مہران میں اسلام دشمن طاقتوں کے سامنے سینہ سپر رہے اور اپنے مشن کو جاری رکھا۔ اگرچہ انہیں گوناگوں مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا۔

ولادت: پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی فاروقیؒ کی ولادت باسعادت ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء بروز دوشنبہ حضرت پیر محمد اسمٰعیل جان روشن سرہندی بن پیر محمد حسین جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں قصبہ پیر سرہندی تحصیل سامارو ضلع تھرپارکر میں ہوئی۔ (۱)

خاندانی پس منظر: سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ تک فاروقی اور حضرت مجدد پاکؒ کے بعد مجددی سرہندی کہلائے اس خاندان کی زیادہ تعداد عرب سے ہجرت کر کے افغانستان میں آباد ہوئی۔ اس خاندان کے تین بزرگوں نے یکے بعد دیگرے افغانستان پر حکومت کی ان میں شیخ شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلیؒ حضرت شیخ محمد یوسفؒ اور حضرت شیخ احمدؒ حضرت شیخ فرخ شاہ کابلیؒ نے زیادہ شہرت پائی ہندوستان کے کچھ علاقے فتح کر کے افغانستان کی اسلامی حکومت میں شامل کئے اور ملک میں اسلامی نظام عدل قائم کیا۔ فرخ شاہ کابلیؒ نے سومناتھ مندر سمیت ہندو راجاؤں کی بڑی طاقتوں کے مرکزوں پر محمود غزنوی سے پہلے حکومت کی اور بڑھاپے کی وجہ سے حکومت کا انتظام اپنے فرزند شیخ محمد یوسف کے حوالے کیا۔ اس طرح شیخ محمد یوسف نے بھی بڑھاپے میں حکومت اپنے فرزند حضرت شیخ احمدؒ کے سپرد کی۔ جس نے کچھ سالوں

بعد اپنے ایک معتمد خاص کو اپنی جگہ پر حاکم مقرر کر کے اپنے لئے معرفت الٰہی کی بادشاہی کا انتخاب کیا اس طرح انہوں نے خاندان خسروی کے جاہ وجلال کو ترک کر کے فقیری حاصل کی اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت امام رفیع الدینؒ اپنے مرشد حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کی رفاقت میں ہندوستان کے پنجاب میں آئے اور مرشد کی ہدایت کے مطابق اپنے بھائی شیخ فتح اللہؒ کے ساتھ مستقل سکونت اختیار کی۔ آپکی اعلیٰ صلاحیتوں سے متاثر ہو کر وقت کے بادشاہ نے دونوں بھائیوں کو بڑے عہدوں سے نوازہ کچھ عرصہ بعد بادشاہ کی طرف سے دہلی اور امرتسر کے درمیان سہرند نام کے ایک گھنے جنگل میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کے لئے دونوں بھائیوں کو حکم ملا قلعہ کی تعمیر کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں جس جنگل میں شیر رہتے تھے وہ شہر بن گیا اور سہرند سے بدل کر سرہند شریف کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت امام رفیع الدین کی پانچویں پشت میں محبوب سبحانی غوث صمدانی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقیؒ پیدا ہوئے۔ آپؒ نے روحانی طاقت سے اسیری مغل سلطنت سے ٹکر لی۔ بادشاہ کے وزیروں، مشیروں کے نئے ایجاد کئے ہوئے نظریہ دین الٰہی کو مٹا کر مسلمانوں کو حق کی راہ دکھائی اس طویل جدوجہد میں اکبری اور جہانگیری غیض وغضب نہ جھکا سکے اور نہ مٹا سکے۔ نصرت ایزدی ان کے ساتھ تھے، ان کی مذہبی، تبلیغی، روحانی اور اصلاحی کارناموں پر اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ سرہند شریف میں آپکا وصال ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد آپؒ کے جانشین سرہند شریف میں رہے سرہند شریف میں وصال ہوئے اور یہیں پر آخری آرام گاہیں بنیں۔ جب سکھوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کئے تو خانقاہ مجددیہ سرہند شریف سے علم جہاد بلند ہوا اس خانقاہ کے ہزاروں مریدوں نے طویل عرصہ تک جنگ کی، مغلیہ حکومت کے زوال پذیر ہوتے ہی مسلمانوں کی قیامت مؤثر نہ رہی ان کو چاروں طرف سے سکھوں، مرہٹوں، راجپوتوں اور انگریزوں نے گھیر لیا، سرہند شریف ریاست مشرقی پنجاب میں واقع تھی، وہاں کی مقامی آبادی کی اکثریت سکھوں میں سے تھی مسلمانوں کے گھر اور راستے ان کے گھیرے میں تھے اس صورت حال میں حضرت مجددؒ کے پانچویں سجادہ نشین حضرت شاہ غلام محمدؒ نے اپنے آباؤ اجداد کا بسایا ہوا شہر چھوڑ کر کچھ عرصہ بعد پشاور کے سفر کے دوران حضرت شاہ غلام محمد کا وصال ہوا اور آپ کا مزار مبارک پشاور شہر کے وسط میں ہے۔ آپ کے فرزند اور سجادہ نشین حضرت شاہ غلام حسنؒ بھی آپ کے پہلو میں دفن ہیں۔ چوتھی نسل میں سراج الاولیاء قطب

ارشاد حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ پیدا ہوئے جو کہ حضرت قبلہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کے پر دادا تھے۔ آپ افغانستان سے ہجرت کر کے سندھ میں آئے۔ مجددی خاندان کی سرہند شریف سے روانگی کے بعد سکھوں کی فوج کا بڑا لشکر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضہ مبارک کو شہید کرنے کی غرض سے داخل ہوئے۔ کچھ فوجی روضہ مبارک کے اوپر چڑھے اور کچھ نیچے رہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے وصال کے بعد بھی حفاظت کی ذمہ داری پوری کی۔ ابھی سکھ فوج کے سپاہی روضہ مبارک کو توڑنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اچانک روضہ مبارک کے اندر سے کچھ پرندے نکلے جو بہت زہریلے تھے جو فوج نیچے کھڑی تھی ان کو تو ان پرندوں نے ڈنگ مار مار کر ہلاک کر دیا جو فوج اوپر تھی وہ ان پرندوں کے خوف سے نیچے گر کر ہلاک ہو گئے۔ روضہ مُبارک کو شہید کرنے والے خود ہلاک ہو گئے۔ یہ جانور نہ پہلے کبھی کسی نے دیکھے اور نہ بعد میں دیکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے انہیں بھیجا تھا وہ پورا کر کے چلے گئے۔ (۲)

خواجہ عبدالرحمٰن مجددی: خواجہ عبدالرحمٰن بن خواجہ عبدالقیوم مجددی قندھاری علیہ الرحمۃ ۱۲۴۴ھ۔ ۱۸۰۸ء قندھار افغانستان تولد ہوئے تمام علوم وفنون قندھار کے مختلف اساتذہ کرام سے حاصل کئے اور اپنے والد سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۲۷۱ھ میں والد کے وصال کے بعد ان کی مسند پر فائز ہوئے۔ آپؒ خلق محمدی ﷺ کے پورے پورے مجسمہ اور کامل نمونہ تھے، تواضع، توکل، صبر، رضا، خدمت خلق اور خلق خدائی، رحم وسخاوت، تقویٰ، طہارت اور شریعت پر استقامۃ اور ان کے علاوہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ (۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی پہلی شخصیت جو سندھ آکر رہائش پذیر ہوئی اور جس سے سرہندی مجددی سلسلہ کو سندھ میں فروغ حاصل ہوا وہ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کی ذات گرامی ہے۔ (۴) آپ ۷۱ سال کی عمر میں ۲۔ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۸ء بروز جمعۃ المبارک اس عالم فنا سے دارلبقاء کی طرف کوچ فرما گئے آپ کا مزار مبارک ٹنڈو سائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر اور ٹکھڑ سے شمال کی جانب ایک میل کی مسافت پر کوہ گنجہ کے دامن میں واقع ہے جو زیارت خاص وعام ہے۔ (۵)

محمد حسین جان مجددی سرہندی: آپؒ ۱۲۸۸ھ، ۱۸۷۱ء میں ''ارغستان'' قندھار افغانستان حضرت شاہ عبدالرحمٰن مجددی سرہندیؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں افغانستان سے ہجرت کر کے سندھ حیدر آباد کے قریب

ٹکھڑ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ نے حافظ محمد یوسف علامہ لال محمد کے علاوہ سندھ کے دوسرے علماء سے دینی تعلیم حاصل کی آپ بلا کے ذہین اور بے مثال حافظہ کے مالک تھے۔ قرآن، حدیث، فقہ نحو، ریاضی وغیرہ میں آپکے کمال کو دیکھ کر کتنے باکمال علماء حیران ہو جایا کرتے تھے۔ آپ نے زندگی سادگی میں بسر کی اور صاحب کشف وکرامت بھی تھے۔ ۱۳۲۸ھ میں ٹکھڑ کو ترک کر کے سامارو ضلع تھر پارکر میں سکونت اختیار کر لی۔ پیر سرہندی کے نام سے ایک بستی کی بنیاد ڈالی جو اب گلزار خلیل کے نام سے مشہور ہے۔ اب آپ کے پر پوتے پیر ایوب جان سرہندی مدظلہ العالی گدی نشین ہیں جو لوگوں کی اصلاحی اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پیر محمد حسین جان مجددی سرہندی کا وصال مبارک ۱۳۶۷ھ میں ہوا اور آپکو اپنے والد اور بھائی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

پیر محمد اسماعیل جان مجددی سرہندی: سرہندی خاندان کے ایک گوھر آبدار، جید عالم، قادر الکلام شاعر، منصف مزاج صوفی، محقق اور عارف حاجی محمد اسماعیل جان مجددی جو خواجہ محمد حسین مجددی کے صاحبزادہ اور خواجہ عبدالرحمٰن کے پوتے تھے۔(۶)

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۷ھ کو ٹکھڑ (تحصیل ٹنڈو محمد خان حیدر آباد سندھ) میں ہوئی۔ آپ نے اپنے ہی علمی خانوادہ میں تعلیم حاصل کی۔ اللہ نے آپ کو باطنی کمال کے ساتھ ساتھ ظاہری و مالی اعتبار سے بھی نوازا تھا لیکن اقربا نوازی و مساکین پروری کی وجہ سے وصال کے وقت کوئی نقدی رقم نہیں تھی۔ شریعت کے بڑے پابند تھے تقویٰ آپکی فطرت میں تھا۔ کسی آدمی نے آپ سے کہا کہ ''ٹام چینی'' کے برتنوں کا روغن حرام ہڈیوں سے بنتا ہے۔ آپ نے اس دن سے کبھی ان برتنوں کو استعمال نہیں کیا۔ اپنے والد کے اکلوتے فرزند ہونے کے باوجود کبھی بھی آپ نے ان کے باغ کا پھل بغیر اجازت استعمال نہیں کیا۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔ ۱۔ خطبات روشن، ۲۔ انشاء روشن، ۳۔ جواہر نفسیہ تصوف پر بے مثل کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو دو فرزند عطا کیے۔ (۱) علامہ محمد اسحاق جان سرہندیؒ (۲) حضرت علامہ آغا محمد ابراہیم جان سرہندیؒ حضرت محمد اسماعیل جانؒ ۵۴ سال کی عمر میں ہمیشہ کیلئے اپنے اللہ کے حضور تشریف لے گئے۔ ان کا جسد خاکی آبائی گاؤں سرہندی، تحصیل سامارو ضلع تھر پارکر سے لیجا کر ''مقبرہ شریف'' میں آخری آرام گاہ بنائی۔(۷) حضرت پیر محمد اسماعیل (روشن) کے روشن گھرانے کی ایک روشن شمع علوم ظاہری و باطنی کے جامع،

بھی مقبولیت وفضیلت حاصل تھی کہ آپ کا سلسلہ نسب صرف چودہ (۱۴) واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے اور اکتالیس (۴۱) واسطوں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ اور طریقت کے لحاظ سے آپ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ (۸)

شجرۂ نسب: حضرت قبلہ خواجہ محمد ابراہیم جان خلیلؒ بن حضرت خواجہ شاہ محمد اسماعیل جان روشنؒ بن حضرت خواجہ شاہ محمد حسین جانؒ بن حضرت شاہ عبدالرحمٰن جانؒ (سراج الاولیاء) بن حضرت شاہ عبدالقیوم جانؒ (قیوم زمان) بن حضرت شاہ محمد فضل اللہؒ بن حضرت شاہ غلام نبیؒ بن حضرت شاہ غلام حسنؒ بن حضرت شاہ غلام محمدؒ بن حضرت شاہ غلام محمد معصوم ثانیؒ بن حضرت شاہ محمد اسماعیل بن حضرت شاہ صبغت اللہؒ بن عروۃ الوثقیٰ حضرت امام معصومؒ بن امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ بن حضرت خواجہ مخدوم عبدالاحدؒ بن حضرت خواجہ شیخ زین العابدینؒ بن حضرت خواجہ شیخ عبدالحیؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمدؒ بن حضرت خواجہ شیخ حبیب اللہؒ بن حضرت امام رفیع الدینؒ بن حضرت خواجہ شیخ نصیر الدینؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمد سلیمانؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمد یوسف ثانیؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمد اسحاقؒ بن حضرت خواجہ شیخ عبداللہؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمد شعیبؒ بن حضرت خواجہ شیخ احمدؒ بن حضرت خواجہ شیخ محمد یوسف اولؒ بن حضرت خواجہ سلطان شہاب الدین عرف فرخ شاہ کابلیؒ بن حضرت خواجہ عبداللہ نصیر الدینؒ بن حضرت خواجہ محمود صاحبؒ بن حضرت خواجہ سلیمان صاحب اولؒ بن حضرت خواجہ مسعود صاحبؒ بن حضرت خواجہ عبداللہ واعظ الاصغراح بن حضرت خواجہ عبداللہ واعظ الاکبرؒ بن حضرت خواجہ ابوالفتح صاحبؒ بن حضرت خواجہ اسحاق صاحبؒ بن حضرت خواجہ ابرہیم صاحبؒ بن حضرت خواجہ ناصر صاحبؒ بن حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شجرۂ طریقت نقشبندیہ: سلسلہ نقشبندیہ بھی دوسرے متعدد صوفیانہ خانوادوں کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل تک شجرۂ طریقت نقشبندیہ مجددیہ اس طرح سے ہے۔ حضور سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ، حضرت خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ، حضرت قاسم بن محمد بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ، حضرت خواجہ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت خواجہ شیخ بوعلی فارمدیؒ، حضرت خواجہ محمد یوسف ہمدانویؒ، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ، حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ، حضرت خواجہ شاہ محمود فغنویؒ، حضرت خواجہ شاہ عزیزان علی رامیتنیؒ، حضرت خواجہ شاہ محمد بابا سماسیؒ، حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ، حضرت خواجہ محمد شاہ بہاؤالدین نقشبندؒ، حضرت خواجہ شاہ علاؤالدین عطارؒ، حضرت خواجہ شاہ محمد یعقوب چرخیؒ، حضرت خواجہ شاہ عبیداللہ احرارؒ، حضرت خواجہ محمد زاہدؒ، حضرت خواجہ محمد درویشؒ، حضرت خواجہ امکنگیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد فارقی سرہندیؒ، حضرت امام محمد معصومؒ، حضرت خواجہ میاں شاہ عبدالحکیمؒ، حضرت خواجہ شاہ نور محمد قندہاریؒ، حضرت خواجہ شاہ شیر محمد قنداریؒ، حضرت خواجہ شاہ محمد عالم قندہاریؒ، حضرت خواجہ شاہ رحمدل قندہاریؒ، حضرت خواجہ سید فیض محمد شاہ قندہاریؒ، قیوم الزمان حضرت خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی نقشبندیؒ (۹)

علم وفضل: حضرت خواجہ محمد ابراہیم جانؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا علم عطا کیا تھا جس کا اعتراف ملک کے اکابر علماء مشائخ، محدثین اور مفسرین نے کیا ہے۔ اگرچہ آپ کے پہلے اساتذہ مولوی عبدالرحیم دل، مولوی غوث محمد بھرگڑی اور مولوی عطاء اللہ دیوبندی جو کہ اچھے عالم اور بہترین مدرس تھے۔ لیکن پھر درس نظامی کی تکمیل کے آخری مراحل میں انہیں بلند پایا اور مایہ ناز علماء سے شرف تلمذ علم حاصل ہوا۔ درس وتدریس کی فراغت کے بعد کچھ عرصہ اپنے دادا کے قائم کیئے ہوئے گاؤں کے مدرسے میں پڑھاتے رہے۔ اور پھر علوم طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیا ایک سال بعد اپنے دادا جان کے اسرار پر واپس آئے اور طب کا باقی نصاب اپنے جدامجدؒ سے مکمل کیا۔ آپؒ کا زیادہ تر وقت مطالعہ اور علمی تحقیق میں گزرا۔ ایسی مستند کتابیں جو درس نظامی کے نصاب میں شامل نہیں تھیں۔ یا ضخامت کی وجہ سے پڑھائی نہیں جاتی تھیں۔ آپ نے ان کتابوں کا بڑے غور اور سیر ہوکر مطالعہ کیا ان میں ترمذی شریف، ابن ماجہ، تفسیر بیضاوی، درمختار اور شامی وغیرہ شامل ہیں۔ (۱۰)

انگریزی تعلیم: دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخلہ لیا مگر جدامجد حضرت پیر محمد حسین جان سرہندیؒ کو آپکا انگریزی پڑھنا پسند نہ آیا اور فرمایا کہ اگر تم انگریزی

پڑھنا چاہتے ہو تو ہم گاؤں میں ہی کسی استاد کو مقرر کر دیں گے۔ چنانچہ آپؒ نے گاؤں میں ہی انگریزی زبان میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی لیکن جلد ہی اس زبان سے ایسی نفرت ہوگئی کہ اسے بالکل ترک کر دیا۔

بیعت: فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مولانا نور بخشؒ خانقاہ پھلن شریف کے دست حق پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور پھر مولانا فیض محمد قندھاریؒ سے بیعت ہو کر طریقت و معرفت کے مقامات طے کیے۔ اجازت وخلافت بھی انہیں سے پائی آج سندھ کے اطراف واکناف میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور آپ کی نگاہ کیمیا اثر کے فیض سے ہزاروں غیر مسلم دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

دینی واصلاحی خدمات: آپؒ نے اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے گاؤں گلزار خلیل تحصیل سامارو ضلع تھر پارکر سندھ میں ایک عظیم الشان دینی مدرسہ قائم کیا ہے جس کے تمام اخراجات آپ خود برداشت فرماتے پچاس ایکڑ اراضی اور آم کا باغ مدرسہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ آپکا گاؤں نومسلموں کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؒ نو مسلموں کو ہر قسم کی مدد بہم پہنچاتے اگر ہندوؤں کے اثر ورسوخ کی بنا پر ان پر مقدمہ بن جائے تو تمام اخراجات خود برداشت کرتے اور اس معاملہ میں بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔(۱۱)

دینی وسیاسی خدمات: پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔(۱۲) مسلم لیگ کی خدمت کیلئے دن رات کمر بستہ رہے، کانگریسی علماء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تقریر وتحریر کے ذریعے نظریہ پاکستان کی تشہیر کی، ہندوؤں کے ایجنٹوں کی خوب قلعی کھولی، غرض پاکستان کو معرض وجود میں لانے کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا یہی وجہ ہے کہ آپؒ آخری وقت تک سندھ میں لادینی عناصر کے ساتھ مصروف جہاد رہے۔ آپؒ ایک عظیم الشان کارنامہ ملحدوں بھارت کے ایجنٹوں اور کمیونسٹوں کے ساتھ قلمی جہاد تھا۔ آپؒ نے ''سندھ سونہاری'' کے نام سے سندھی زبان میں ایک وقیع کتاب لکھی، آپ نے اس کتاب میں لادینی عناصر ملحدوں اور نظریہ پاکستان کے دشمنوں کا اس انداز سے تعاقب کیا کہ زبان سے مرحبا و ماشاءاللہ کی صدائیں بے ساختہ نکلتی تھیں۔ اس کتاب نے سندھ کی عوامی زندگی پر گہرے اور دوررس اثرات پیدا کئے، نظریہ پاکستان کے مخالفین اور لادین عناصر اس کتاب سے کافی جز بز ہوئے۔ آپؒ کی اس تصنیف نے سندھ میں قبولیت عامہ حاصل کی۔ یہ کتاب موضوع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ سندھی زبان وادب کا بھی انمول تحفہ ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے، خلیلی خطوط

اورعباداللہ (تبلیغ دین) وغیرہ معرکتہ لآرا کتابیں لکھیں، جوسب کی سب اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کی بناپر ضبط ہوگئی، اسلام دشمن عناصر نے آپؒ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔آپ کانظریہ مولانا ظفرعلی خان کے اس شعر سے مطابقت رکھتا ہے۔

تندئی بادمخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلیئے (۱۳)

سندھ میں اسلام دشمن اور ملک دشمن عناسر کے خلاف جہاد: سندھ میں اسلام دشمن اور وطن دشمن عناصر کے خلاف آپؒ شمشیر برہنہ بن کو میدان عمل میں مصروف جہاد رہے۔۱۰ جون ۱۹۷۵ء کو آپؒ نے سندھ کے دیگر اسلام دوست اور محب وطن دانشوروں کے ساتھ کراچی میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ۔''سندھ ملکی سالمیت اور اسلام کے خلاف تیز بداخلاقی اور بے احیائی کوفروغ دینے کے لئے ادب کی آڑ میں جومہم چلائی جارہی ہے اس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے اور اس کے مرتکب عناصر کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے اور وطن دوست اور محب اسلام حلقوں کواس تخریبی مہم کے سدباب کے لئے مثبت بنیادوں پر کام کرنے کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔''اس مشترکہ پریس کانفرنس سے آپ کے علاوہ سید سردار علی شاہ ایڈیٹر روزنامہ ''مہران'' محمد بن قاسم،سوسائٹی کے صدر سید علی میر شاہ،پروفیسر علی نواز جتوئی، پروفیسر غلام جیلانی، ڈاکٹر محمد ابراہیم خلیل، نعمت اللہ قریشی، اسداللہ بھٹو، محمد ایوب انصاری، غلام محمد کھوکھر، ڈاکٹر کیپٹن ممتاز علی میمن، حافظ نثار احمد سندھی، فیض بخشاپوری، محمد اسحاق اثر، غلام قادر جتوئی، سردار اکبر امین، نور شاہین، رئیس عبدالمجید نظامانی، اصغر علی سومرو، پیر محمد سلیم جان سرہندی، الحاج رحیم بخش قمر اور علی بخش جمالی بھی شامل تھے۔یہ تمام معزز افراد سندھی ہیں اور اپنے ادبی مقام اور علمی مرتبے کی وجہ سے بڑی عزت وتکریم کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔لیکن نہ صرف یہ کہ اس پریس کانفرنس کی تفصیل شائع نہیں ہوئی بلکہ اس پریس کانفرنس میں جی ایم سید، عبدالواحد اریسر، مددعلی سندھی، مولانا بخش انصاری، شاہ محمد شاہ، شوکت سندھی، نجم عباسی، شیخ ایاز، پیر احسام الدین راشدی وغیرہ کی تحریروں کے اقتباسات پرمبنی جو''قرطاس ابیض'' شائع کیا گیا تھا، حکومت سندھ نے اس پر بھی پابندی لگادی۔(۱۴)

ادبی مقام: آپؒ تحریر وتقریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔سندھی، اردو، عربی اور فارسی روانی سے بولتے اور لکھتے تھے۔تصوف رموز تصوف میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔

سادگی: زندگی اس قدر سادہ گزارتے تھے کہ باوجود صاحب حیثیت زمیندار ہونے کے آخری وقت تک پختہ مکان نہیں بنایا، چارپائی پر نہیں سوتے عیش وعشرت سے سخت نفرت تھی۔ لنگر ہر وقت جاری رہتا آپ کی تقریر بڑی دل پذیر اور مرتب ہوتی عیدین کے موقع پر آپ کا عام خطاب ہوتا، فارسی اور سندھی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ شعروشاعری میں اپنے والد حضرت پیر محمد اسماعیل روشن سرہندیؒ سے شرف تلمذ رکھتے تھے اگرچہ مطب نہیں کرتے مگر ضرورت مندوں کو نسخہ دیتے تھے۔

حاضر جواب: آپ بہت بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے۔ ایک دفعہ میر پور خاص (سندھ) میں سیرت کانفرنس کا ایک عظیم الشان اجتماع آپؒ کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں ہر مکتبہ فکر کے علماء مدعو تھے۔ جناب ماہرالقادری مدیر ''فاران'' کراچی نے اپنے مخصوص انداز میں آپؒ سے پوچھا ''حضرت آپ فاران پڑھتے ہیں''؟ آپؒ نے جواب دیا۔ جی ہاں پڑھتا رہتا ہوں اور لعنت بھیجتا رہتا ہوں۔'' یہ سن کر ماہر صاحب خاموش ہو گئے۔ چونکہ آپؒ چائے بالکل نہیں پیتے صبح کے ناشتہ پر ماہرالقادری نے حیرت سے پوچھا۔ حضرت آپ چائے نہیں پیتے؟ آپؒ نے فوراً جواب دیا کہ ''میں چائے کا اتنا ہی سخت دشمن ہوں جتنا کہ آپ اولیائے کرام کے۔'' اس پر تمام محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ آپ گوشہ گمنامی کو پسند فرماتے تھے اور آپؒ اپنے کو شہرت و ناموری سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کرتے اور ہر وقت زبان پر یہ شعر جاری رہتا ہے۔

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم　　　　همہ حیرتم کہ دهقاں بچہ کار کشت مارا۔ (۱۵)

عملیات: حضرت قبلہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ خلق خدا کی جن ذرائع اور وسیلہ سے شب و روز خدمت کرتے تھے ان میں ایک نہایت ہی اہم ذریعہ قرآنی علوم میں سے لئے ہوئے وظائف، تعویزات، نقش اور دوسرے طریقوں پر مشتمل عملیات تھے۔ جس سے لاکھوں بلا و آفات میں گرفتار انسان اور ہر طرح کے ظاہری اور باطنی درد اور مرض میں مبتلا خلق خدا کو نجات، شفاء اور زندگی کا سکون حاصل ہوا۔ مذکورہ عملیات پر مکمل دسترس کیلئے آپ نے کافی طویل عرصہ سخت محنت اور مشقت کی ان مراحل کو طے کرنے کیلئے بے شمار راتیں جاگ کر گزاریں آپؒ نے اپنے کئی شاگردوں کو اذن دیکر اس کام کیلئے تیار کیا جو آج بھی مخلوق خدا ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ آپؒ کے روحانی علاج سے ہزاروں لوگ شفایاب ہوئے جنہیں طبیب اور ڈاکٹروں نے لاعلاج کیا۔ خلق خدا کی خدمت

اپنی علالت کے سخت اور دشوار ترین عرصے میں بھی جاری رکھی آپؒ کے ایثار اور استقلال میں کمی نہیں آئی آپؒ دوسرے انسان کی تکلیف کو ہمیشہ اپنی تکلیف پر مقدم رکھتے تھے۔ عمر مبارک کے آخری ایام میں عملیات کے نسخوں کے وہ تمام وظائف، تعویزات اور نقش اور سارے وہ مجرب عمل جو آپ کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ تھے یا مختلف کتابوں میں جدا جدا صورتوں میں درج تھے ان سب کو یکجا کر کے عام لوگوں کے فائدے اور جاننے کیلئے ایک جامع کتاب (شفاء الصدور) کے نام سے چھپوا کر منظر عام پر لائے جس میں تمام بیماریوں کا روحانی علاج موجود ہے۔ اس کتاب کو بلاشبہ عملیات کا بیش بہا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ (۱۶)

بزرگان دین سے محبت اور عقیدت: آپؒ کو اولیائے کرام سے جتنی محبت تھی وہاں آپؒ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ بزرگان دین کی درگاہوں اور آستانوں کا تقدس قائم رہے۔ آپؒ نے اولیاء اللہ کے آستانوں پر غیر شرعی اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کو ختم کیا اور قرآن و حدیث کے پیغام کو عام کیا۔ آپؒ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دینی جلسے منعقد کرائے، تلاوت کلام پاک، حمد و نعت کی مجالس اور زیارت کے طور طریقوں کے متعلق مسنون اور شرعی درس دیئے۔ درگاہوں سے ہر قسم کی فحاشی اور گندی رسموں کے خاتمے کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپؒ نے خود اور آپکے خلفاء نے اپنے اپنے علاقہ میں دینی و اصلاحی کام جاری رکھے اور ہزاروں لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات انجام دیں۔ آپؒ نے بزرگان دین کے متعلق خاص طور پر مجددی خاندان کے بزرگوں پر مفصل تعارفی اور تحقیقی مقالے لکھے۔ جن میں سے کچھ مقالوں کو ترتیب دے کر کتابی شکل میں شائع کرائے گئے۔ آپؒ کو سندھی زبان کے مشہور شاعر عارف کامل حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ سے بھی خاص محبت تھی شاہ صاحب کے شعر اپنی تقریروں میں پڑھا کرتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ نقشبندؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت مخدوم غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتانیؒ حضرت بابا فرید شکر گنجؒ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور عروۃ الوثقیٰ حضرت امام معصومؒ آپ کی عقیدت کے خاص محور اور مسکن تھے۔ جبکہ سندھ پنجاب اور برصغیر کے دوسرے لاتعداد صوفیاء کرام آپؒ کے دل میں محبت اور عقیدت کا اپنا اپنا مقام رکھتے تھے۔ (۱۷)

شریعت: آپؒ کی ترجیحات میں پہلی ترجیح شریعت تھی جس طرح آپ خود شریعت اور طریقت میں یکتا روزگار اور

کامل اکمل نمونہ تھے اسی طرح ہر مسلمان کو سختی سے شریعت کی پابندی اور ہمیشہ شرعی حدود میں رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپؒ کی اکثر تحریریں شرعی مسئلوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے لکھے ہوئے فتوے پورے سندھ میں ہر خاص و عام کے پاس یہاں تک کہ حکومتی اداروں اور عدالتوں میں بڑی قدر اور احترام سے پڑھے اور قبول کیئے جاتے تھے۔ کچھ موقعوں پر تو سرکاری عدالتوں سے نازک اور باریک شرعی معاملے حتمی فیصلے کے لئے آپکے پاس آتے تھے۔ آپکو شرعی کورٹ کے جج اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت کے لئے آپ پر زور دیا گیا لیکن آپ نے ضعیف العمری، صحت کی ناسازی اور بڑی تعداد میں لوگوں کی آمد کی وجہ سے سرکاری ذمہ واری قبول نہیں کی۔ میراث کے متعلق بھی آپ کے فتوے آج بھی عدلیہ کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے جب ملک میں شرعی نظام کے نفاذ کیلئے اسلامی نظریائی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت جیسے ادارے قائم کیئے تو ملک کے نامور علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی تو ان میں آپکو بھی دعوت دی گئی۔ علماء و مشائخ کانفرنس کے بعد صدر ضیاء الحق نے کچھ مشائخ سے الگ الگ ملاقات کر کے ان کی تجویزیں نوٹ کیں۔ آپؒ نے صدر صاحب کو بتایا کہ سب سے پہلے ملکی معیشت سے رشوت کی لعنت کو ختم کرو اس کے بعد اسلامی قانون کا نفاذ آسان ہو جائے گا۔ اس پر صدر صاحب نے کہا کہ آپ اس کے خاتمے کا حل بتائیں آپؒ نے صدر صاحب کو تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ رشوت اور بینکنگ کے سودی نظام کے خاتمے کیلئے بیع سلم کی تجویز پیش کی اور فرمایا بیع سلم کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے اور فروخت کرنے والے دونوں کی نفع اور نقصان میں شراکت ہوتی ہے۔ جو کہ جائز اور حلال ہے آپ نے ملک کے تمام اداروں میں جن میں بینکنگ، زرعی اور دیگر اداروں سے رشوت اور سود کے خاتمے اور اس کے متبادل حل کیلئے صدر صاحب کو تفصیلی بریف کیا صدر صاحب آپ کی تجویز سے بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ آپ اس کی قانون سازی کیلئے ہماری رہنمائی فرمائیں آپؒ نے بذات خود اسلام آباد رہنے کیلئے معذرت کی اور چند عالموں کے نام لکھ کر صدر صاحب کو پیش کیئے ان میں دو سندھ اور باقی پنجاب کے تھے۔ اس کے بعد ان علماء نے رشوت اور سود کے خاتمے کیلئے باقاعدہ قانون بنے پاس ہوئے اعلان بھی کیا گیا لیکن افسوس باقی آنے والی حکومتوں نے اپنے مخصوص مفادات کو سامنے رکھ کر سپریم کورٹ میں اپیل کر کے ان پر عمل درآمد رکوادیا۔ (۱۸)

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک: پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ سندھی میں ایک عام کہاوت ہے ”پڑوسی

تو ہے نبی ﷺ کا'' یہ کہاوت اپنے لفظوں کی حقیقت کے مطابق درست ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا سوئے اس طرح وہ شخص ہرگز ہرگز مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ رہے۔ آپؒ نے فرمایا سندھ کے وڈیرے اور زمیندار پڑوسیوں پر صوبیدار بن کر گاؤں کو ایک جیل کی طرح چلاتے ہیں۔ بُرا بھلا اور پٹائی پڑوسیوں کا مقدر ہوتی ہے اور طرح طرح کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ آپؒ کو جب معلوم ہوتا تو وڈیروں اور زمینداروں کو اپنے پاس بلا کر اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جو پڑوسیوں کے متعلق ہیں سناتے اور اُنہیں ہدایت دیتے کہ غریبوں اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرو آپ خود بھی اُن غریبوں یتیموں کی مالی مدد کرتے اور اپنے خلفاء کو بھی تلقین فرماتے چونکہ آپ نقشبندی سلسلہ کے روحانی پیشوا تھے اور اسی طریقے کی وجہ سے گانے بجانے کو سخت ناپسند کرتے۔

عفو و درگزر: ویسے تو عفو و درگزر کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن یہاں پر صرف ایک ہی مثال دی جائے گی۔ ایک دفع کچھ چور آپؒ کی روئی چوری کرتے وقت پکڑے گئے آپ نے منشی سے کہا ان سے جو روئی برآمد ہوئی اس کی چنائی کی (اُجرت ان کو دے دی جائے) کیونکہ ان بیچاروں نے رات کو اپنی نیند خراب کر کے چنائی کی ہے۔ عفو و درگزر کی ایسی مثال اور کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ (۱۹)

تبلیغ دین: قرآن پاک نے ربِ ذوالجلال کے جس پاک دین کو ملّتِ حنیفہ کہا ہے اس پاک دین کی تبلیغ اور ترویج کیلئے پوری زندگی وقف کرنے والوں میں سے پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ کا نام ہمیشہ سرِفہرست رہے گا۔ آپؒ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سانس لینا سب کا سب اللہ کے دین کیلئے تھا۔ آپؒ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر تقریباً ساٹھ ہزار غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپؒ کا دعوت تبلیغ دین کا عرصہ بھی تقریباً ساٹھ سالوں پر محیط ہے۔ ساٹھ سال میں تین نسلیں جوان ہو چکی ہیں اور اب یہ تعداد کلمہ پاک پڑھنے والوں کی لاکھوں میں ہے۔ آپؒ نے اسلام قبول کرنے والوں کی ہر طرح کی مالی، اخلاقی اور قانونی مدد کے ساتھ ساتھ تحفظ عزت نفس اور انکو معاشرے میں مقام دلانے کے لیئے بھرپور کوششیں کیں اور آپؒ نے غیر مسلموں کی مدد کرنے اور اس کے متعلق شرعی فتوٰی پر مبنی ایک کتاب ''بیداری کا بلاوا'' چھپوا کر منظر عام پر لائے اس فتوٰی پر پورے سندھ کے عالموں کے دستخط تھے۔ آپؒ کے حلقہ میں شامل ہونے والے ہندوؤں کے علاوہ عیسائی اور قادیانی بھی تھے۔

اشتہاروں اور جن بھی ذریعے سے تبلیغی واصلاحی مقصد ممکن ہوتا آپ ضرور کرتے ۔آپ کی دینی اصلاح کے اہم نقطے یہ تھے ۔اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا، نیکی اور بھلائی کے کام کرنا ،اور تمام غیر شرعی کاموں سے بچنا آپ ہر مسلمان کو نماز کی پابندی کا درس دیتے ۔آپ نے دینی واصلاحی کاموں کے لئے ایک تنظیم ''انجمن عباداللہ'' کے نام سے قائم کی جس کا مقصد نماز کی تبلیغ کرنا تھا۔اس تنظیم کے اراکین مسلمانوں کے گاؤں گاؤں میں جا کر لوگوں کو نماز کے فرض کا احساس دلاتے اور نو مسلموں کو نماز سکھاتے ، اس موقع پر آپؒ کی لکھی ہوئی کتاب ''دعوت اسلام'' مفت تقسیم کی جاتی تھی ۔آپؒ کی تقریر بھی اکثر نماز کی تلقین خوفِ خدا اور خوف آخرت کے موضوع پر تھی (۲۰)

زندگی اور معاشرہ پر اثر: یہ مشائخ ان لوگوں سے جوان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے ۔تمام گناہوں سے توبہ کراتے تھے ، اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی تابعداری کا عہد لیتے تھے ، بے حیائی اور بداخلاقی ظلم وزیادتی ،حقوق العباد کی پامالی سے بچنے کی تاکید فرماتے ، اچھے اخلاق اختیار کرنے ،اور اخلاق رذیلہ (حسد، کینہ، تکبر، حب مال، حب جاہ) کے ازالہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے، اللہ کی یاد یعنی نماز کی پابندی اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی اور خدمت اور لوگوں کو نفع پہنچانے اور ایثار وقناعت کی تعلیم دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کے عقیدت مند آج بھی پاکستان اور خصوصاً صوبہ سندھ میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں جو دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۔(۲۱)

تصنیفات: پیر ابراہیم جان سرہندیؒ کی کئی تصنیفات ہیں لیکن چند ایک کتابوں کے نام تحریر کیے جاتے ہیں ۔

(۱) حقوق القرآن (۲) دعوت اسلام (۳) شفاء الصدور (۴) مکتوباتِ خلیلی (۵) البرہان (۶) جگانے کی آواز (۷) انبیاء کرام کے علم غیب (۸) سندھ کا خوبصورت ستارہ (۹) مناجات روشن (۱۰) حقوق الوالدین (۱۱) وہابی فرقے کے عقائد (۱۲) عصمت انبیاء (۱۳) تصویروں کے متعلق فتویٰ (۱۴) تصویروں کی ممانت (۱۵) جواہر نفیسہ (۱۶) مردانہ بیماری کا علاج (۱۷) گلہائے عقیدت

(۱۸) اہم مسائل اور اُن کا جواب (۱۹) ایک گمنام گوہر (۲۰) خواتین کے پردے کے شرعی احکام۔ ان کے علاوہ کچھ کتابیں اشاعت کے لئے تیار تھیں مگر زندگی نے وفا نہیں کی۔ (۲۲)

جی۔ ایم۔ سید کی مخالفت: جی ایم سید سے آپ کے خاندان کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ کے نانا سائیں حضرت خواجہ حافظ محمد حسن جانؒ کے جی ایم سید مرید تھے اور سرہندی خاندان سے بڑی محبت اور عقیدت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی مسجد منزل گاہ تحریک میں سرہندی خانوادوں نے بڑی مدد کی تھی۔ اس کے باوجود جی ایم سید نے اپنے عقائد تبدیل کیے اور ''جس طرح میں نے دیکھا'' جیسی دل آزار کتاب لکھ کر صریحاً اسلام جیسے پاک مذہب کی بدترین توہین کی۔ اس وقت سندھ میں کسی نے بھی آواز نہیں اُٹھائی۔ حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ نے جی ایم سید کے عقائد کو رد کرنے کیلئے جی ایم سید سے ہر طرح کے تعلقات ختم کر کے اُن کی ضد میں ''سندھ سونہاری'' جیسی عظیم کتاب لکھ کر کفر الجہاد کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا بلا مبالغہ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بے نظیر کتاب تھی۔ اس کتاب کی ضرورت سے زیادہ پزیرائی ہوئی اسے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا۔

پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے جمیعت علماءِ اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کی اہم ملاقات اور اتحاد بین المسلمین پر غور:

سنہ ۲۰۰۰ء میں **جمیعت** علماء اسلام کے سربراہ جناب مولانا فضل الرحمٰن کی پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے اہم ملاقات پیر صاحب کے آستانہ پر ہوئی جس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے درخواست کی میرے یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ میں آپ کی زیارت کر سکوں دوسری میری آرزو یہ ہے کہ ہم ''دیوبندی اور بریلوی'' ایک ہو جائیں اور آپس میں جو تھوڑے بہت اختلافات ہیں ان کو ختم کریں اور دونوں گروپوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو آپؒ کی سربراہی میں کام کرے۔ اس کے جواب میں پیر صاحب نے فرمایا ہماری بھی یہ خواہش ہے۔ آپ کی بہت اچھی تجویز ہے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب باقائدہ اجازت لیکر پیر صاحب سے ملاقات طے کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ اور بڑے ادب کے ساتھ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے ملے اُن کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ میں اور میرا خاندان آپؒ کے خانوادوں کے مرید

ہیں اور آپ کے خاندان کا احترام ہم دل سے کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے مرید ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہم درگاہ موسیٰ زئی شریف کے مرید ہیں۔ جن کا سلسلہ بھی حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے ملاقات کے دوران ایک اہم بات بتائی کہ میرے والد محترم مفتی محمود صاحب کو رونا نہیں آتا تھا لیکن دو جگہوں پر بہت روئے ایک کسی خاندانی المیہ پر اور دوسرا مدرسہ دیوبند کے صد سالہ جشن کے موقع پر جب ہم دیوبند گئے اور پھر ہم سرہند شریف حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کے مزار مبارک پر گئے وہاں پر میرے والد مفتی محمود صاحب نے مراقبہ کیا میں نے وہاں ان کو زار و قطار روتے دیکھا تقریباً پندرہ دن تک سرہند شریف رہے اور مفتی صاحب کو حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند اور سجادہ نشین امام محمد معصومؒ کے مزار مبارک پر کافی اثر ہوا۔ مولانا صاحب ملاقات کے دوران حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ کے ہاتھ پاؤں اور ٹانگیں دباتے رہے۔ ملاقات بڑے اچھے ماحول میں ہوئی تمام مہمانوں کی خاطر تواضع فروٹ، مٹھائی اور مشروبات سے کی گئی۔ (۲۳)

ایک ظالم زمیندار وڈیرے کو ظلم سے باز رکھنے کیلئے قرآن وحدیث کے حوالے سے ایک خط تحریر فرمایا:

حضرت پیر ابراہیم جان سرہندیؒ نے گلزارِ خلیل سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر گاؤں کے ظالم وڈیرے کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں ظالم وڈیرے کو اپنے کسان ہاریوں سے ظلم سے باز رکھنے کیلئے قرآن و حدیث کے حوالے سے تفصیل سے لکھا اور ذاتی حیثیت میں بھی پیر صاحب نے اپیل کی کہ ان مظلوم کسانوں سے اچھا برتاؤ کریں۔ جب ظالم وڈیرے کو خط ملا تو وہ اس وقت اپنی زمین کے بہنے والے پانی کے نالے کے کنارے کچھ خاص لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا خط پڑھتے ہی سخت غصے میں لال پیلا ہو گیا خط کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پانی کے نالے میں پھینک دیا اور کسانوں کو کہا کہ آپ لوگ گاؤں چلیں میں تم لوگوں کا اچھی طرح خیال رکھوں گا اس کے بعد کسان ہاریوں پر اور زیادہ سختی شروع کر دی۔ چند دن بعد اس ظالم وڈیرے کا جوان بیٹا اسی پانی کے نالے کے کنارے جیپ چلاتا ہوا اسی جگہ جس جگہ اس کے ظالم والد نے پیر صاحب کا خط پھاڑ کر پھینکا تھا جیپ کے ساتھ نالے میں گر کر ہلاک ہو گیا جب اُس کے ظالم باپ کو اطلاع ملی تو وہ ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آیا اور اپنے بیٹے کی لاش کو تلاش کرنے لگا۔ اس پر کچھ کسان ہاریوں نے کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر پیر ابراہیم جان سرہندی کا خط اس وڈیرے نے پھاڑ کر پھینکا تھا اس پر کسانوں نے توبہ کی اور کہا کہ درحقیقت یہ افسوس ناک واقعہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ناراضگی تھی حضرت پیر صاحبؒ کے خط کے جواب میں اس نے جو عمل کیا تھا اس کا ردِ عمل تھا اور پھر اُن کے ردِ عمل کے بعد جو ناگہانی حادثہ پیش آیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ردِ عمل تھا۔ (۲۴)

زندگی مبارک کے آخری دن: آپؒ کے عمر مبارک کے آخری تین سال سخت ضعیفی اور تکلیف میں گذرے۔ آخری حج مبارک کے فرائض بھی وہیل چیئر (Wheel Chair) پر ادا کیئے۔ اتنے تکلیف دہ حالات میں آپؒ نماز پابندی سے ادا کرتے اور اپنے خدمت گاروں کو بھی نماز کی تلقین کرتے۔ آپ خلق خدا سے ملنے اور انکی حاجت روائی کو بھی عبادت کے درجے میں شمار کرتے تھے۔ آپ اس حالت میں بھی لوگوں سے ملتے اُن کو ضرورت کے مطابق تعویز اور طبی نسخے بھی دیتے۔ آپ بیماری کی حالت میں بھی مذہبی پروگراموں میں شامل ہوتے۔ آپ عید میلاد النبی ﷺ اور حضرت مجددؒ الف ثانی کے یوم بڑے مذہبی عقیدت واحترام سے مناتے تھے۔

حقوق والدین: آپؒ نے بیماری کی حالت میں بھی والدین کے حقوق پر ایک کتاب لکھی جس کی ہر جگہ بہت پزیرائی ہوئی۔ آپؒ کی یہ آخری تصنیف تھی۔

مسجدوں کی تعمیر: آپؒ دینی مدرسے مسجدیں اور دیگر فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپؒ نے اپنے آبائی گاؤں گلزار خلیل میں ایک مدرسہ اور ایک جامع مسجد کی تعمیر شروع کروائی جو آپ کے چھوٹے بھائی حاجی عبد المجید جانؒ نے مسجد کی تعمیر مکمل کر کے آپ کی تمنا کو پورا کیا آج اس مسجد اور مدرسہ سے ہزاروں طلباء وطالبات دینی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور اس میں دن بدن طلباء و طالبات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ طلباء واساتذہ کی رہائش وطعام کا بھی انتظام ہے۔ جس طرح کمزوری اور بیماری میں اضافہ ہوتا گیا اسی طرح مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی جو آپ کا آخری دیدار کرنے کیلیئے بے تاب تھے لوگوں کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اُن کے سر سے شفقت کا سایہ اور علم وفضل اور رشد وتلقین کا یہ سورج اَب غروب ہونے والا ہے۔ یہ کرب انگیز احساس ہر ایک کی آنکھوں سے دن بادل بارش برس رہا تھا اور جو آنکھیں ضبط وتحمل سے خاموش تھیں ان کے دل اس ممکنہ دوری کے صدمے سے تڑپ رہے تھے۔ (۲۵)

کرامات: آپؒ کی کرامات کی تعداد کسی کو بھی معلوم نہیں لیکن آپؒ کی زبان سے ہر نکلی ہوئی بات کرامت تھی۔ ایک آدمی نے عرض کی حضرت مجھے سروس کہاں ملے گی آپ نے فرمایا تمہارے لئے ASF کی نوکری اچھی ہے

تمہیں ASF میں سروس کا لیٹر بہت جلد ملے گا۔ اللہ کے ولی کی زبان سے نکلا ہوا لفظ پورا ہوا اس شخص کا لیٹر ASF کا آ گیا حالانکہ کے اس نے کامرس میں تعلیم حاصل کی تھی اور اُسے بینک میں سروس ملنی چاہیے تھی مگر پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلا اُس شخص کے لئے اللہ کی رحمت بنا۔ اس شخص نے ۱۲ کورس کئے، چھتیس ملکوں کی سرکاری سیر کی اور پاکستان میں اہم جگہوں کی سیر کی بہت فائدہ اور ترقی ہوئی اور زندگی بہت اچھے طریقے سے گذر رہی ہے۔ (۲۶)

سول ہسپتال کراچی میں منتقلی: آپؒ کی بیماری اس قدر بڑھ گئی کہ 19 ربیع الاوّل کو اعلاج کیلئے سول ہسپتال کراچی میں لایا گیا۔ سول ہسپتال کراچی کے ڈاکٹروں نے زندگی بچانے کیلئے دن رات ایک کر دیا مگر بیماری میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

وصال مبارک: تقریباً ۸۹ سال کی عمر میں ''ناراویلی'' کا یہ ستارہ دن کو سورج کی طرح اور رات کو ستارے کی مانند اپنے علم وعرفان کی شمع جلائے گمراہوں کو سیدی راہ دکھانے والے، مسکینوں کو سکون دینے والے، مسافروں کو منزل مقصود پر پہنچانے والے، یتیموں کی مدد کرنے والے، بیواؤں کو مکان مہیا کرنے والے، مظلوموں اور کمزوروں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے والے ۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ جون ۲۰۰۲ء کو سول ہسپتال کراچی میں دن دو بجے اس دنیا فانی سے رخصت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

دو خوش نصیب: (۱) ڈاؤ میڈیکل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر الٰہی بخش سومرو جنہوں نے آخری وقت حضرت کے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور دُعائیں حاصل کیں۔ (۲) دوسرے سندھ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر حاجی محمد انصار صاحب جنہوں نے حج کے آخری سفر میں آپؒ کے رفیق خاص کی حیثیت سے خدمات انجام دیں ان دو شخصیات کو آپؒ نے اپنی خاص دُعاؤں سے نوازہ (۲۷)

آپؒ کے وصال مبارک کی اطلاع: آپ کے وصال کی اطلاع جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ایک طرف تو آپؒ کا روح تفسیر کے مطابق بڑی شان کے ساتھ فرشتوں کے جلوس میں بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہونے کیلئے روانہ ہوا تو دوسری طرف ایک عظیم ہستی کے چلے جانے سے لاکھوں زندہ روح بغیر موت کے مار دیئے گئے۔ کراچی سے لیکر تھر کے علاقے تک سوگ کی فضا چھا گئی ہر آدمی مرد، عورت، بچہ گریہ زاری کرتے ہوئے گھروں

سے نکل رہے تھے کلمہ توحید کا ورد کرتے ہوئے قافلوں کی صورت میں گلزار خلیل کی طرف جا رہے تھے۔ رات کے آٹھ بجے آپؒ کا جسدِ خاکی کراچی سے گاؤں گلزارِ خلیل پہنچا۔

تجہیز و تکفین: ٹھیک رات دس بجے قبلہؒ کی وصیت کے مطابق ایک بزرگ استاد مولانا حاجی عبدالرحیم شاہانی صاحب نے اپنے ہاتھ سے غسل کے فرائض انجام دیئے۔ حاجی صاحب کی نگرانی میں حسب قائدہ سنتِ نبویہ کے مطابق غسل دیا گیا۔ چہرہ مبارک درخشاں تھا اور ہرگز یہ تمیز نہیں ہوسکتی تھی کہ آپ کا وصال ہوگیا ہے۔ رخسار مبارک بالکل صاف و ہموار معلوم ہوتے تھے اور روئے مبارک مثل گلاب کے تر و تازہ تھا۔ بعد فراغت غسل کے لاشہ اطہر کفنایا گیا۔ اُس وقت حاضرین پر ایک عجیب کیفیت تھی۔ جنازہ کو اندر لیجا کر رکھا گیا اور زائرین کو دیدار عام کرایا گیا۔ سوگواروں کیلئے وہ رات شروع ہوئی جس کو شاعری کی اصطلاع میں شبِ ہجراں کہا جاتا ہے۔

نمازِ جنازہ و تدفین: حیاتِ ابدی حاصل کرنے والے قبلہؒ کے آخری رسم میں شریک ہونے کیلئے پوری رات اور دوسرے دن دس بجے تک قافلے آتے رہے۔ اس وقت گلزار خلیل کے راستے گلیاں اور میدان بھر چکے تھے ہر طرف لوگوں کا سمندر ہی سمندر نظر آرہا تھا لوگ غم سے نڈھال ایک دوسرے سے گلے لگ کر رو رہے تھے نماز جنازہ کا وقت دن دس بجے تھا عقیدت مندوں کو دوسری مرتبہ دیدار کرایا گیا۔ ٹھیک صبح دس بجے نماز جنازہ کیلئے جماعت کھڑی ہوگئی صفوں کو ترتیب دیا گیا کُل ۷۶ صفیں بنیں ہر صف میں تقریباً تین سو آدمی تھے نماز جنازہ کی امامت وصیت کے مطابق مولانا حاجی عبدالرحیم شاہانی نے ادا کی۔ آپؒ کے جسدِ خاکی کو تدفین کیلئے آپؒ کے آبائی قبرستان درگاہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن مجددؒ دی سرہندی (مقبرہ شریف) جو کہ ٹنڈو سائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر اور حیدرآباد کے جنوب میں ۱۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیجایا گیا۔ یہاں پر بھی آپؒ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور دوسری مرتبہ آپؒ کی نماز جنازہ کی امامت صاحبزادہ آغا عبدالوحید جان سرہندی نے ادا کی نماز جنازہ کے بعد جسدِ خاکی کو اُنکی ابدی آرامگاہ کی طرف لے جایا گیا سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔ اس طرح علم و عرفان کا یہ روشن سورج خلق خدا کی ظاہری نظر سے اوجھل ہوگیا۔

اخلافِ کرام: آپؒ نے دو عقد مسنونہ کیئے۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے ہاں چار بیٹیاں اور چھ فرزند عطا کیئے۔ صاحبزادوں کی ترتیب اس طرح ہے۔ (۱) عطاءاللہ جان (۲) محمد یعقوب جان (۳) محمد ایوب جان

(۴) ثناءاللہ جان (۵) محمد موسیٰ جان (۶) ولی اللہ جان۔

سجادہ نشین: آپؒ کے وصال کے بعد سب بھائیوں اور خلفاء نے متفقہ طور پر صاحبزادہ محمد ایوب جان کو سجادہ نشین مقرر کیا جواب تک بڑے اچھے طریقے سے سجادگی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ پیر ایوب جان سرہندی قبلہؒ کے منشور حیات پر عمل کر رہے ہیں خانقاہ، مدرسے، مذہبی امور دینی انجمنیں، دینی واصلاحی خدمات، خدمت خلق، ملی خدمات، تبلیغی مشن اور نشر واشاعت کے شعبے اسی طرح اسی جذبے کے ساتھ چل رہے ہیں۔ جسطرح قبلہؒ کی حیات مبارکہ میں چلا کرتے تھے۔ (۲۸)

حضرت قبلہؒ کے خلفاء ومریدین: حضرت قبلہؒ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حلقے کو اسقدر وسیع کر دیا کہ صوبہ سندھ کے وسیع علاقے میں آپکے عقیدت مند ومریدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز تھی مگر ان میں سے ممتاز اصحاب کے ناموں کو مرتب د محفوظ نہیں کیا گیا۔ یہاں صرف چند خلفاء کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

۱) صوفی محمد شفیق صاحب فیصل آباد پنجاب

۲) صوفی محمد صدیق ''لوھارؒ'' کنری سندھ

۳) صوفی عبدالحکیم خاصخیلیؒ۔ننگر پارکر سندھ

۴) صوفی فقیر محمد صدیق چانڈیو ننگر پارکر

۵) صوفی فقیر محمد عمر پنہورؒ عمر کوٹ سندھ

۶) صوفی بشیر احمد صاحب آرائیں، کوٹ غلام محمد

۷) صوفی عبدالحمید صاحب چنہ، سامارو سندھ

۸) صوفی عبدالسلام صاحب شاھانیؒ دادو سندھ (۲۹)

حوالہ جات

۱۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان'' گجرات، شریف پرنٹنگ ،۱۹۷۰ء ص ۳۵۰

۲۔ ثناءاللہ ثنا، سرہندی، ''یادِ خلیل'' حیدر آباد، این کے پرنٹنگ،۲۰۰۳ء ص ۱۷-۲۱

۳۔ محمد اقبال نعیمی، علامہ، ''تذکرۂ اولیاء سندھ''، کراچی، احمد پرنٹر، ۱۹۸۷ء ص۔۱۱۰

۴۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر، ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' حیدر آباد، رکن اسلام پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء ، ص ۱۲۔۱۱۱، ج ۲

۵۔ محمد اقبال نعیمی، علامہ، ''تذکرۂ اولیاء سندھ'' محولہ بالا ، ص ۔۱۱۱

۶۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر، ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' محولہ بالا ، ص۔ ۵۹۸ ، ج ۔۱

۷۔ محمد اقبال نعیمی، علامہ ''تذکرۂ اولیاء سندھ'' محولہ بالا ، ص ۔۱۸۰ ۔۱۸۱۔

۸۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر، ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' محولہ بالا ، ص۔۶۰۴ ، ج ۔۱

۹۔ ثناءاللہ ثناء، سرہندی، ''یادِ خلیل'' محولہ بالا ، ص ۔۱۳۔۱۶

۱۰۔ ایضاً ص۔ ۳۸۔۴۰

۱۱۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان'' محولہ بالا ، ص ۔۳۵۶

۱۲۔ محمد رمضان علی، حکیم، ''تاریخ وہابیہ'' مطبوعہ لائل پور ۱۹۷۶ء، ص۔۲۲۴

۱۳۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان'' محولہ بالا ، ص ۔۳۵۷

۱۴۔ روزنامہ، ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء

۱۵۔ محمد صادق قصوری، ''اکابر تحریک پاکستان'' محولہ بالا ، ص ۔۳۵۸

۱۶۔ ثناءاللہ ثنا، سرہندی، ''یادِ خلیل'' محولہ بالا ، ص ۔۵۲ ۔۵۴

۱۷۔ ایضاً ص ۔۸۶ ۔۹۱

۱۸۔ ایضاً ص ۔۴۴ ۔۴۶

۱۹۔ ایضاً ص ۔۸۰ ۔۸۳

۲۰۔ ایضاً ص ۔۶۵ ۔۶۹

۲۱۔ ابوالحسن علی ندوی، سید، مولانا، ''تزکیہ واحسان'' کراچی، شکیل پرنٹنگ، ص۹۶۔۹۷

۲۲۔ ثناءاللہ ثنا، سرہندی، ''یادِ خلیل'' محولہ بالا، ص۶۴۔۶۵

۲۳۔ ایضاً، ص۔۲۶۔۲۸

۲۴۔ ایضاً ص۔۸۵

۲۵۔ ایضاً ص۔۱۱۱۔۱۱۶

۲۶۔ نثار احمد جان سرہندی پروفیسر، ''الاصلاح''، حیدرآباد، نفیس پرنٹنگ، ۲۰۰۳ء ص،۔۱۳۱

۲۷۔ ثناءاللہ ثناء، سرہندی، ''یادِ خلیل'' محولہ بالا ص۔۱۱۱۔۱۱۶

۲۸۔ ایضاً، ص۔۱۱۸۔۱۲۱

۲۹۔ نثار احمد جان سرہندی، پروفیسر، ''الاصلاح'' محولہ بالا، ۴۵۔۴۶

اختتامیہ

میں نے اپنے اس مقالہ میں ان صوفیائے کرام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ جنہوں نے پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ متعارف کرایا اور ان صوفیائے کرام کی بدولت انکی تعلیم و تبلیغ اور ان کے اخلاق و کردار کے بدولت لاکھوں مسلمانوں نے اکتساب علم کیا اور معاشرے کی اصلاح ہوئی خاص طور پر اسلام کی جو کرنیں پھیلی ہیں وہ کسی فاتح جرنیل کا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنے والے ان ہی بوریہ نشین صوفیہ کا صدقہ ہے۔ بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے صوفیائے کرام کا اس میں بہت بڑا کردار ہے۔ میں نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے جن اہم صوفیہ کا تحقیقی جائزہ لیا ہے ان میں پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ پیر نظیر احمدؒ (المعروف بہ سرکار موہڑوی)، حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ، حضرت شاہؒ (المعروف زندہ پیر) اور حضرت پیر محمد ابراہیم جان مجددیؒ ان سلاسل تصوف میں نقشبندہ مجددیہ کو ایک امتیازی منفرد اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ درحقیقت وہ تصوف کے حوالے سے ان تمام رسومات، نظریات اور مباحثہ کو یکسر مسترد کرتے ہیں جس میں کسی اصول دین سے انحراف کا کوئی شائبہ تک بھی ہو بالفاظ دیگر وہ ایسی طریقت قطعاً تسلیم نہیں کرتے اور نہ خود اختیار کرتے ہیں، جو شریعت کے عین مطابق نہ ہو اسلام میں اصطلاح (Term) میں طریقت کوئی ایسا نظریہ یا عمل نہیں ہے جو خدا نخواستہ ہمارے دین کے اصولوں سے انحراف کرے گو عام طور پر یہ بات سمجھی جاتی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح کے تصوف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، لمبی بحث سے قطع نظر اسلامی تصوف اصولی طور پر دنیا کے دیگر مذاہب و اقوام، میں رائج سریت (Mysticism) ہرگز نہیں، اسلامی دنیا اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں جو تصوف کے سلسلے جاری ہیں ان سب کی جڑ بنیاد کتاب و سنت و اصول دین کی پیروی ہیں۔ البتہ ہمارے بعض سلسلہ ہائے تصوف میں کچھ عناصر و عوامل ایسے داخل ہو گئے ہیں۔ جو غیر اسلامی غیر شرعی ہیں۔ یہاں ان سلاسل پر کوئی تبصرہ (محاکمہ) یا اعتراضات مقصود نہیں، ہمارا موضوع سلسلہ تصوف نقشبندیہ مجددیہ پاکستان کے نامور صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمات کا تاریخی و تحقیقی جائزہ لیا ہے جو کہ ۱۸۴۱ء سے ۲۰۰۰ء تک ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور سے ۲۱ صدی عیسوی تک اہل تصوف کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے بعض سلسلہ تصوف کے تاریخ و تذکرے میں صرف نام رہ گیا ہے۔ اور اس کے پیروکار تقریباً ناپید ہیں۔ میں نے اپنے اس مقالہ میں فعال ترین

اور منفرد سلسلہ تصوف نقش بندیہ مجددیہ کا خصوصی تذکرہ جائزہ لینے کا مقصود تھا کہ عوام الناس اور بعض محققین کی نظر میں اس سلسلہ تصوف کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کا ازالہ ہو سکے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اصل روح اصول وضوابط تعمیر وتشکیل اور اس کے پایہ دار مثبت اور بامقصد اثرات سے لوگ واقفیت حاصل کرسکیں کہ کس طرح ان حضرات کی دینی واصلاحی خدمات سے اسلامی جموریہ پاکستان کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی۔ اس لئے تو مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (1)

اور میری تحقیق بھی ان ہی بوریہ نشین صوفیاء کی ہے جن کی ایک نگاہ سے لاکھوں کی تقدیریں بدل گئیں، حقیقت میں پاکستان میں صوفیائے کرام کا آغاز پانچویں صدی ہجری میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے ذریعہ ہوا، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں حضرت سید عبدالقادر جلانیؒ کی اولاد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور ان کے خلفاء حضرت سید عثمان قلندر شہباز اور حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کے ذریعہ اسلام کو فروغ حاصل ہوا ان کی تبلیغ سے بے شمار لوگ مسلمان ہوئے میں نے پاکستان میں صوفیائے کرام نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ان کا جائزہ لیا ہے ان بزرگوں کی کوششوں سے ہی پنجابی، سندھی، سرائیکی اور پشتو زبانوں میں اعلیٰ ادب پیدا ہوا۔ ان صوفیائے کرام نے پاکستان کے لوگوں کو دین اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ ان کی دینی اور روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے فلاح وبہبود کے کام بھی کئے مسلمانوں کے اخلاق حمیدہ کی تعلیم وتربیت ان ہی بزرگان دین کے ذریعہ سے ہوئی۔ سہروردیہ سلسلہ کا مرکز ملتان تھا لیکن اس کا فیض سندھ، پنجاب، ہندوستان، بلوچستان بلکہ افغانستان تک پہنچ گیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے مراکز اجمیر، پاک پتن اور دہلی تھے جہاں سے یہ سلسلہ پھیلا، سلسلہ قادریہ کا مرکز اوچ شریف تھا لیکن اس سلسلے کے بزرگ پنجاب، سندھ اور دوسرے علاقوں میں پھیل گئے، نویں صدی ہجری میں نقشبندی سلسلے کی ابتداء پہلے لاہور اور پھر سرہند شریف لیکن جلد ہی اس سلسلے کے بزرگ ہر علاقے میں پھیل گئے بلکہ یہ سلسلہ عرب ممالک تک پھیل گیا۔ اب پوری دنیا میں اس سلسلہ کے بزرگ موجود ہیں جو لوگوں کی دینی واصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں ان صوفیائے کرام کے ذریعہ جس قدر اشاعت اسلام ہوئی۔ وہ مسلمان امراہ اور حکمرانوں سے نہ ہوسکی۔

صوفیائے کرام نے جبر سے کام نہیں لیا بلکہ رواداری اور وسعت نظر سے کام لیتے رہے۔(۲) یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے۔کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور شرک و بدعت کی بیخ کنی میں جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔وہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، مرزا مظہر جان جاناں شہید، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ احمد سعید، شاہ ابوالخیر دہلوی، حضرت مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی، میاں شیر محمد شر قپوری، امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری، جواجہ غلام محی الدین قصوری، پیر سید محمد لطف شاہ جہلمی، پیر سید امیر حسین شاہ جہلمی، مولانا محمد فاضل فیض پوری، (میر پور آزاد کشمیر) خواجہ محمد قاسم موہڑوی، پیر نظیر احمد موہڑوی سرکاری، مفتی محمد عبداللہ نعیمی کرچی۔ پیر حضرت شاہ المعروف زندہ پیر گھمکولوی کوہاٹ، پیر محمد ابراہیم جان مجددی اور سائیں توکل شاہ انبالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم ان بزرگوں کی خدمات جلیلہ سے کون واقف نہیں۔یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے کفر وشرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں نور اسلام کی شمع فروزاں کی اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں گم گشتگان کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔(۳) بزرگان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے بزرگان دین کے تعلیمات کا ماخذ قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مناسب موقعوں پر قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، انہوں نے شریعت کی پابندی پر زور دیا ہے۔بتایا ہے کہ شریعت کی پابندی ہی سے طالب، طریقت کے راہ پر گامزن ہوسکتا ہے، ان بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے اور آپکی پیروی کرنے کا درس دیا ہے، ان بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی ہدایت کی ہے، انہوں نے حسن اخلاق، سخاوت اور حلال رزق حاصل کرنے کی تلقین کی ہے، ان بزرگوں نے ذکر کی تلقین کی ہے اور ذکر جہر کی بھی تلقین کی ہے۔لیکن زیادہ تر بزرگوں نے ذکر خفی کی بھی تلقین کی ہے حضرت خواجہ نقشبند نے ذکر خفی ہی کو رائج کیا اور اب اس سلسلہ میں ذکر خفی ہی کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں بزرگوں نے اپنے مریدوں کی تربیت کی ہے اور انکے حال کے مطابق ان کو سلوک کی منازل طے کرواتے ہیں انہوں نے پیر کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے مرید کے حال پر نظر رکھے اور ان کی تربیت کرے، ان بزرگوں نے لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے سلسلہ میں بڑی جدوجہد کی اور اپنے اخلاق حسنہ سے لوگوں کو

متاثر کیا، اس سلسلہ کے بزرگ سماع کو پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ سماع کے کے مخالف رہے ہے، اس سلسلہ کے بزرگ سلاطین سے ملنے سے گریز کرتے تھے، محمود غزنوی نے حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کو ملاقات کیلئے اپنے ہاں بلایا۔ لیکن آپ نہیں گئے آخر سلطان خود آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے ان کی خدمت میں گئے، تیمور نے خواجہ میر کلال کو بلایا لیکن حضرت خواجہ صاحب خود نہیں گئے، اور اپنے صاحبزادہ کو بھیجا اور اس کو تاکید کی کہ تیمور کا انعام و کرام قبول نہ کریں، البتہ حضرت خواجہ نقشبند حالات کا تقاضا محسوس کر کے ہرات کے سلطان کے بلانے پر ان سے ملنے گئے، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سلطان نے آپ سے طریقت اور راہ سلوک کے متعلق سوالات کئے اور آپ نے وضاحت سے ان سوالات کا جواب دے کر اپنے طریقہ کی تعلیم کو بڑے موثر انداز میں بیان کیا حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے اس سلسلہ کی بنیاد گیارہ اصولوں پر رکھی ہے، جو مختصر طور پر مقالہ ھذا کے اول باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ (۴) صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ کے اہم نکات، اسلام کی جو پاکیزہ تعلیمات کتابوں میں درج ہیں اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، ان صوفیائے کرام نے اپنی خانقاہوں میں ان پر عمل کر کے دکھایا، صوفیائے نے ہر دور میں اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو برقرار رکھا، ان صوفیائے کرام نے تبلیغ دین کی اور بادشاہوں کے سامنے علی الاعلان کلمہ حق کہا، صوفیائے کرام نے اپنے عمل کے ذریعہ غیر مسلمانوں کو مسلمان بنایا، بعض علماء نے مسلمانوں میں گروہ بندی کی جبکہ صوفیائے کرام نے ان میں شیرازہ بندی کی۔ (۵) پیر سید جماعت علی شاہؒ فرمایا کرتے تھے، کہ ولی اللہ بننے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنا پڑتی ہے۔ اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خالصتاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہونا پڑتا ہے ولی ہونا آسان نہیں یہ بوریہ نشین دنیا کی نعمت کو ٹھکرا دیتے ہیں یہ ایسے فقیر ہوتے ہیں جن کی خانقاہوں میں بادشاہ وقت برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں، اسی لئے رب تعالیٰ ان کی دعاؤں سے حاجت مندوں کی جھولیاں مرادوں سے بھر دیتا ہے، یہ اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے، ان کے ہاتھ ہمیشہ دوسروں کی حاجت روائی کے لئے اٹھتے ہیں اور صبر جیسی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے بھی صبر اور شکر کرنے والا بنائے آمین (۶) اس لئے شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (۷)

امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ نے ایک صدی سے زیادہ عمر تک دین کی خدمت کی

آپؒ کی مذہبی، تبلیغی، ملی، اصلاحی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ردّ قادیانیت میں آپکے کارنامے روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں اور آپ کی ان خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جو تاریخ کا ایک باب بن چکا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت آپکی پیشنگوئی کے مطابق ہوئی۔ آپ نے پچاس سے زیادہ حج کیے سینکڑوں مسجدیں بنوائیں، مدرسے بنوائے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر علی گڑھ یونیورسٹی اور دیگر اداروں کو لاکھوں کے حساب سے مالی امداد کی، سیاسی اور مذہبی تحریکوں مثلاً تحریک خلافت، فتنہ ارتداد، شدی تحریک، تحریک شہید گنج، ساردا ایکٹ تحریک مجلس اتحاد ملت اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شہید گنج کی تحریک میں آپکو امیر ملت منتخب کیا گیا۔ آپ آل انڈیا سنی کانفرنس کے سرپرست تھے۔ ۱۹۴۷ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس آپ کی صدارت میں ہوئی جس میں آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور برصغیر کے چپہ چپہ کے دورے کئے اور جلسوں سے خطاب فرمایا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا اور آپ کے تمام خاندان نے بھی تحریک میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، حضرت پیر صاحب مانکی شریفؒ اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی سرکارؒ نے بھی آپ کے ساتھ مل کر قادیانیوں کی سرکوبی میں حصہ لیا۔ قائداعظم، علامہ اقبال، چوہدری غلام عباس، نواب بہادر یار جنگ، نواب وقار الملک، میر عثمان علی خان والئی حیدرآباد دکن، نادر شاہ والئی کابل اور دیگر سینکڑوں اکابرین ملت آپ کے دیدہ ودل فرش راہ کرتے تھے اور آپ سے عقیدت رکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورے طلب کرتے تھے۔ (۸) ان نامور صوفیائے کرام نے شریعت کی سختی سے پابندی کی اور لوگوں کو شریعت کا پابند بنانے کے لئے سخت جدوجہد کی، یہ بزرگ خود بھی دینی تعلیم کے ماہر تھے اور لوگوں کو بھی دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ان کی خانقاہوں میں بھی دینی تعلیم کا انتظام تھا۔ وہ خود بھی لوگوں کو روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم دیتے تھے انہوں نے جب بھی خلاف شریعت عمل دیکھا تو اُس کو ختم کرنے کے لئے عملی جہاد کیا اس طرح لوگوں کی اصلاح ہوئی وہ اپنی روحانی اصلاح پر توجہ دینے کے ساتھ لوگوں کی روحانی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کے لئے بھی جدوجہد کرتے رہتے تھے۔ وہ حجروں میں بیٹھ کر ذکر کی تلقین کرنے کے ساتھ معاشرے اور حکومت کی کارگزاریوں کا جائزہ لیتے رہتے تھے اس سلسلہ میں انہوں نے حکمرانوں اور امیروں کے ساتھ تعلقات پیدا کئے اور ان سے دین کی خدمت اور معاشرہ کی اصلاح کا کام لیا، انہوں نے حکمرنوں کو ان کے سامنے بڑی جرأت کے

ساتھ حق بات برملا کہنے میں کوئی تأمل نہ برتا اور ان کی خلافِ شریعت باتوں کی مذمت کی، انہوں نے عام لوگوں کے ساتھ محبت کرنے کا عملی درس دیا اور ہر وقت خدمت خلق کے لئے کوشاں رہے۔ ان بزرگوں نے تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کے دینی اور دنیوی اصلاح کے سلسلہ میں اہم خدمات انجام دیں ان بزرگوں نے سمجھایا کہ صرف زبان سے کلمہ شہادت پڑھنا کافی نہیں ہے بلکہ دین کی تمام ضروریات کو سچا ماننے اور کفر اور کفار کے ساتھ بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے محبت اور آپکی پیروی کرنے کی تلقین کی ہے اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے، انہوں نے واضح کیا ہے کہ شریعت اور طریقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول ہے طریقت اور شریعت ایک دوسرے کے عین ہیں ان کے درمیان بال برابر بھی فرق نہیں، اگر فرق ہے تو صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے، ان بزرگوں نے نظریہ وحدت الوجود کے مقابلہ میں نظریہ وحدت الشہود پیش کیا، مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت ان بزرگوں کے تعلیمات، کردار اور عملی سرگرمیوں سے ظاہر ہے (۹) جن کی تفصیل مقالہ کے اندر موجود ہے، اس لئے شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی　　　یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (۱۰)

سیاسی سطح پر خاص طور پر دوقومی نظریئے کی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نقشبندی مجددی اور بطل حریت مولانا عبدالستار خان نیازی نقشبندی مجددی نے بھرپور اشاعت کی اور پاکستان کے لئے راہ ہموار کی ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف پاکستان کی تحریک بلکہ پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھی ان حضرات کا اہم کردار رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام احمد رضا بریلوی اور حضرت محمد لطف شاہ نقشبندی مجددیؒ کے فیض یافتہ حضرات نے شانہ بشانہ مل کر پاکستان کے لئے سخت جدوجہد کی اور بالاخر پاکستان وجود میں آ گیا۔ آزادی کی تحریکوں میں عالمی سطح پر نقشبندی مجددی حضرات نے بہت ہی فعال کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں (۱۱)۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے پھر محبت کرنے والے محبت کرتے ہیں ان کی شان میں منقبتیں لکھتے ہیں ان کی سوانح مرتب کرتے ہیں، ان کے ملفوظات جمع کرتے ہیں ان کی کرامات قلم بند کرتے

ہیں۔ان کی باتیں زمانے والوں اور آگے آنے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ سوانح، ملفوظات ومعمولات ایک زندہ حقیقت بن جاتے ہیں جو پڑھنے والوں کی اصلاح کرتے ہیں ان کو بناتے اور سنوارتے ہیں اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، چراغ سے چراغ جلتے رہتے ہیں قرآن کریم میں تحدیث نعمت کا حکم ہے، احسانات اور نعمتوں کو یاد کرنے اور بیان کرنے کی بار بار تاکید ہے۔ (۱۲) عہد برطانیہ میں شمالی پنجاب، کشمیر اور یاغستان کے دوسو مربع میل کے علاقہ پر پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار نقشبندی مجددیؒ نے پانچ سال تک بادشاہت کی اور اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اس پر انگریز سامراج کی حمایت پر سوات کے حکمران نے پیر نظیر احمد کی فوج سے جنگ بھی کی مگر اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا پیر نظیر احمدؒ پانچ سال بعد اپنے والد پیر خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار کے کہنے پر بادشاہی کو چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور آخر تک دین کی خدمت اور لوگوں کی اصلاح کی اور آزادی کی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ صوبہ سرحد میں پیر حضرت شاہ المعروف زندہ پیر گھمکولوی نے بھی دینی، اصلاحی اور روحانی خدمات انجام دیں۔آپ آخر تک گھمکول شریف سے باہر نہیں گئے ماسوائے حج مبارک کے آپ نے ایک جگہ بیٹھ کر لوگوں کی اصلاح فرمائی آپ کی پاکستان کے لیے بہت خدمات ہیں آپ جیسی نیک و پاک باز ہستیوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے پاکستان جیسی نعمت کبریٰ سے نوازا۔شمال مشرقی پنجاب کے ضلع جہلم میں پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی پیدا ہوئے اور انہوں نے نہ صرف ضلع جہلم بلکہ گردنواح کے علاقوں میں بھی اپنے روحانی فیض کو جاری فرمایا۔ایسا روحانی فیض کہ اس علاقہ میں کوئی غیر مسلم نہیں رہا بلکہ آپکے روحانی فیض کے صدقے اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو غیر مسلموں سے پاک کیا جہاں بھی آپ کے قدم مبارک کے نشان پڑے وہاں لوگوں کی تقدیریں بدل گئیں۔آپ نے دینی، اصلاحی ملی خدمات کے ساتھ فلاحی خدمات بھی انجام دیں۔آپ کو ہر روز تکیے کے نیچے سے پانچ روپے ملتے تھے جو آپؒ غرباء ومساکین میں تقسیم کر دیتے تھے، یہ آپکو اللہ کی طرف سے غیبی مدد ملتی تھی۔سیالکوٹ، نارووال سے پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، سندھ تھرپارکر سے پیر محمد ابراہیم جان سرہندی اور کراچی سے مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ان صوفیائے نقشبند نے آزادی کی تحریکوں میں بہت ہی فعال کردار ادا کیا ہے۔خود برصغیر میں دوسرے سلاسل طریقت کے ساتھ نقشبندی مجددی حضرات آگے آگے رہے اور نہایت اہم کارنامے انجام دیئے۔ان صوفیائے کرام کی جدوجہد اور ان کی

دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں نعمت عطا کی اب ہمارا یہ کام ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت واستحکام کے لئے ان صوفیائے کرام کی زندگیوں کی پیروی کریں اور اپنے ظاہر دباطن کو ایک ہی رنگ میں رنگتے ہوئے ملک وملت کے مفاد کو اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دیں غور کرنے کی بات ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قرآن کریم نازل فرمائی اس ماہ میں مسلمانوں کو حق وباطل کے پہلے معرکے غزوہ بدر میں کامیابی ہوئی اسی برکتوں والے مہینے میں فتح مکہ نصیب ہوئی اور ہزاروں مہینوں سے بہتر رات والے عشرہ میں مسلمانوں کو پاکستان جیسی عظیم نعمت سے نوازا تا کہ ہم اپنی زندگیاں قرآن کریم اور اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ڈھال لیں اور ایسا کرنے کے لئے ہمیں صوفیائے کرام ہی کی تعلیمات کو اپنانا پڑے گا، جو ہر طرح کے تعصب سے پاک ہیں جنہوں نے اپنے تو اپنے ہیں غیروں کو بھی سینوں سے لگایا اور آج وہی جذبہ ہمارے اتحاد کا مظہر بن سکتا ہے۔ اور ہم ہر طرح کے تعصب کو ختم کر کے ''امتہ وحدہ'' بن سکتے ہیں (۱۳) ہمارے بعد آنے والوں کو اسی پیغام کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی جذبہ سے سرشار فرمائے۔ (آمین)

آخر میں میں اپنی اس تحقیق کا اختتام شاعر مشرق حکیم الامت مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کی اس دعا کے ساتھ کرتا ہوں کہ۔

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا (۱۴)

حوالہ جات

۱۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ ''بانگ درا'' لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۸ء ص ۲۷۱

۲۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر میمن ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' لاہور، کمبائن پرنٹر، ۲۰۰۰ء ص۔ ۳۷

۳۔ محمد نور بخش توکلی علامہ، ''تذکرہ مشائخ نقشبندیہ بندیہ'' لاہور، شریف پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۰ء، ص۔ ۸۔ ۲۰

۴۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر میمن ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' محولہ بالا، ص۔ ۴۶۰۔ ۴۷۲

۵۔ یوسف سلیم، پروفیسر چشتی ''تاریخ تصوف'' لاہور، مطبوعہ علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف، ص ۱۴۰۔ ۱۴۲

۶۔ خان آصف، ''اللہ کے ولی'' کراچی، زم زم پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۲ء ص۔ ۱

۷۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ ''بانگ درا'' محولہ بالا، ص ۲۶۷

۸۔ محمد نور بخش توکلی علامہ، ''تزکرہ مشائخ نقشبندیہ'' محولہ بالا۔ ص ۵۸۲

۹۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر میمن ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' محولہ بالا، ص ۵۵۳

۱۰۔ محمد طاہر فاروقی، ''سیرت اقبال'' لاہور، مظفر پرنٹر، ۱۹۳۹ء ص۔ ۳۴۰

۱۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر ''جہاں امام ربانی'' کراچی، امام ربانی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵ء ص۔ ۴۶۔ ج۔ اول

۱۲۔ (۱) القرآن : ۹۳ : ۱۱ (۲) القرآن : ۲ : ۴ : ۴۷ ، ۱۲۲

(۳) القرآن : ۳ : ۱۰۳ (۴) القرآن : ۵ : ۷ ، ۱۱ ، ۲۰

(۵) القرآن : ۱۴ : ۱۶ (۶) القرآن : ۷ : ۷۴

۱۳۔ عبدالرشید، پروفیسر، ڈاکٹر ''اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد'' کراچی، ظاہر سنز، ۱۹۹۷ء ص۔ ۳۱۶

۱۴۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ ''بانگ درا'' محولہ بالا، ص، ۲۰۵

کتابیات

مقالہ کی تیاری کیلئے جن کتب سے استفادہ کیا گیا اُن میں اہم درج ذیل ہیں

۱۔ قرآن پاک — المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۴ھ

۲۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ''تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول''، کراچی، ۱۹۸۲ء

۳۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ''تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوم''، کراچی، ۱۹۸۳ء

۴۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ''تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم''، کراچی، ۱۹۸۳ء

۵۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ''تزکیہ واحسان'' کراچی،شکیل پرنٹنگ س.ن

۶۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ''نزھۃ الخواطر'' لکھنو، س.ن

۷۔ ابن کثیر، عمادالدین اسماعیل ''مترجم، علامہ محمد میمن جوناگڑھی'' ''تفسیر القرآن العظیم'' کراچی، س.ن

۸۔ ابوالخیر محمد زبیر، ''بزم جاناں'' حیدآباد، رکن الاسلام پبلیکشنز ۱۹۸۰ء

۹۔ ابوالخیر محمد زبیر، ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' حصہ اوّل، حیدآباد، رکن الاسلام پبلیکشنز ۱۹۸۰ء

۱۰۔ ابوالخیر محمد زبیر، ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' حصہ دوم، حیدآباد، رکن الاسلام پبلیکشنز ۱۹۹۴ء

۱۱۔ ابوالقاسم عبدالکریم ''الرسالۃ القشیریہ'' قاہرہ، ۱۹۴۰ء

۱۲۔ ابوبکر محمد الکلابادی، ''التعرف لمذہب اہل التصوف'' قاہر، ۱۹۶۰ء

۱۳۔ ابوداوٗد سلیمان بن ثابت، سنن ابی داوٗد، مصر، مصطفیٰ البابی ۱۹۵۲ء

۱۴۔ ابوالحسن زید، کلیات باقی باللہ، لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۳۵۰ھ

۱۵۔ ابوطالب مکی، قوت القلوب، قاہرہ، مکتبہ القاہرہ ۱۳۸۴ھ

۱۶۔ ابوظفر ندوی، مختصر تاریخ ہند، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۴۸ء

۱۷۔ ابوالامان امرتسری، سکھ مسلم تاریخ حقیقت کے آئینہ میں، لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان ۱۳۸۴ھ

۱۸۔ احمد خان، سرسید (مرتب) ''آئین اکبری از ابوالفضل''، دہلی مطبع مجتبائی ۱۲۷۲ھ

۱۹۔ احمد بشیر، ظہیرالدین محمد ''بابر بادشاہ غازی''، کراچی اردو اکیڈمی -س-ن

۲۰۔ احمد حسین، امین جنگ، ''فلسفۃ الفقراء'' لاہور، شیخ محمد اشرف، ۱۳۷۷ء

۲۱۔ احمد حسین خان، تذکرہ، ''سلطان محمد غزنوی''، لاہور مطبع خادم التعلیم، ۱۸۹۵ء

۲۲۔ احمد رضا خان امام، ''مقال عرفاء باعزاز شرح علماء''، پٹنہ، تحفہ حنفیہ، ۱۳۷۲ھ

۲۳۔ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، امرتسر، مطبع مجددی ۱۳۲۹ھ

۲۴۔ احمد رضا خان امام، ''حسام الحرمین'' بریلی (انڈیا) ۱۴۰۵ھ

۲۵۔ احمد رضا خان امام، ''الدولتہ المکیہ'' بریلی (انڈیا) ۱۹۸۹ء

۲۶۔ احمد رضا خان امام، ''رسائل رضویہ'' بریلی (انڈیا) س۔ن

۲۷۔ احمد جعفری، رئیس، ''انوار اولیاء (کامل)'' لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۸ء

۲۸۔ احمد جعفری رئیس ''کاروان گم گشتہ'' کراچی، ۱۹۷۱ء

۲۹۔ احمد بن حنبل، امام ''سند امام احمد بن حنبل'' مصر، مطبع منیریہ ۱۳۱۳ھ

۳۰۔ احمد شمس الدین ''اصطلاحات صوفیہ'' لکھنو مطبع نامی ۱۳۲۲ھ

۳۱۔ احمد ظہور الدین، ''ابوالفضل'' ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۵ء

۳۲۔ احمد محی الدین، ''ہمایوں نامہ'' کراچی کاروان ادب ۱۹۵۱ء

۳۳۔ اختر راہی، پروفیسر ''تذکرہ مصنفین درس نظامی''، لاہور، کتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۷ء

۳۴۔ اختر حسین شاہ، سید، ''سیرت امیر ملت''، کراچی واحد پرنٹنگ ۲۰۰۳ء

۳۵۔ اختر، خوابہ عباد اللہ، ''علم تصوف'' لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۷۴ء

۳۶۔ اختر، مراز احمد، ''تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان'' دہلی کتب خانہ رشیدیہ ۱۹۴۶ء

۳۷۔ ادارہ تصنیف و تالیف، ''انوار اصفیا'' لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء

۳۸۔ ادریس شاہ، ''صوفیاء کا طریقہ علم و زندگی''، لاہور دعا پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء

۳۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۔۶ لاہور دانش گاہ علماء ۱۹۶۲ء

۴۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۲، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۹۶۶ء

۴۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۹، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۹۶۶ء

۴۲۔ ارشد خان محمد، ''تاریخ ہزارہ'' پشاور طفیل آرٹ پرنٹرز ۱۹۷۶ء

۴۳۔ اسداللہ شاہ ''تذکرہ شعرائے ٹکھڑ'' حیدرآباد سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۴ء

۴۴۔ اسداللہ خان غالب، ''دیوان غالب''، لاہور، ندیم یونس پرنٹر س۔ن

۴۵۔ اسراج محمد طفیل ٹھٹوی ''سراج العارفین'' حیدآباد، حیدری پرنٹنگ، ۱۹۹۴ء

۴۶۔ اسمٰعیل بن عبداللہ بخاری ''صحیح بخاری شریف'' لاہور، ۱۹۷۶ء

۴۷۔ اسلمی، عبدالرحمٰن، ''طبقات الصوفیہ'' مصر، دارالکتاب العربی ۱۹۵۳ء

۴۸۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ''اصول تصوف'' لاہور، ادارہ اسلامیات ۱۹۸۳ء

۴۹۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ''مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں'' لاہور ، ادارہ، اسلامیات ۱۹۹۰ء

۵۰۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ''حکایات اولیاء''، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۶ء

۵۱۔ اشرف عطاء قیوم نظامی، ''پاکستان انقلاب سے پہلے اور بعد'' لاہور، ۱۹۶۸ء

۵۲۔ اشرف خان محمد ''سلوک سلیمانی'' لاہور، مکتبہ سرمدی اسلامیہ پارک ۱۹۶۹ء

۵۳۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ''مقالات صوفیہ'' کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۶ء

۵۴۔ اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر ''پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات علمی اور ادبی خدمات''، کراچی ، شاہکار پریس ۲۰۰۲ء

۵۵۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا ''تذکرہ صوفیائے سندھ''، کراچی، اردو اکیڈمی ۱۹۷۵ء

۵۶۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ''تاریخ سندھ'' لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۷۴ء

۵۷۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ''تذکرہ صوفیائے پنجاب'' کراچی، سلمان اکیڈمی ۱۹۶۲ء

۵۸۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ''تذکرہ صوفیائے سرحد'' لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۶۶ء

۵۹۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ''اقبال اور علمائے پاک و ہند'' کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۶ء

۶۰۔ اعجاز الحق قدوسی، مولانا، ''اقبال کے محبوب صوفیاء'' لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۶ء

۶۱۔ افروغ حسن، حافظ ''روحانیت کا گلزار کہکشان''، لاہور جسارت پرنٹر س۔ن

۶۲۔ اقبال، محمد، علامہ ، ''ارمغان حجاز'' حیدرآباد دکن، سلطان بک ڈپو، ۱۹۷۳ء

۶۳۔ اقبال، محمد، علامہ ، ''بانگ درا'' لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۲۴ء

۶۴۔ اقبال، محمد، علامہ ، ''ضرب کلیم'' لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۹ء

۶۵۔ اقبال، محمد، علامہ ، ''بال جبریل'' لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵ء

۶۶۔ اقبال، محمد، فاروقی پیرزادہ، ''تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت، لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۷ء

۶۷۔ اقبال، محمد، علامہ، ''کلیات اقبال اردو'' لاہور غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۳ء

۶۸۔ اکبر وارثی، خواجہ ''میلاد اکبر'' کراچی، امین برادرز ۱۳۳۰ھ

۶۹۔ اکرام، شیخ محمد، ''آب کوثر'' لاہور، فیروز سنز ۱۹۵۲ء

۷۰۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، گلشن سادات ، لاہور، اقرار خان پرنٹر ۲۰۰۳ء

۷۱۔ الیاس برنی، پروفیسر، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، لاہور مطبوعہ لاہور، س۔ن

۷۲۔ امداد اللہ مہاجر مکی ضیاء القلوب (فارسی) دہلی، مطبع مجتبائی ۱۹۲۷ء

۷۳۔ امیر خورد، سیر الاولیاء لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۸۰ء

۷۴۔ امام الدین احمد، برکات الاولیاء، دہلی افضل المطابع ۱۳۲۲ھ

۷۵۔ انور علی، حافظ، قانون تصوف ، آگرہ ، آگرہ اخبار پریس ۱۳۶۹ھ

۷۶۔ انور، محمد رفیع، تحریک قیام پاکستان لاہور، علمی کتب خانہ ۱۹۷۲ء

۷۷۔ باباشاہ مسافر، ملفوظات نقشبندیہ اورنگ آباد، نظامت امور، مذہبی سرکار عالی ۱۳۵۸ھ

۷۸۔ بازی، محمد موسیٰ الروحانی، ''مواعظ روحانی'' ملتان، ادارہ التصنیف الادب ۱۳۸۰ھ

۷۹۔ باقر، لاہوری محمد ''کنز الھدایت'' لاہور، سیفی عبدالمجید احمد حکیم، ۱۳۷۶ھ

۸۰۔ بایزید انصاری، ''صراط التوحید، پشاور''، ادارہ اشاعت سرحد، ۱۳۷۲ء

۸۱۔ بخاری، عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الصحیح البخاری'' کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۹۶۱ء

۸۲۔ بخاری، خورشید حسن، ''ریاض التاریخ'' لاہور، ملک نذیر احمد ۱۹۴۹ء

۸۳۔ بختیار کاکی، قطب الدین خواجہ، (مرتب) ''دلیل العارفین'' از خواجہ معین الدین چشتی، دہلی مطبع مجتبائی ۱۳۱۰ھ

۸۴۔ بدر الدین سرہندی، ''حضرات قدس''، لاہور محکمہ اوقاف پنجاب ۱۳۹۱ھ

۸۵۔ برق، غلام جیلانی، ''مورخین اسلام''، لاہور، مکتبہ جدید، ۱۳۸۸ھ

۸۶۔ بشیر احمد بیگ نقشبندی، ''تذکرہ پیران زکوڑی شریف'' ۱۹۸۲ء

۸۷۔ بدر قادری، مولانا، بزم اولیاء مبارک پور، المجمع اسلامی ۱۹۹۵ء

۸۸۔ بلال زبیری، فرقے اور مسالک، جھنگ، جھنگ ادبی اکیڈمی ۱۳۹۶ھ

مصنف	کتاب	ناشر / سنہ
۸۹۔ بلگرامی سید علی،	نظام اکبری	حیدر آباد دکن مطبع شمسیہ ۱۳۴۱ھ
۹۰۔ بوصیری، امام محمد بن سعید،	بردۃ المدیح،	مصر، مطبعۃ التقدم العلمیہ ۱۳۱۹ھ
۹۱۔ برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر،	''حضرت مجدد کا نظریہ توحید''	لاہور، ۱۹۶۷ء
۹۲۔ بھٹائی، عبدالطیف شاہ،	لطائف لطیفی، حیدر آباد (سندھ)	انجمن مرکز شاہ عبدالطیف ۱۳۸۷ھ
۹۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،	جامع ترمذی،	دھلی، فخر المطابع ۱۲۷۰ھ
۹۴۔ ثناء اللہ سرہندی،	یاد خلیل،	حیدر آباد، این کے پرنٹنگ ۲۰۰۳ء
۹۵۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی محمد،	ارشاد الطالبین،	لاہور، سیفی عبدالمجید احمد حکیم، ۱۳۷۶ھ
۹۶۔ جامی، عبدالرحمٰن مولانا	نفحات الانس،	کراچی، مدینہ پبلیشنگ ۱۹۸۲ء
۹۷۔ جاوید عزیز،	قائد اعظم اور سرحد،	پشاور، ادارہ تحقیق و تصنیف ۱۹۷۶ء
۹۸۔ جاوید اقبال	آفتاب ہدایت،	کراچی، ادارۂ مسعودیہ ۱۹۹۹ء
۹۹۔ جاوید اقبال مظہری،	عارف کامل،	کراچی، مظہری پبلیکیشن ۱۹۸۰ء
۱۰۰۔ جاوید اقبال مظہری،	ملفوظات مظہری،	کراچی، مظہری پبلیکیشن ۱۹۹۰ء
۱۰۱۔ جاوید اقبال مظہری،	سوئے جاناں صلی اللہ علیہ وسلم،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۳ء
۱۰۲۔ جاوید اقبال مظہری	،صلواۃ وسلام،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۴ء
۱۰۳۔ جاوید اقبال مظہری،	درود مظہری،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۵ء
۱۰۴۔ جاوید اقبال مظہری	،مظہر جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۸ء
۱۰۵۔ جاوید اقبال مظہری،	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
۱۰۶۔ جاوید اقبال مظہری،	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
۱۰۷۔ جاوید اقبال مظہری،	مناقب شیر خدا،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
۱۰۸ جاوید اقبال مظہری،	احسان عظیم،	کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
۱۰۹۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ،	رسالۃ غوثیہ، (قلمی)	پشاور، اسلامیہ کالج لائبریری س. ن
۱۱۰۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ،	غنیۃ الطالبین،	مصر، مکتبہ ومطبہ مصطفیٰ البابی ۱۲۹۸ھ
۱۱۱۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ،	فتوح الغیب،	لاہور مطبع محمدی ۱۲۹۸ھ

۱۱۲۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ، فیوض یزدانی کراچی آفسٹ پریس ۱۹۸۹ء

۱۱۳۔ جمال الدین سیروان، المختار من ریاض الصالحین، جدہ مطابع الاعتماد ۱۴۰۳ھ

۱۱۴۔ چشتی، غلام فرید، شجرۂ چشتیہ سلیمانیہ فخریہ، ''آگرہ''، مطبع الٰہی ۱۳۷۰ھ

۱۱۵۔ حسن رضا خان، ڈاکٹر، ''فقیہ اسلام'' کراچی ۱۹۸۵ء

۱۱۶۔ حبیب بینک ''اللہ کے دوست'' کراچی ۱۹۸۸ء

۱۱۷۔ حنیف محمد ''تعلیمات غزالی'' لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۲ء

۱۱۸۔ خان آصف، ''اللہ کے ولی'' کراچی، زم زم پرنٹنگ ۲۰۰۲ء

۱۱۹۔ خوشحال زیدی، ''خضر راہ کرنٹ اردو سیریز'' دھلی س۔ن

۱۲۰۔ خلیل محمد اسحاق، ''سلاطین ہند اور اشاعت اسلام'' کراچی بک ڈپو، ۱۳۹۰ھ

۱۲۱۔ خان شاہد اکبر آبادی ''جلوہ خورشیدِ حرم'' کراچی ۱۹۹۳ء

۱۲۲۔ خواجہ محمد معصوم، ''مکتوبات خواجہ محمد معصوم'' کانپور مطبع نظامی ۱۳۰۴ھ

۱۲۳۔ خواجہ محمد سعید، ''صقال الضمائر'' بمبئی مطبع حسین ۱۳۰۳ھ

۱۲۴۔ خواجہ رضی حیدر، ''تذکرہ محدث سورتی'' کراچی ۱۹۸۱ء

۱۲۵۔ خواجہ محمد حسن مجددی، ''انساب الانجاب'' لاہور، سوسائٹی ۱۹۲۱ء

۱۲۶۔ داراشکوہ محمد، ''رسالہ حق نما'' کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۶۰ء

۱۲۷۔ داراشکوہ محمد ''سفینۃ الاولیاء'' آگرہ، اخبار پریس ۱۲۶۹ھ

۱۲۸۔ دین محمد وفائی، مولانا ''تذکرہ مشاہیر سندھ'' ج۔۱۔۲۔۳۔ سندھی۔ ۱۹۸۶ء

۱۲۹۔ دریا آبادی، عبدالماجد ''تصوف اسلام'' اعظم گڑھ مطبع معارف ۱۹۴۶ء

۱۳۰۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری و مہربان حسین ''گلزار ولایت'' کراچی لیزرنیٹ ۲۰۰۲ء

۱۳۱۔ رحمان مظفر رانا، ''ممالک اسلامیہ'' لاہور، ایشین پبلیشرز ۱۹۷۷ء

۱۳۲۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری سید ''شان اولیاء'' کراچی فرید آرٹ ۲۰۰۴ء

۱۳۳۔ رشید اختر ندوی، ''مغربی پاکستان کی تاریخ'' لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۳۵۶ء

۱۳۴۔ رب نواز صوفی، ''کنز العرفان'' کوہاٹ شائع کردہ آستانہ عالیہ گھمکول شریف ۲۰۰۶ء

۱۳۵۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ''مسنوی معنوی جلد۳-۱'' لاہور، نظامی پرنٹر ۱۳۹۴ھ

۱۳۶۔ زوار حسین شاہ، سید مولانا، ''حضرت مجدد الف ثانیؒ'' کراچی ادارہ مجددیہ ۱۹۷۲ء

۱۳۷۔ زکریا محمد ''تاریخ مشائخ چشت'' کراچی مجلس نشریات اسلام ۱۳۹۷ھ

۱۳۸۔ زوار حسین شاہ، سید مولانا، ''انوار معصومیہ'' کراچی ادارہ مجددیہ ۱۹۷۲ء

۱۳۹۔ ریاض الاسلام ''پاک وہند کی اسلامی تاریخ'' لاہور، نیشنل بک کارپوریشن س.ن

۱۴۰۔ سعید احمد، ''مسلمانوں کا عروج وزوال'' دہلی ندوۃ المصنفین ۱۹۴۷ء

۱۴۱۔ سلیمان ندوی، سید ''عرب وہند کے تعلقات'' کراچی کریم سنز ۱۹۷۶ء

۱۴۲۔ سلیمان ندوی، سید ''ہندوستان میں اسلام کیوں کر پھیلا'' دہلی حلقہ مشائخ ۱۹۲۷ء

۱۴۳۔ سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی ''ابوداؤد'' جلد ۲ کراچی ایچ ایم سعید س۔ن

۱۴۴۔ سلیم خان ''کشمیر میں اشاعت اسلام'' پشاور یونیورسٹی، ۱۳۷۰ھ

۱۴۵۔ سعدی شیخ، ''گلستان'' الہ آباد (انڈیا) س.ن

۱۴۶۔ شاہ آغا سرہندی، ''مونس المخلصین'' کراچی، ۱۳۶۶ھ

۱۴۷۔ شاہ محمود احمد قادری، ''تذکرہ علمائے اہلسنت'' کانپور ۱۳۹۱ھ

۱۴۸۔ شہاب دہلوی ''اولیائے بہاولپور'' بہاولپور ۱۹۷۶ء

۱۴۹۔ شفیق میاں محمد۔ ''سلطنت مغلیہ کا زوال'' لاہور تعلیمی ادارہ س۔ن

۱۵۰۔ شیخ ابی الحسن محمد بن عبد الہادی ''حاشیہ السندی علی ہامش نسائی'' دہلی، مجتبائی س۔ن

۱۵۱۔ شیخ احمد بن محمد ''محطاوی علی مراقی الفلاح'' مصر مصطفی البابی، س.ن

۱۵۲۔ شیخ اسماعیل حقی ''تفسیر روح البیان'' جلد ۵ مصر، مکتبہ عثمانیہ س.ن

۱۵۳۔ شیخ بدر الدین عینی حنفی، ''عینی شرح بخاری'' جلد ۳ مصر منیریہ س.ن

۱۵۴۔ شیخ حافظ عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، ''نسائی شریف'' جلد۔۱ دہلی، مجتبائی س.ن

۱۵۵۔ شیخ محی الدین نووی شافعی، ''نووی شرح مسلم'' جلد ۲ دہلی اصح المطابع س.ن

۱۵۶۔ شیخ محی الدین ابی ذکریا انصاری، ''ریاض الصالحین'' کراچی، قدیمی کتب خانہ س.ن

۱۵۷۔ شیخ ولی الدین خطیب ''مشکواۃ شریف'' کراچی، اصح المطابع س.ن

۱۵۸۔ شیخ محمد مودود احمد ''شجرۂ قادریہ رشیدیہ'' کراچی، رنگین پریس ۱۹۶۴ء

۱۵۹۔ شیخ محمد اکرم ''اقتباس الانوار'' لاہور، بزم اتحاد المسلمین ۱۴۰۹ھ

۱۶۰۔ شیخ محمد اکرم ''آب کوثر'' لاہور، افروز سنز ۱۹۶۵ء

۱۶۱۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ''جامع اردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد ۱ لاہور، ۱۹۸۷ء

۱۶۲۔ شیخ محمد ابراہیم آزاد، ''دیوان آزاد بیکانیری'' آگرہ، ۱۹۳۲ء

۱۶۳۔ شورش کاشمیری ''تحریک ختم نبوت'' مطبوعہ، ۱۹۷۶ء

۱۶۴۔ شیخ محمد اعظم ٹھٹوی ''تحفۃ الطاہرین'' کراچی، سندھی بورڈ ۱۹۵۶ء

۱۶۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ''اخبار الاخیار اردو ترجمہ محمد لطیف ملک'' لاہور، شعاع ادب ۱۹۹۲ء

۱۶۶۔ شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری ''قطب الارشاد'' کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

۱۶۷۔ صابر محمد شفیع ''قائداعظم اور صوبہ سرحد'' پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی س.ن

۱۶۸۔ صابر براری ''تاریخ افتگاں'' جلد ۱ کراچی، ۱۹۸۶ء

۱۶۹۔ صفدر محمود ''مسلم لیگ کا دور حکومت'' لاہور، ۱۹۷۳ء

۱۷۰۔ صفدر محمود ''مطالعہ پاکستان'' لاہور، مکتبہ اردو ڈائجسٹ ۱۹۷۳ء

۱۷۱۔ طاہر محمد نواز ''روحی ادب'' پشاور، پشتو اکیڈمی ۱۹۷۷ء

۱۷۲۔ عارف نوری ''جواہر الانوار'' لاہور، اسلم عصمت پرنٹر ۲۰۰۰ء

۱۷۳۔ عبدالعزیز نقشبندی ''تجلیات نقشبندیہ'' کراچی، ایجوکیشن پریس ۱۹۷۹ء

۱۷۴۔ عبدالرسول قادری ڈاکٹر ''مخدوم ہاشم ٹھٹوی کی سوانح حیات'' کراچی، مفتی اعظم سندھ اکیڈمی ۲۰۰۲ء

۱۷۵۔ عبدالمجید سندھی ڈاکٹر میمن، ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء

۱۷۶۔ علامہ علاؤالدین المتقی بن حسام الدین، ''کنزل العمال علی ہامش مسند امام احمد'' جلد ۱ بیروت ۱۹۷۵ء

۱۷۷۔ عالم فقری ''تذکرہ اولیاء پاکستان'' جلد ۲ لاہور، شبیر برادرز ۱۹۹۳ء

۱۷۸۔ عبدالوہاب شعرانی سید ''کشف الغمہ'' جلد ۲ مصر، مطبع مصطفیٰ البابی ۱۹۵۱ء

۱۷۹۔ عبدالرشید پروفیسر ڈاکٹر ''اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد'' کراچی، طاہر سنز ۱۹۹۷ء

۱۸۰۔ عبدالرشید پروفیسر ڈاکٹر ''اسوہ رسول ﷺ اور ہماری زندگی'' کراچی، خواجہ پرنٹرز ۱۹۹۷ء

۱۸۱۔ عبدالرشید پروفیسر ڈاکٹر ''صوفیائے خٹک'' پشاور، غلام فاروق ۱۹۸۵ء

۱۸۲۔ عبدالرشید ''شیر شاہ سوری'' لاہور، انارکلی کتاب گھر ۱۹۵۸ء

۱۸۳۔ عبدالجبار عابد لغاری ڈاکٹر ''جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار'' لاہور ۱۹۹۲ء

۱۸۴۔ عبدالرحمٰن خان منش ''آئینہ ملتان'' لاہور ۱۹۷۲ء

۱۸۵۔ عبدالمعبود اجمیری سید ''آئینہ ولایت'' لاہور ۱۹۹۳ء

۱۸۶۔ عبدالوہاب الشرانی ''طبقات الاولیاء'' کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۶۵ء

۱۸۷۔ عمر بن شہاب الدین سہروردی ''عوارف المعارف'' لاہور، شیخ غلام علی سنز ۱۹۷۷ء

۱۸۸۔ عبدالستار طاہر، مولانا ''منزل بامنزل'' حیدرآباد ۱۹۹۱ء

۱۸۹۔ عبدالستار طاہر، مولانا ''ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کے اہم مکاتب'' جلد ۱ لاہور، غیر مطبوعہ ۱۹۹۸ء

۱۹۰۔ عبدالستار طاہر، مولانا ''ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کے اہم مکاتب'' جلد ۲ لاہور، غیر مطبوعہ ۱۹۹۸ء

۱۹۱۔ عبدالستار طاہر مولانا ''تخصصات حضرت مسعود ملت'' کراچی ۱۹۹۳ء

۱۹۲۔ عبدالستار طاہر مولانا ''مسعود ملت اور رضویات'' لاہور ۱۹۹۴ء

۱۹۳۔ عنایت عارف ''کشف المعارف'' لاہور الفیصل ناشران ۲۰۰۲ء

۱۹۴۔ عثمان محمد ''اسلام پاکستان میں'' لاہور مکتبہ جدید ۱۹۴۹ء

۱۹۵۔ غلام سرور لاہوری مفتی ''حدیقۃ الاولیاء'' لاہور تصوف فاؤنڈیشن ۱۹۹۰ء

۱۹۶۔ غلام محمد نعیمی مولانا ''تفسیر اہل بہ لغیر اللہ'' کراچی گولڈن پرنٹنگ پریس ۱۹۸۷ء

۱۹۷۔ غلام محمد نعیمی مولانا ''بیاض نعیمی'' کراچی منزل اکیڈمی ۱۹۸۴ء

۱۹۸۔ غزالی امام ابوحامد بن محمد بن محمد ''کیمیائے سعادت'' دہلی مطبع مجتبائی ۱۲۷۷ھ

۱۹۹۔ فیاض محمود سید ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند'' جلد ۱۳ لاہور، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۱ء

۲۰۰۔ فیاض بلگوڈوی ''تذکرہ شاہ جماعت'' میسور ۱۹۸۵ء

۲۰۱۔ قادری امیر شاہ سید ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد'' پشاور عظیم پبلیشنگ ۱۹۶۴ء

۲۰۲۔ قادری محمد ایوب ''مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' کراچی، ادارہ تحقیق و تصنیف ۱۹۶۳ء

۲۰۳۔ قاضی ابی الفضل عیاض ''کتاب الشفاء'' مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی س.ن

نمبر	مصنف	کتاب	مقام و ناشر	سال
۲۰۴۔	کلیم احمد	"پاکستانی تہذیب"	کراچی، جنرل پبلیشنگ ہاؤس	۱۹۶۴ء
۲۰۵۔	گیلانی محمد اولاد علی سید	"اولیائے ملتان"	لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز	۱۹۶۲ء
۲۰۶۔	لطیف ملک محمد	"اولیائے لاہور"	لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز	۱۹۶۲ء
۲۰۷۔	محمد الیاس رضوی، مولانا	"خزینہء رحمت"	کراچی، مکتبہ مدینہ	س.ن
۲۰۸۔	محمد ارشد قریشی	"تصرف (صوفیاء کے عقائد و احوال)"	لاہور، زاہد بشیر پرنٹر	۱۹۹۸ء
۲۰۹۔	محمد اشرف عثمانی	"تصوف کی حقیقت"	لاہور، ادارہ اسلامیات	۱۹۸۳ء
۲۱۰۔	محمد اشرف نقشبندی	"تذکرہ اولیاء"	لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۹۹ء
۲۱۱۔	محمد حسین جان سرہندی	"خیابان سرہندی"	کراچی	س.ن
۲۱۲۔	محمد حسین آسی	"مجددیت و قیومیت"	سیالکوٹ، نقش لاثانی	۱۹۹۹ء
۲۱۳۔	محمد حسین نقشبندی مولانا	"کرامات مجدد الف ثانی"	لاہور ضیاء القرآن پبلیکشنز	۱۹۹۹ء
۲۱۴۔	محمد اسلم نعیمی مولانا	"سوانح حیات مفتی اعظم سندھ"	کراچی، مہتاب پرنٹنگ	۱۹۸۲ء
۲۱۵۔	محمد اقبال حسین نعیمی	"تذکرہ اولیاء سندھ"	کراچی، شارق پبلیکیشنز	۱۹۸۷ء
۲۱۶۔	محمد جان نعیمی مفتی	"فتاویٰ مجددیہ نعیمہ"	کراچی، مہتاب پرنٹنگ	۱۴۱۱ھ
۲۱۷۔	محمد صدیق ہزاروی، مولانا	"تعارف علماء اہلسنت"	لاہور، مکتبہ قادریہ	۱۹۷۹ء
۲۱۸۔	محمد وارث کامل مولانا	"تذکرہ اولیائے لاہور"	کراچی، ایجوکیشن پریس	۱۹۶۳ء
۲۱۹۔	محمد عبدالحکیم خان اختر مجددی	"تجلیات امام ربانی"	لاہور، مکتبہ نبوریہ گنج بخش	۱۹۷۸ء
۲۲۰۔	محمد اشرف ملک	"سوانح حیات) موہڑی سرکار)"	کراچی، فائن آرٹ	س.ن
۲۲۱۔	محمد رشید صوفی میاں	"نسبت رسول ﷺ"	لاہور، جدید پریس	۱۹۹۸ء
۲۲۲۔	محمد رمضان علی حکیم	"تاریخ وہابیہ"	مطبوعہ لائل پور	۱۹۷۶ء
۲۲۳۔	محمد طاہر فاروقی،	"سیرت اقبال"	لاہور، مظفر پرنٹر	۱۹۳۹ء
۲۲۴۔	محمد طاہر القادری پروفیسر ڈاکٹر	"شہادت توحید"	لاہور، الامان پرنٹنگ پریس	۱۹۸۵ء
۲۲۵۔	محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر	"عشق رسول ﷺ"	لاہور، ادارہ منہاج القرآن	۱۹۸۸ء
۲۲۶۔	محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر	"ذکر الہی"	لاہور، ادارہ منہاج القرآن	۱۹۸۹ء

bakhtiar2k@hotmail.com

۲۲۷۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر "جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت" لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۸۸ء

۲۲۸۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر "ارکان اسلام" لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۹۱ء

۲۲۹۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر "آداب نماز" لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۹۲ء

۲۳۰۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر "فلسفہ معراج النبی ﷺ" لاہور ادارہ منہاج القرآن ۱۹۹۰ء

۲۳۱۔ محمد بخش میاں "سیف الملوک" لاہور، ضیا پرنٹر ۱۹۹۹ء

۲۳۲۔ محمد عالم آسی، مولانا "الکادیہ علی الغادیہ" امرتسر مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۱ء

۲۳۳۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "مواعظ مظہری" کراچی، مدینہ پبلیشنگ ۱۹۷۰ء

۲۳۴۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "حیات مظہری" کراچی، مدینہ پبلیشنگ ۱۹۷۰ء

۲۳۵۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "فتاویٰ مظہری" جلد۔۳ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۷۰ء

۲۳۶۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "فتاویٰ مسعودی" کراچی، سرہند پبلیکیشن ۱۹۸۷ء

۲۳۷۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "شیخ الاسلام" کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۴ء

۲۳۸۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "مکاتب مظہری" کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۹ء

۲۳۹۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "جہاں امام ربانی" جلد۔۱ کراچی، امام ربانی فاؤنڈیشن ۲۰۰۵ء

۲۴۰۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "حیات نعیمی (مفتی اعظم سندھ)" کراچی، مہتاب پرنٹنگ ۱۹۸۲ء

۲۴۱۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "اردو میں قرآنی تراجمہ وتفاسیر" حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۰ء

۲۴۲۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "فاضل بریلوی اور ترک موالات" لاہور، ادارہ مسعودیہ ۱۹۷۱ء

۲۴۳۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "سیرت مجدد الف ثانی" کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۷۶ء

۲۴۴۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" لاہور، ادارہ مسعودیہ ۱۹۸۱ء

۲۴۵۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "اکرام امام احمد رضا" لاہور، ادارہ مسعودیہ ۱۹۸۱ء

۲۴۶۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "حیات مولینا احمد رضا خان بریلوی" سیالکوٹ، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء

۲۴۷۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر "علم غیب" کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء

۲۴۸۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر "قیامت" کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء

۲۴۹۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر "مراد رسول ﷺ" صادق آباد، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء

bakhtiar2k@hotmail.com

۲۵۰۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''نسبتوں کی بہاریں''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۴ء
۲۵۱۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''محدث بریلوی''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۵ء
۲۵۲۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''دوقومی نظریہ اور پاکستان''	لاہور، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۵ء
۲۵۳۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''دعا خلیل''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۶ء
۲۵۴۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''فاروق اعظم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۶ء
۲۵۵۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''صراط مستقیم''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۸ء
۲۵۶۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''روح اسلام''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۹ء
۲۵۷۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''تذکرہ مظہر مسعود''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۶۹ء
۲۵۸۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	''امام احمد رضا اور عالمی جامعات''	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۹ء
۲۵۹۔ محمد مسرور احمد	''مسعود ملت کے آثار علمیہ''	کرچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۷ء
۲۶۰۔ محمد صادق قصوری	''تاریخ مشائخ نقشبند''	لاہور، زاویہ پبلشرز	۲۰۰۲ء
۲۶۱۔ محمد صادق قصوری	''تعارف امیر ملت''	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۴ء
۲۶۲۔ محمد صادق قصوری	''شیدایان امیر ملت''	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۸ء
۲۶۳۔ محمد صادق قصوری	''جہان امیر ملت''	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۲۰۰۱ء
۲۶۴۔ محمد صادق قصوری	''تذکرہ اولیائے علی پور سیداں''	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۸ء
۲۶۵۔ محمد صادق قصوری	''ملفوظات نقشبندیہ''	لاہور، مکتبہ زاویہ	۱۹۹۸ء
۲۶۶۔ محمد صادق قصوری	''اکابر تحریک پاکستان''	لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۰ء
۲۶۷۔ محمد صادق قصوری	''امیر ملت اور تحریک پاکستان''	لاہور، مرکزی مجلس جماعتیہ	۱۹۹۴ء
۲۶۸۔ محمد صادق قصوری	''تحریک پاکستان اور مشائخ عظام''	لاہور، ریاض برادرز	۱۹۹۷ء
۲۶۹۔ محمد صادق قصوری	''تکملہ تذکرہ نقشبندیہ''	لاہور، مکتبہ زاویہ	۱۹۷۶ء
۲۷۰۔ محمد صادق قصوری	''اساتذہ امیر ملت''	لاہور، مکتبہ زاویہ	۱۹۹۶ء
۲۷۱۔ محمد صادق قصوری	''حضرت امیر ملت اور انکے خلفاء''	سیالکوٹ، مرکزی مجلسِ امیر ملت	۱۹۸۳ء
۲۷۲۔ محمد صادق قصوری	''حضرت امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس''	لاہور، مرکزی مجلسِ امیر ملت	۱۹۹۱ء

۲۷۳۔ محمد صادق قصوری	"فدایان امیر ملت"	قصور، برج کلاں	۱۹۸۱ء
۲۷۴۔ محمد صادق قصوری	"تذکرہ نقشبندیہ خیریہ"	لاہور، مرکزی مجلسِ امیر ملت	۱۹۸۸ء
۲۷۵۔ محمد صادق قصوری	"حضرت سراج الملت اور انکے خلفاء"	قصور، برج کلاں	۱۹۹۴ء
۲۷۶۔ محمد مظہر اللہ شاہ مفتی اعظم	"ضیاء الاسلام"	کراچی ادارۂ مسعودیہ	۲۰۰۲ء
۲۷۷۔ محمد مظہر اللہ شاہ مفتی اعظم	"شجرۂ عالیہ نقشبندیہ"	کراچی ادارۂ مسعودیہ	۲۰۰۲ء
۲۷۸۔ محمد مظہر اللہ شاہ مفتی اعظم	"خزینۃ الخیرات"	کراچی ادارۂ مسعودیہ	۲۰۰۲ء
۲۷۹۔ محمد امین شرقپوری	"تذکرۂ اولیاءِ نقشبند"	لاہور	۱۹۸۸ء
۲۸۰۔ محمد یوسف نقشبندی	"جواہر نقشبندیہ مظاہر چوراہیہ"	فیصل آباد	۱۹۷۹ء
۲۸۱۔ محمد طفیل خواجہ	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار"	سیالکوٹ	۱۹۸۶ء
۲۸۲۔ محمد یونس باڑی، حاجی	"انوار مظہریہ"	کراچی ضیاء الاسلام	۲۰۰۲ء
۲۸۳۔ محمد یونس باڑی، مولانا	"یادگار مجدد الف ثانی"	کراچی ادارۂ مسعودیہ	۲۰۰۲ء
۲۸۴۔ محمد نور بخش توکلی	"مشائخ نقشبند"	لاہور ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۰ء
۲۸۵۔ محمد عدیل عباسی قاضی	"تحریک خلافت"	دہلی	۱۹۷۸ء
۲۸۶۔ محمد حنیف شاہد	"اسلام اور قائد اعظم"	لاہور	۱۹۷۴ء
۲۸۷۔ محمد احمد خان	"اقبال کا سیاسی کارنامہ"	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۸۸۔ محمد علی چوہدری	"ظہور پاکستان"	لاہور	۱۹۷۲ء
۲۸۹۔ محمد اسد اللہ شاہ، پروفیسر سید	"تذکرہ شعرائے ٹکھڑ"	کراچی	۱۹۵۱ء
۲۹۰۔ محمد لائق زرداری، ڈاکٹر	"سندھ کی سیاسی جدوجہد"	حیدر آباد	۱۹۸۳ء
۲۹۱۔ محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا	"خطیب پاکستان"	کراچی اکادمی العالمی	س.ن
۲۹۲۔ محمد فاضل، مولانا	"سوانح حیات (حضرت خواجہ محمد خان عالم)"	جہلم مکتبہ نسیم	۱۹۸۴ء
۲۹۳۔ میر ولی الدین	"قرآن اور تصوف"	دہلی ندوۃ المصنفین	۱۹۵۲ء
۲۹۴۔ مسلم بن الحجاج القشیری	"کتب الزھد" جلد ۲	کراچی، ایچ ایم سعید	س.ن
۲۹۵۔ مسلم، امام،	"صحیح مسلم"	کراچی، نور محمد	۱۳۷۵ھ

۲۹۶۔ موسیٰ خان جلال زئی "فلسفہ تصوف" لاہور، دی پبلیکیشنز ۲۰۰۲ء
۲۹۷۔ معین الدین احمد، ندوی "تابعین" اعظم گڑھ، مطبع معارف ۱۳۷۶ھ
۲۹۸۔ نثار احمد جان سرہندی، پروفیسر "الاصلاح" حیدرآباد، نفیس پرنٹنگ ۲۰۰۳ء
۲۹۹۔ نبی بخش خان بلوچ "شاہ جو رسالو سندھی"، جلد۔۱ حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۸ء
۳۰۰۔ نجیب فاروق اختر "تحریک آزادی" لاہور، علمی کتب خانہ ۱۹۷۵ء
۳۰۱۔ نظام الدین اولیاء (مرتب) "راحۃ القلوب از خواجہ فرید الدین گنج شکر" ۱۲۳۵ھ
۳۰۲۔ نظامی، خلیق احمد، "تاریخ مشائخ چشت" دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۵۳ء
۳۰۳۔ نور احمد خان فریدی، مولانا "تاریخ ملتان" جلد۔۲ ملتان ۱۹۷۳ء
۳۰۴۔ نور الدین ابوسعید "اسلامی تصوف اور اقبال" کراچی، اقبال اکیڈمی ۱۳۷۷ھ
۳۰۵۔ نور محمد ربانی، سلامی، ڈاکٹر "کشف العرفان" کراچی ایسٹ پبلیشرز ۱۹۹۸ء
۳۰۶۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب "مشکوٰۃ المصابیح" کراچی قدیمی کتب خانہ ۱۳۶۸ھ
۳۰۷۔ ولی اللہ شاہ، دہلوی "لمحات" حیدرآباد شاہ ولی اللہ اکیڈمی ۱۹۷۵ء
۳۰۸۔ ہجویری علی بن عثمان سید المعروف داتا گنج بخ "کشف المحجوب" لاہور شیخ ظفر محمد اینڈ سنز ۱۳۴۵ھ
۳۰۹۔ ہاشمی سید فرید آبادی "تاریخ مسلمانان پاک و بھارت" کراچی انجمن ترقی اردو ۱۹۵۳ء
۳۱۰۔ ہاشمی سید "تاریخ ہند" حیدرآباد (دکن) دار الطبع سرکار عالی ۱۹۲۱ء
۳۱۱۔ ہمدم جمیل "بابر سے ظفر تک" لاہور مدینہ پرنٹنگ ہاؤس ۱۹۶۳ء
۳۱۲۔ یوسف اللہ بخش، "سرحد اور جد و جہد آزادی" لاہور مرکزی اردو بورڈ ۱۳۸۸ھ
۳۱۳۔ یوسف اللہ بخش، "مختصر تاریخ کشمیر" کراچی یوسفی اینڈ یوسفی ۱۹۵۴ء
۳۱۴۔ یوسف سلیم، پروفیسر چشتی "تاریخ تصوف" لاہو مطبوعہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف س۔ن
۳۱۵۔ یوسف بن احمد، "انیس الخاطر و جلیس المسافر" بمبئی آقا بزرگ شیرازی ۱۲۹۱ھ
۳۱۶۔ یوسف سلیم چشتی، "اسلامی تصوف" لاہور انجمن خدام القرآن ۱۹۷۶ء

رسائل

نمبر شمار	ماہنامہ / مجلّہ	مقام اشاعت	شمارہ
۳۱۷۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ فروری ۱۹۱۵ء
۳۱۸۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ جولائی ۱۹۱۸ء
۳۱۹۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۲۰ء
۳۲۰۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ جنوری، فروری ۱۹۲۱ء
۳۲۱۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ مارچ ۱۹۲۲ء
۳۲۲۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۲۴ء
۳۲۳۔	شمس اسلام	سرگودھا	شمارہ جنوری ۱۹۳۴ء
۳۲۴۔	انوارالصوفیہ	سیالکوٹ	شمارہ جون، جولائی ۱۹۳۷ء
۳۲۵۔	انوارالصوفیہ	لاہور	شمارہ مئی ۱۹۳۸ء
۳۲۶۔	الفقیہ	امرتسر	شمارہ مئی ۱۹۳۸ء
۳۲۷۔	الفقیہ	امرتسر	شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء
۳۲۸۔	الفقیہ	لاہور	شمارہ اپریل ۱۹۴۰ء
۳۲۹۔	الفقیہ	سیالکوٹ	شمارہ اکتوبر ۱۹۴۰ء
۳۳۰۔	الفقیہ	قصور	شمارہ اگست ۱۹۴۱ء
۳۳۱۔	الفقیہ	امرتسر	شمارہ جولائی ۱۹۴۴ء
۳۳۲۔	الفقیہ	امرتسر	شمارہ اکتوبر ۱۹۴۵ء
۳۳۳۔	دبدبہ سکندری	رامپور	شمارہ اکتوبر ۱۹۴۵ء
۳۳۴۔	الفقیہ	امرتسر	شمارہ نومبر ۱۹۴۵ء
۳۳۵۔	الفقیہ	امرتسر	شمارہ جنوری ۱۹۴۶ء

۳۳۶۔	الفقیہہ	امرتسر	شمارہ فروری ۱۹۴۶ء
۳۳۷۔	''اوج'' گورنمنٹ کالج شاہدرہ	لاہور	مارچ ۱۹۴۶ء
۳۳۸۔	الفقیہہ	امرتسر	اکتوبر ۱۹۴۶ء
۳۳۹۔	تذکرہ شہ جماعت	میسور	مارچ ۱۹۵۴ء
۳۴۰۔	قلمی یاداشت	سیالکوٹ	مئی ۱۹۵۹ء
۳۴۱۔	انوارالصوفیہ	سیالکوٹ	اکتوبر ۱۹۶۰ء
۳۴۲۔	انوارالصوفیہ	قصور	اگست ۱۹۶۱ء
۳۴۳۔	وفاق	لاہور	دسمبر ۱۹۶۱ء
۳۴۴۔	انوارالصوفیہ	سیالکوٹ	جون ۱۹۶۲ء
۳۴۵۔	سیارہ ڈائجسٹ	لاہور	اکتوبر ۱۹۶۴ء
۳۴۶۔	اردو ڈائجسٹ	لاہور	اکتوبر ۱۹۶۶ء
۳۴۷۔	انوارالصوفیہ	سیالکوٹ	اگست ۱۹۶۶ء
۳۴۸۔	انوارالصوفیہ	سیالکوٹ	نومبر ۱۹۶۷ء
۳۴۹۔	قومی زبان	کراچی	نومبر ۱۹۶۸ء
۳۵۰۔	زندگی	لاہور	جنوری ۱۹۷۰ء
۳۵۱۔	الحبیب	سیالکوٹ	اکتوبر ۱۹۷۰ء
۳۵۲۔	انوارالصوفیہ	قصور	اکتوبر ۱۹۷۱ء
۳۵۳۔	سیارہ ڈائجسٹ	لاہور	فروری ۱۹۷۲ء
۳۵۴۔	ترجمان اہل سنت	کراچی	مارچ ۱۹۷۳ء
۳۵۵۔	پیام حق	کراچی	اگست ۱۹۷۴ء
۳۵۶۔	الہام	بہاولپور	اگست ۱۹۷۴ء

۳۵۷۔	ترجمان اہل سنت	کراچی	اگست، دسمبر ۱۹۷۴ء
۳۵۸۔	ضیائے حرم	سرگودھا	دسمبر ۱۹۷۴ء
۳۵۹۔	چٹان	لاہور	جون ۱۹۷۵ء
۳۶۰۔	اخبار جہاں	کراچی	نومبر ۱۹۷۵ء
۳۶۱۔	پاک جمہوریت	لاہور	دسمبر ۱۹۷۵ء
۳۶۲۔	طاہر	لاہور	دسمبر ۱۹۷۶ء
۳۶۳۔	برگ گل مجلہ اردو کالج	کراچی	اپریل ۱۹۷۵ء
۳۶۴۔	انوارالصوفیہ	سیالکوٹ	مئی، جون ۱۹۷۶ء
۳۶۵۔	رضائے مصطفےٰ	گوجرانوالہ	جون ۱۹۷۶ء
۳۶۶۔	سلسبیل	لاہور	اگست ۱۹۷۷ء
۳۶۷۔	سات ستارے	لاہور	نومبر ۱۹۷۷ء
۳۶۸۔	ترجمان اہل سنت	کراچی	اکتوبر، نومبر ۱۹۷۸ء
۳۶۹۔	سلسبیل	لاہور	جولائی ۱۹۸۰ء
۳۷۰۔	سلسبیل	لاہور	ستمبر ۱۹۸۰ء
۳۷۱۔	سلسبیل	لاہور	دسمبر ۱۹۸۰ء
۳۷۲۔	سلسبیل	لاہور	اگست ۱۹۸۱ء
۳۷۳۔	فیضان سدرہ	لاہور	اگست ۲۰۰۴ء
۳۷۴۔	فیضان سدرہ	فیصل آباد	اگست ۲۰۰۴ء
۳۷۵۔	راہ ہدایت	کراچی	نومبر ۲۰۰۵ء
۳۷۶۔	راہ ہدایت	کراچی	دسمبر ۲۰۰۵ء

اخبارات

نمبر شمار	اخبار	مقام اشاعت	شمارہ
۳۷۷۔	سندھ یونیورسٹی گزٹ	حیدرآباد	۱۳ جولائی ۱۹۵۷ء
۳۷۸۔	جنگ	کراچی	۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء
۳۷۹۔	ڈان	کراچی	۱۲ جولائی ۱۹۵۸ء
۳۸۰۔	جسارت	کراچی	۲۲ مئی ۱۹۷۱ء
۳۸۱۔	نوائے وقت	لاہور	۲۲ مئی ۱۹۷۱ء
۳۸۲۔	حریت	کراچی	۹ اگست ۱۹۷۱ء
۳۸۳۔	تعمیر وطن	لاہور	۹ فروری ۱۹۷۲ء
۳۸۴۔	نوائے وقت	لاہور	۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء
۳۸۵۔	امروز	لاہور	۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء
۳۸۶۔	الہام	بہاولپور	۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء
۳۸۷۔	الہام	بہاولپور	۲۱ مارچ ۱۹۷۵ء
۳۸۸۔	الہام	بہاولپور	۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء
۳۸۹۔	المجاہد	کانپور	یکم اگست ۱۹۷۵ء
۳۹۰۔	جنگ	کراچی	۱۱ فروری ۱۹۷۸ء
۳۹۱۔	جنگ	کراچی	۲۰ فروری ۱۹۷۸ء
۳۹۲۔	نوائے وقت	لاہور	۱۵ نومبر ۱۹۷۸ء
۳۹۳۔	نوائے وقت	کراچی	۳ اگست ۱۹۸۲ء
۳۹۴۔	جسارت	کراچی	۳ اگست ۱۹۸۲ء
۳۹۵۔	ہلال پاکستان	کراچی	۴ اگست ۱۹۸۲ء
۳۹۶۔	نوائے وقت	کراچی	یکم اکتوبر ۱۹۸۳ء

The religious and reformative services of renowned Sufis of SILSILA-E-NAQSHBANDIA MUJADIDIA (1841-2000)

RESEARCHER:

MEHRBAN HUSSAIN

SUPERVISOR:

Prof. Dr. Abdul Rashid

(S.I)

DEPARTMENT OF QUR'AN AND SUNNAH

UNIVERSITY OF KARACHI

DEC 14, 2006

bakhtiar2k@hotmail.com

ABSTRACT

My thesis comprises of a preface, seven chapters, conclusion and bibliography of more than 350 selected books.

I reviewed that SUFIS in my thesis, who introduced SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA in Pakistan and millions of people enlightened with the teachings, preaching and their behavior and character. Islam spread due to their efforts, not by General. Simple SUFIS conquered hearts specially SUFIS SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA played pivotal role in this regards.

There is a widespread SILSILA of SUFIS from the early age if ISLAM to 21st century. Some SILSILA-E- TASWWUF left name only in the history and other books and their followers almost perished. I only reviewed active and unique SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA. The reason is to remove misunderstandings from the minds of people especially researchers. I also want to spread the message of SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA in its true spirit.

The teachings of SUFIS of SILSILA-E- NAQSHBANADI MUJADIDIA are the summery of the Holy QURAN and HADITHS-E-NABI (SAW). They insisted for following Shariah.

The SUFIS practiced on the holy teachings of Islam in their KHANQAS, which are studied on Madaris. SUFIS continued the moral and spiritual system of Islam in every period. They preached Islam and

spoke truth (KALMA-E-HAQ) in front of kings. They make people Muslim through their practices and high moral values.

I did investigative research on renowned SUFIS of SILSILA-E-NAQSHBANADIA MUJADIDIA in my thesis. These elders followed SHARIAH with full devotion and did hard struggle for making people followers of SHARIAH. They also experts of Deeni teachings and motivated people for getting religious teachings. The also stood for practical JIHAD against the non-Islamic practices sometimes.

I analyzed the work of SUFIS in different chapters of my research thesis. ALLAH gave us Pakistan in the result of prayers and struggle of these SUFIS. Now it is our duty to follow the lifestyle of these SUFIS to change our lives, but also to safeguard this country. This is blessing of ALLAH. We have to make our inner and outer in one color and prefer interests of nation on our personal interests.

****

Mehrban Hussain
Candidate For Ph.D
Dept of Qur'an and Sunnah
University of Karachi.
Dec 14, 2006.

412. Fazale Kareem *Kashmir is bleeding* National Book Foundation Islamabad.

413. Fazale Kareem *life of Muhammad (Sal-lal-laho Alaihiwasl-lam)* National Book Foundation Islamabad.

414. Muhammad Khalid, Sh. *Life of Muhammad (P.B.U.H)* Lahore unit Printing Press 1968 A.D

415. Power Davids *studies in Quran and Hadith* the formation of the Islamic law inheritance Berkeley university of California press. C,1986

416. Qureshi Muhammd Siddique, *Foreign policy of Hadrat Muhamad (S.A.W)* New Delhi Kitub Bhavan (c1991)

417. Rashida Patel, *Islamization of lows in Pakistan* Karachi faiza Publishers C1986.

418. Shah, Sirdar Ikbal Ali *Islamic Sufism,* Lahore the book house

419. Safdar Hussain *who was Muhammad (Pease Be Upon Him)* Lahore kazi Publications C1979

420. *The Principles of low making in Islam* Lahore Meezam publications on 1961 A.D

421. Waliuddin Mir, the *Qaranic Sufism* Delhi Motilal Banarsidass C1987

422. Yousuf Ali Abdullah *the Message of Islam* Lahore Islamic book foundation 1970 A.D

423. Zia Ul Haque *Landlord and peasant in early Islam* Islamabad Islamic research institute 1977 A.D.

****

397. Abdul Kadir Gilani, Syyid Abu Muhammad Futuh–al- Ghaib ***Hazart Sheikh Mohyuddin*** Lahore 1958. AD

398. Abdul Rehman Muhammad *The History of Afghans in India* Lahore, Pakistan Publishing House 1950. AD

399. Abu-Al-Mawahib Al-Shadhili *Illamination in Islam mysticism* Lahore 1938. AD

400. Abul Qaasem Muhammad, *Salvation of soul and Islamic Devotions.* Landon Kegan Poul International 1983. AD

401. Arberry A.J *Sufism an Account of themystics of Islam* Landon Georgeallen 1950. AD

402. Arberry A.J *Sufism An Account of themystics of Islam* Landon Georgeallen 1972. AD

403. Abul Hasan Zaid Farooqi *Hazart Mujaddid of his Critics* Lahore Sind Sigar Printer 1982. AD

404. Abul Hasan Najmee Syed *Ismalic Legal Theory and the orientalists* Lahore Premier Printer 1989. AD

405. Ameer Ali Syed, *The Spirits of Islam* Landon 1982 A.D

406. Bakhtiar Leleh *Sufi Expressions of the mystics quest* Singapore Thames and Hudson 1979A.D

407. Bakhtair Leleh *Sufi Expressions of the mystics quest* Singapore Thames and Hudson 1979A.D

408. Bird wood *Khaki and gown* Landon wodlock go co 1921 A.D

409. Khan Riaz Ahmed *the Muslims world Strategy for development through science* and technology Motamar Al Alam al Islam Karachi. 1988. A.D

410. Khalid Mehmood Shaikh, *Hadith and its Literary style.* National Book Foundation Islamabad 2001 A.D

411. Fazale Kareem *The emergence of Pakistan* National Book Foundation 1996 AD.